سلسلۂ اشاعت العلوم نمبر (۵)

اللّٰهم انا نعوذ بك من علم لا ينفع وقلب لا يخشع

بحمد اللہ العزیز العلام رسالۂ نور افزائے بصیرت اہل اسلام
بکشف حقیقت ازالۃ الاوہام موسوم بہ

افادۃ الافہام

حصۂ اول

مؤلفہ خیرخواہ انام عالیجناب فضیلت مآب شیخ الاسلام عمدۃ المحدثین مولانا حافظ
مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی صدر الصدور صوبجات دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن

باہتمام مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم صانہا اللہ عن الشرور والمحن

بہ تصحیح جناب مولوی محمد وزیر صاحب

محمود پریس حیدرآباد دکن میں زیور طبع سے آراستہ ہوا

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ

بحمد اللہ العزیز العلام رسالہ نور افزائے بصیرت اہل اسلام
بکشف حقیقت ازالۃ الاوہام موسوم بہ

مفاتیح الاعلام

یعنی

فہرست افادۃ الافہام

مولفہ خیرخواہ انام عالیجناب فضیلت مآب شیخ الاسلام والمسلمین عمدۃ الحاج مولانا حافظ مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر
معین المہام امور مذہبی صدر الصدور صوبہ جات دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن

باہتمام مولانا ابو الدرجات مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم صانہ اللہ عن شر الجہول والظلوم
بہ تصحیح جناب مولوی محمد وزیر صاحب
محمود پریس حیدرآباد دکن میں زیور طبع سے آراستہ کیگئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ جناب مولوی مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب ازالۃ الاوہام ایک بسوط کتاب ہے جس کے تقریباً ہزار صفحے ہونگے اگر اس کا جواب لکھا جائے تو کئی جلدوں میں ہوگا۔ تضیع اوقات کے خیال سے علما نے اس کی طرف توجہ نہیں کی مگر اس عاجز نے مالایدرک کلہ لایترک کلہ پر عمل کر کے اس کے چند ضروری اور قابل توجہ مباحث پر بحث کی ہے جس کے مضامین کی فہرست یہ ہے۔ اور برمناسبت مقام چند فوائد زیادہ کئے گئے ہیں۔

رموز فہرست

ق - قرآن شریف۔

م - مرزا صاحب کا قول۔

ی - براہین احمدیہ مولفہ مرزا صاحب

ک - الذکر الحکیم مولفہ ڈاکٹر مولوی عبد الحکیم صاحب

ص - صفحہ افادۃ الافہام حصہ اول کا۔

ح - حدیث شریف۔

ل - ازالۃ الاوہام مولفہ مرزا صاحب

ع - عصائے موسے مولفہ منشی آلہی بخش صاحب

س - مسیح الدجال مولفہ ڈاکٹر صاحب ممدوح

ف - صفحہ افادۃ الافہام کے حصہ دوم کا

واضح ہو کہ منشی الٰہی بخش صاحب مؤلف عصائے موسیٰ وہ شخص ہیں کہ مدتوں مرزا صاحب کی رفاقت کر چکے ہیں اور مرزا صاحب نے اُن کی تعریف ضرورۃ الامام میں اسطرح کی ہے کہ شریف انسان نیکبخت متقی پرہیزگار ہیں اور فرمایا ہے کہ ابتدا سے ہمارا اُن کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر پر یہ دعا فرمائی ہے کہ خدائے پاک اُس کے ساتھ ہو۔ ص ۲

اور ڈاکٹر صاحب ممدوح کی نسبت مرزا صاحب اول المومنین فرمایا کرتے تھے اور اُن کی نکتہ چینیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے اُن کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو نہایت سلیم فرمایا کرتے تھے۔ ک ۳۱

مرزا صاحب نے اُن کی تفسیر کی بھی تعریف کی کہ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنیوالی ہے فصیح و بلیغ ہے۔ ک ۵۴

مرزا صاحب کے دھوکا دینے والے اقرار و اقوال

م۔ فلسفی قانون قدرت سے اونچا اور ایک قانون قدرت ہے۔ ف ۳۴۴

م۔ نیچریوں کو خدا اور رسول کے قول کے عظمت نہیں۔ ص ۵۲

م۔ جو بات نیچریوں کی سمجھ میں نہیں آتی محال کہ دیتے ہیں۔ ص ۲۷۱

م۔ عقل سے حکمت و قدرت الٰہی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ص ۷۷

م۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل ہیں ص ۱۱

م۔ بجز خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہادی و مقتدا نہیں۔ ص ۲۸۷

م۔ محبت حضرت کی ضروری ہے ص ۱۱

م۔ وحی رسالت منقطع ہے۔ ص ۱۰

م۔ قرآن مکمل ہے اس کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ ص ۱۰

م۔ قرآن کا ایک لفظ کم و زائد نہیں ہو سکتا ص ۱۱

ھ۔ میں تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں ص ۲۸۶

ھ۔ میں اپنے مخالفوں کو کاذب نہیں کہتا ص ۲۳۵

ھ۔ مسلمانوں کا مشرک ہونا محال ہے ص ۱۱ ی ۱۱

ھ۔ مسلمانوں کا تنزل ممکن نہیں ی ۱۱

ھ۔ جھوٹ کہنا شرک ہے۔ ک ۲۵

فضائل و کمالات کے دعوے

ھ۔ میں واصل حق ہوں وقت واحدین و مخلوق وخالق ہوں سیر الی اللہ و فی اللہ سے فارغ ہوں۔ ص ۴۴

ھ۔ حقائق و معارف قرآن خوب جانتا ہوں۔ ص ۵۶ و ۱۰۲

ھ۔ خلیفہ ہوں خلافت آلہی مجھے عطا ہوئی۔ ص ۲۱ و ۵۱

ھ۔ مجدد ہوں۔ و ۵۲

ھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں و ۵۲

ھ۔ حارث ہوں جو امام مہدی کی مدد کو نکلیگا۔ و ۵۲

ھ۔ مہدی ہوں۔ و ۵۳

ھ۔ امام الزمان ہوں۔ ف ۱۴

ھ۔ امام حسین رضی اللہ سے مشابہت رکھتا ہوں۔ ص ۳۰۲

ھ۔ امام حسین سے افضل ہونے کا۔ ن ۳۳

ھ۔ صدیق اکبر رضی اللہ سے افضل ہوں۔ ع ۱۴۷

کرشن جی ہونیکا بھی دعوی ہے و ۵۶

ھ۔ مثیل آدم و نوح و یوسف و داؤد و موسے و ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ و ۵۳

ھ۔ ظلی طور پر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ و ۵۳

ھ۔ معراج حضرت کا کشفی طور پر نہایت کشف برق تجربہ کار ہوں۔ ت ۱۹۳

ھ۔ بعض نبیوں سے افضل ہوں۔ ع ۱۴۷

ھ۔ عیسلے علیہ السلام سے بہتر ہوں و ۵۳

ھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونیکا بھی کنایۃً دعوے ہے۔ ع ۱۴۸

ھ۔ قرآن اٹھالیا گیا تھا ثریا سے اُس کو میں نے لایا ہے۔ و ۲۹۶

ھ۔ میرے مسیح ہونیکا سارا قرآن مصدق ہے
اور تمام احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔ ص ۲۴۷

ھ۔ حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی اس لئے
میں آیا ہوں۔ ص ۷

ھ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ ف ۵۳

ھ۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ ص ۲۸۶

ھ خدا نے قرآن میں جو فرمایا ہے مبشرا برسول یاتی
من بعدی اسمہ احمد سو وہ رسول میں
ہوں۔ ف ۵۳

ھ سچی وحی مجھ پر اترتی ہے۔ ف ۵۳

ھ۔ میرے معجزے انبیا کے معجزوں سے
بڑھ کر ہیں۔ ف ۵۳

ھ۔ میری پیشگوئیاں نبیوں کی پیشگوئیوں سے
زیادہ ہیں۔ ف ۲۵۱

ھ۔ میرے معجزوں کا انکار سب نبیوں کے
معجزوں کا انکار ہے۔ ف ۲۵۱

ھ۔ میرا منکر کافر اور مردہ ہے۔ ف ۵۴

ھ۔ میرے فعل پر اعتراض کرنا کفر ہے ف ۵۵

ھ جو میری مخالفت کرے وہ دوزخی ہے۔ ف ۵۱

ھ۔ میرے منکر پر سلام نہ کرنا چاہیئے۔ ف ۲۵۱

ھ۔ میرے منکر کے پیچھے نماز حرام ہے۔

ھ۔ کل مسلمان جو میرا اقرار نہیں کرتے اسلام
سے خارج ہیں۔ س ۵

ھ۔ میری جماعت دوسرے مسلمانوں سے
رشتہ ناطہ کرے تو وہ میری جماعت سے
خارج ہے۔ س ۵

ھ۔ میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے
طاعون بھیجا۔ ف ۵۴

ھ میرے امتی پر عذاب نہ ہوگا۔ ص ۲۲

ھ۔ میرا امتی جنتی ہے۔ "

اُن کے مرید اُن کو خاتم الانبیاء
لکھتے ہیں۔ ص ۳۰۲

ان کے خاندان کو خاندان رسالت اور
اُن کی بیوی کو ام المومنین لکھتے ہیں۔ س ۴۱

ھ۔ الہام ہوا کہ ابن مریم میری اولاد
میں ہے۔ ف ۵۶

ھ۔ الہام ہوا کہ آسمان سے اترنے والا ابن مریم
میرا بیٹا ہے۔ ف ۵۶

م۔ اس فسمہ زند کا آسمان سے اترنا اللہ کا اترنا ہے۔ ص ۵۶

ان الہاموں کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ ابن مریم کلمۃ اللہ روح اللہ جو آسمان سے اترنیوالا ہے وہ میرا بیٹا ہے۔ مرزا صاحب نے جب سے عیسویت کا دعوے کیا ہے اہل اسلام ان کو تنگ کرتے تھے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ عیسے موعود ابن مریم روح اللہ کلمۃ اللہ ہونگے جس سے وہ بمقتضائے طبیعت کمال غضب میں تھے ہرچند ان کو جادوگر وغیرہ قرار دیا مگر اس سے بھی تسکین نہ ہوئی اس لئے کہ عام طور پر کفار انبیا کو ساحر کہا ہی کرتے تھے البتہ اب غصہ کسی قدر فرو ہوا ہوگا کیونکہ اب کھلے طور پر کہہ دیا کرینگے کہ جس عیسے کو تم موعود کہتے ہو وہ تو میرا بیٹا ہے عقلا اگر گالی بھی دیتے ہیں تو اس تدبیر سے کہ اس کو مدلل بنا دیتے ہیں دیکھئے

اب اگر کوئی ان کی عیسویت نہ مان کر عیسے علیہ السلام کا نام لے تو صاف کہدینگے کہ وہ تو میرا بیٹا ہے اور اگر کسی نے کچھ کہا تو جواب آسان ہے کہ اس میں میرا کیا قصور خود تمہارے خدا نے ایسا ہی فرمایا ہے اور اس کا ماننا تم پر فرض ہے اور حدیث نبوی کا جواب تو پہلے ہی ہو چکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کشف میں غلطی ہوئی۔

م۔ خدا مجھ سے قریب ہو کر باتیں کرتا ہے ص ۵۲۹

م۔ خدا مجھ سے باتیں کرنیکے وقت منہ سے پردہ اتار دیتا ہے۔ ص ۲۶۸

م۔ خدا مجھ سے ٹھٹھے کرتا ہے۔ ص ۲۱۵

م۔ کن فیکون مجھکو دیا گیا ہے۔ ص ۵۳

م۔ جس سے میں خوش ہوں خدا خوش ہے اور جس سے میں ناراض ہوں اس سے خدا بھی ناراض ہے۔ ص ۴۵

م۔ میرے الہام دوسروں پر حجت ہیں ص ۱۶۳

بذریعہ الہام خدا نے ان سے کہا

م۔ یا ایہا المدثر۔ ص ۲۲

م۔ یرفع اللہ ذکرک۔ ص ۲۳

م۔ تیرے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو گئی۔ ص [illegible]

م۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا ص ۳۳

م۔ اعمل ما شئت یعنی جو جی چاہا کر ص ۲

م۔ یا احمد انا اعطیناک الکوثر ی ۵۱۷

م۔ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی نہ ہوتا تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ س ۱۱

م۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں س ۱۱

م۔ تیرے دین کو آنے سے دین باطل نابود ہوگیا۔ ص ۳۲

م۔ جو دعا تو کریگا میں قبول کرونگا۔ ص ۲۱۵

م۔ تو میری اولاد کے ہم رتبہ ہے۔ ف ۵۳

م۔ تو اشجع الناس ہے۔ ی ۲۴۱

م۔ تیرا نام تمام ہوگا میرا نام ناتمام رہے گا۔ ی ۲۴۲

م عرش پر خدا تیری حمد کرتا ہے۔ س ۱۱

م۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ی ۵۰۶

اُن کے خدا نے اُن سے کہا کہ تمام مسلمانوں سے قطع تعلق کرو۔ ک ۹

مرزا صاحب کے اوصاف و حالات

مرزا صاحب کے خاندان میں حکومت رہی ہے جس کے وہ طالب ہیں۔ صت

چنانچہ مرزا صاحب کے بھائی مرزا امام الدین صاحب لال بیگیوں کی امامت اور مامور من اللہ ہونے کے مدعی ہیں۔ ع ۳۰۸

نشو و نما مرزا صاحب کی مذاہب باطلہ کی کتابیں دیکھنے میں ہوئی جس کا نتیجہ ہوا ص ۹

مرزا صاحب سید احمد خاں صاحب سے بھی زیادہ عقلمند نکلے۔ ص ۸

قرآن و اسلام کی توہین اخباروں کے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ ک ۷

مرزا صاحب کا باطل پر ہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہوگیا۔ ص ۱۷۷

خود مرزا صاحب نے اپنے مردود و ملعون و کافر و بے دین و خائن ہونیکا فیصلہ کردیا۔ ص ۲۱۷

قوائے شہوانیہ و غضبانیہ کے غلبے کے وقت قرآن کی مخالفت کرنا مرزائی دین میں امر مسنون ہے۔ ص ۲۰۸

لکھا ہے کہ مرزائیوں میں جو پہلے آوارہ بدچلن

زندگی بازاری تھے اب بھی ویسے ہی ہیں
فیضان صحبت کچھ بھی نہیں - ک ۳۰

مرزائیوں میں بجائے پرستش باری تعالی
کے گویا مرزا صاحب کی پرستش قائم ہوگئی
اور تسبیح و تقدیس تحمید و تمجید قریب قریب
مفقود ہوگئی - ک ۱

عام طور پر مرزائیوں کا یہ مذاق ہوگیا ہے کہ
مسیح آیا اور مسیح مرگیا یہانتک کہ ایک صاحب نے
تو صاف کہدیا کہ جس حمد کے ساتھ مرزا صاحب
کا ذکر نہ ہو وہ شرک ہے - ک ۲۵

اس شرک کے معنی یہ تو نہیں ہوسکتے کہ خدا کے
ساتھ ان کو شریک کرنا ہے اس لئے کہ انکا
ذکر نہ ہوتا تو عین توحید الٰہی ہے - بلکہ اس کے معنی
یہ ہوئے کہ اس نے حمد مقام میں خدا کی حمد مرزا صاحب
کی توحید میں فرق ڈالنے والی ہے جو عین
شرک ہے - حضرات کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا
کہ مرزا صاحب کون ہیں -

لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مشرکانہ الہام یا تو
کثرت مشک و عنبر و کنیا و دیگر محرکات
و مفرحات کا نتیجہ ہے جو آپ ہمیشہ بکثرت استعمال
کرتے رہتے ہیں یا مرض ہسٹریا کا نتیجہ ہے جس میں
آپ بہت مبتلا ہیں کیونکہ اس مرض سے
فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں - ک ۵۱

یہ ڈاکٹر صاحب کی تشخیص ہے اور علما کی تشخیص
یہ ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ -

خلاف بیانی

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ چار سو نبیوں کی پیشگوئی
جھوٹی نکلی - سو اس کا غلط ہونا توریت وغیرہ
سے ثابت ہوگیا کہ وہ بت پرست اور مندر کے
پوجاری تھے - ع ۲۳۷

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب
کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خواب میں بیعت کی - حالانکہ شاہ صاحب
لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت کے دست مبارک
پر بیعت کی - ع ۳۵۷

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو مجدد سرہندی رح کے طفیل سے

خلیل اللہ کا مرتبہ ملا۔ حالانکہ مجدد صاحب تصریح
کرتے ہیں کہ حضرت کی کمال متابعت سے
کمال حاصل ہوا اور حضرت کے خادم سے
بڑھکر اپنے کو کوئی رتبہ حاصل نہیں۔ ۵۰ع

الہام بیان کیا کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگا
پھر جب وہاں کے چوہڑوں میں طاعون
کی کثرت ہوئی تو اس سے انکار
کر گئے۔ ص ۲۲۳

قسم کھا کر کہا کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ اگر
مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے
ہو جائے تو تین سال کے اندر اس کا شوہر
اور باپ مرجائینگے۔ حالانکہ دوسرے کے
ساتھ نکاح بھی ہوا اور سالہائے سال سے
وہ خوش وخرم ہیں۔ ص ۲۰۵

لکھا ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر
مرے اور یہ بھی لکھا کہ وہ کشمیر میں آکر مرے ان
دونوں میں سے ایک بات ضرور خلاف
واقع ہے بلکہ دونوں۔ ص ۲۸۰

[illegible] سے اور عیسیٰ علیہ السلام [illegible] مدت

چودہ سو سال لکھا ہے حالانکہ سولہ سو سترہ (۱۶۱۷)
سال ہے۔ ف ۴۵

ان کا دعوے ہے کہ میرے سوا کسی مسلمان
نے مسیح موعود ہونے کا دعوے نہیں کیا
حالانکہ کریتہ نے یہ دعویٰ کر چکا ہے ف ۵۴۰

اپنی نشانی قرار دی کہ حج بند ہو گیا۔ حالانکہ
کسی سال بند نہیں ہوا۔ ع ۳۹۴

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں
ایک پیشگوئی بھی ثابت نہ کرسکے جس سے
ظاہر ہے کہ پیشگوئیوں کے وقوع کے کل
دعوے خلاف واقع ہیں۔ ف ۲۴۹

ان کے سوائے اور بہت ہیں چنانچہ منجملہ
ان کے چند صفحات ذیل میں مذکور ہیں۔
ف ۱۴۴ ف ۱۲۴ ف ۱۰۶ ف ۸۲ ف ۴۴
ص ۱۸۶ ص ۱۸۱ ف ۳۱۸ ف ۲۹ ف ۱۶۹

اشتہار میں غلط مشتہر کیا کہ محمد حسین صاحب نے
اپنی نسبت جو فتوے لکھا تھا اسکو منسوخ کیا ص ۲۱۴

اشتہار دیا کہ براہین احمدیہ کے تین سو جزو
تیار ہیں چنانچہ اس کی پیشگی قیمت بھی دو سال

کرلی اور تخمیناً پینتیس ۳۵ جزو چھاپ کر ختم کر دیا۔ ۴۰

ایک مقدمہ ان پر دائر ہوا اس میں اپنی برأت
کیلئے غلط بیانات وخلاف واقعات چھپوا کر
پیش کئے جس میں بعض پیشگوئیوں مشتہرہ و زبانی
سے بھی انکار فرمایا۔ ۲۶۱ ع

انہوں نے کشف الغطا میں لکھا ہے کہ انیس ۱۹
سال سے سرکار گورنمنٹ کی خدمت کر رہا ہوں
پھر آٹھ مہینے کے بعد ستارۂ قیصر میں
چھاپ دیا کہ تیئیس ۲۳ سال سے خدمت
کر رہا ہوں۔ ۲۷۴ ع

اتھم کے معاملے میں سر اجلاس عدالت میں
اپنی خلاف بیانی کا اقرار کر دیا۔ ص ۱۸۹

اس کے بعد ان کا وہ قول بھی ملاحظہ ہو جو
فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک ہے۔

قسمیں

قسم کھائی کہ اب کسی سے مباحثہ نہ کرینگے
اس کے بعد اعلان دیا کہ علما مباحثے کیلئے
آئیں اور جب آئے تو گریز کیا۔ ص ۲۳۴

کہا کہ پندرہ مہینے میں مسٹر آتھم مریگا اور جہنم
میں ڈالا جائیگا خدا کی قسم ہے کہ اللہ جلشانہ
ایسا ہی کریگا۔ پھر وہ مدت گذر گئی اور
وہ نہ مرا۔ ص ۱۲۲

خدائے تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں اس بات
میں سچا ہوں کہ خدائے تعالی کی طرف سے
الہام ہوا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کا
رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اور اگر دوسرے
سے ہو تو تین ۳ سال کے اندر اس کا شوہر
اور باپ مر جائیگا۔ حالانکہ نکاح ہو کر
پندرہ سولہ سال ہو گئے اور اب تک شوہر
زندہ اپنی زوجہ کے ساتھ خوش وخرم
ہے۔ ص ۲۰۵-۱۹۴

خدایا میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ اگر تین سال
میں کوئی ایسا نشان تو نہ دکھلائے جو انسان
کے ہاتھوں سے بالاتر ہو تو میں اپنے آپ کو
مردود و ملعون کافر بے دین اور خائن
سمجھ لونگا۔ پھر باوجودیکہ کوئی ایسا نشان ظاہر ہوا
مگر اب تک وہ اپنے کو ملعون و کافر وغیرہ نہیں سمجھتے ص ۲۱۷

مرملفاً کہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تین ہزار
کے قریب قبول ہو چکی ہیں۔ مگر ضرورت کے
وقت ایک بھی اثر ندارد۔ ع ۲۹۱
مہدی کی حدیث اپنے پر منطبق کرنیکی غرض سے
حاضرین جلسہ کی فہرست مرتب کرکے بکمی و زیادتی
۳۱۳ نام کی تکمیل فرضی طور پر کر دی۔ س ۱۹
فرماتے ہیں مجھے دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں
سے مقابلہ پڑتا ہے اس لئے اخلاقی قوت اعلیٰ درجے
کی دی۔ س ۲۰
اس کے بعد فہرست انکی گالیوں کی بھی عصائے موسیٰ
میں پڑھ لیجائے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب
کی تفسیر کی غایت درجے کی تعریفیں اخباروں میں
چھپوائیں۔ ک ۵۳ س ۱۹
اب اسی تفسیر کی نسبت اخبار میں شائع فرماتے ہیں
کہ میں نے اس تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا۔ س ۲۰

الہام

الہام ہوا کہ وہ زمانہ بھی آنیوالا ہے کہ حضرت
مسیح نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اترینگے
اور گمراہی کو نیست و نابود کر دینگے۔ اس کے
بعد جب منظور ہوا کہ ان کے آنے کا جھگڑا ہی
مٹا دیا جائے اور مسیح موعود خود بنجائیں تو کہدیا
کہ خدا نے مجھے بھیجا اور خاص الہام سے ظاہر
کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ
موقع موقع پر الہام بنا لیا کرتے ہیں ص ۱۴۲
الہام فبشرنی ربی بموتہ نی ست سنت۔ یہ الہامی
عبارت غلط ہے اس لئے وہ الہام رحمانی
نہیں ہو سکتا ص ۱۹۱
الہام ہوا کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگا۔ اور
ہوا یہ کہ طاعون سے قادیان ویران ہو گیا ص ۲۲۳
الہام ہوا کہ اول لڑکا ہوگا جسکا حلیہ بھی بیان
کیا گیا تھا لیکن لڑکی ہوئی۔ ع ۸
الہام پر بشیر موعود کی بشارتیں اشتہاروں میں
چھپوائی گئیں اور بہت سا روپیہ مہد وغیرہ بنوانے
کیلئے منظور بھی کیا گیا۔ لیکن بغیر تکمیل بشارت کے
اس کا انتقال ہو گیا۔ ع ۱
کل پیشگوئیوں کا ابطال مولوی ثناء اللہ صاحب
نے کر دیا جس کا مفصل حال رسالہ الہامات مرزا میں

مذکور ہے ۔

قل یا ایہا الکفار والا الہام جھوٹا ہے اسلئے کہ خود
فرماتے ہیں کہ میں مخالفین کو کاذب نہیں سمجھتا صہ ۲۴۵/۲۳۵

۵ ۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو میرے مقابلے میں
کھڑا ہو وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا مگر مسٹر آتھم کے
مقابلے سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ہی ذلیل
ہوئے ۔ و ۸۳ صہ ۱۶۸

میاں عبدالحق کے مقابلے میں مباہلے کے وقت
بھی مرزا صاحب ذلیل ہوئے ۔ صہ ۲۳۸

مرزا احمد بیگ صاحب کے مقابلے میں بھی
ذلیل ہوئے ۔ صہ ۱۹۴

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلے
میں بھی ذلیل ہوئے ۔ صہ ۲۱۳

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں بھی
ذلیل ہوئے ۔ صہ ۲۲۶

مولوی عبدالمجید صاحب کے مقابلے میں بھی
ذلیل ہوئے ۔ صہ ۲۳۰

علمائے ندوہ کے مقابلے میں بھی
ذلیل ہوئے ۔ صہ ۲۳۵

مسٹر کلارک کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوئے صہ ۱۸۱

پیر مہر علی شاہ صاحب کے مقابلے میں نہ آنے سے
بھی ذلیل ہوئے ۔ ۱۷ ہ ح

مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے اعلان
دیا کہ مرزا صاحب مع تیس ہزار (۳۰۰۰۰) حواریں دعا کریں
کہ عبدالکریم (جو مرزا صاحب کے اعلیٰ درجہ
کے مرید اور دوست ہیں) اُن کی ایک آنکھ
اور ٹانگ صحیح ہو جائے ۔ اور ہم دعا کرینگے کہ
اسکو تا حین حیات خدا کانا اور لنگڑا ہی رکھے
اور ہم چالیس روز پیشتر ہی پیشگوئی کرتے ہیں
کہ وہ ایسا ہی رہیگا ۔ اس موقع میں بھی مرزا صاحب
کو سخت ذلت ہوئی کہ وہ لنگڑے اور
کانے ہی رہے ۔ ۱۵ ہ ع

حالانکہ ازالۃ الاوہام صہ ۱۱ میں لکھا ہے
کہ وہ دعائیں ایسی اسی شخص کے حق میں قبول ہوتی
ہیں جو غایت درجہ کا دوست ہو ۔

والد مولوی محمد حسین کی میعاد موت
ایک سال ٹھیرائی تھی وہ غلط ثابت
ہوئی ۔ ۱۴ ح

اشتہار دیا کہ اس سال بارش ہوگی اگر بارش
نہ ہوگی تو ہمارے مریدوں پر رحمت
نازل نہ ہوگی۔ اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ
بارش کا خوب امساک ہوا اور مریدوں پر
رحمت یہ ہوئی کہ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور
کی نوٹس پر رات بھر اشتہار مرہم عیسے کو
بازاروں گلیوں کوچوں سے اُتارنے میں
حیران و سرگردان رہے۔ ۷۸ سع

سید مہر علی صاحب اور علمائے ندوہ وغیرہم
کے مقابلے میں نہ آنے اور گریز کر جانے
سے ثابت ہوا کہ الہام سنلقی فی قلوبہم الرعب
یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ اُن لوگوں کے
دلوں میں ہم رعب ڈالدینگے۔ جھوٹا ثابت ہوا
اور نیز انی اشجع الناس والا الہام بھی جھوٹا
ہوگیا۔ ل ۱۹۲

آتھم وغیرہ کے مقابلے میں ذلیل ہونے سے
ثابت ہوا کہ الہام ینصرک اللہ فی مواطن یعنی
اللہ تیری مدد کریگا ہر مقام میں جھوٹا ہے۔ ل ۱۹۶

۵ الہام ہوا کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھاری
جماعت ہیں یہ لوگ سب بھاگ جائینگے
اور پیٹھ پھیر لینگے۔ اب تک اسکا ظہور نہ ہوا
مخالفین کے حملے توروز افزوں ہیں خود

مرزا صاحب ہی کی جماعت کے بعض افراد
مثلاً ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خاں صاحب ان کے مقابل
میں ہوکر حملے پر حملے کر رہے ہیں جن کا جواب وہ
دے نہیں سکتے اور آئندہ بھی اس کے ظہور کی
توقع نہیں اس لئے کہ اب تو وہ زمانہ آگیا ہے
کہ ایسے الہامات ہونے لگے ہیں۔ ل ۲۳۴

اسی طرح اس الہام کے سچے ہونے کا بھی موقع
گذر گیا۔ ہم عنقریب نشانیاں دکھلائینگے حجت تمام
ہوجائیگی اور فتح کھلی کھلی ہوگی۔ ل ۲۳۳

الہام ہوا کہ عمونوئیل اور بشیر نام اپنے گھر لڑکا پیدا
ہوگا سخت ذہین اور فہیم ہوگا۔ علوم ظاہری
و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ صاحب شوکت و دولت
ہوگا قومیں اس سے برکت پائینگی اور خواتین
مبارکہ سے نسل بہت ہوگی۔ پھر خوشخبری
شائع کی کہ وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا ہے
اور اس کے عقیقے میں ضرورت سے زیادہ دھوم دھام

ہوئی مگر وہ سب پیشگوئیاں رکھی رہیں اور
ملفوفیت ہی میں اپنے ناشاد پدر بزرگوار
کو وہ داغ لگا گئے۔ ص ۲۴

مرزا صاحب نے ۱۸۹۸ء میں پیشگوئی کی جسکا
حاصل یہ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں طاعون پنجاب میں
پھیلیگا۔ مگر مرزا صاحب کی تخمینی میں خوب تصدیق
پیشگوئی تھی خطا ہوئی اور اُس کے بعد دو سال
تک ملک میں امن رہا۔ ص ۳۵

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کے نکاح
کے باب میں الہام جھوٹا ثابت ہوا۔ ۲۰۱

دعا

ابھی معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب ہی کی
دعا عبدالکریم صاحب کے کانے اور لنگڑے
رہنے کے باب میں قبول اور مرزا صاحب
کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

سید امیر شاہ صاحب رسالدار میجر کو مرزا صاحب
نے عہدنامہ لکھدیا کہ ایک سال میں ان کو فرزند
ہونیکے لئے دعا کرونگا۔ اگر اس مدت میں
نہ ہوا تو میری نسبت جس طور کا بد اعتقاد چاہیں
اختیار کریں۔ اور پانسو روپیہ بھی ناکامی کے
واسطے وصول کرے اور سال پورا ہونے کے بعد دو
سے دعا بھی کی مگر قبول نہ ہوئی۔ ص ۳۴

بشیر فرزند کی صحت کیلئے اقسام کی دوائیں اور
بہت دعائیں کیگئیں مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ۱۹ ع

آتھم والی دعا میں مرزا صاحب کے ساتھ تمام
جماعت مریدین بھی مصروف رہی مگر قبول
نہ ہوئی اور آتھم ہی کی دعا قبول ہوگئی۔ ۱۹۹ ع

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کے
نکاح کے باب میں ہزارہا مرید وہاں کی
مسجدوں میں دعائیں کرائیں تو خود بدولت
کی اضطراری دعاؤں کا کیا حال ہوگا
مگر کوئی قبول نہ ہوئی۔ ص ۱۹۵

عبدالکریم صاحب کی آنکھ اور ٹانگ
درست نہ ہونے کے باب میں مولوی عبدالحق صاحب
ہی کی دعا قبول ہوئی اور باوجود تحدی کے
مرزا صاحب کی دعا قبول نہ ہوئی۔ ۱۵ ع

سید مہر علی صاحب کو بذریعہ اشتہار السنہ ع

دی کہ اگر ایک ہفتے میں اپنے قصور کی معافی
نہ چاہیں اور چھپوانے کے لئے خط نہ بھیجیں تو
پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا۔ مگر
انہوں نے کچھ پروا نہ کی اور اُن کا کچھ نقصان
بھی نہ ہوا۔ ۴۳ ع

مرزا صاحب سرکار کی جانب سے روک دئے
گئے کہ کسی پر بددعا نہ کریں دعا کر کے اس
مزاحمت کو بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ ص ۲۱۵

جن جن مقابلوں اور معرکوں میں مرزا صاحب
کو ذلتیں ہوئیں اُس کا سبب یہی ہے کہ
اُن کی دعائیں ضرورت کے وقت قبول نہیں
ہوتیں۔ اور خدائے تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے کہ
وہ ذلیل ہوں۔ اس موقع میں اُن کا وہ دعوےٰ
بھی پیش نظر رہے کہ خدا اُن سے بے پردہ
ہو کر باتیں اور ٹھٹے کرتا ہے۔ اور بارہا کہا
کہ ہر دعا تیری قبول کرونگا۔

تدین

اپنی غرضیں پوری کرنیکی غرض سے قرآن کی
آیتوں میں تعارض پیدا کرتے ہیں ص ۲۸۳ ۲۹۵

قیامت کا انکار۔ ص ۲۵۲

باوجود فرض ہونے کے اب تک
حج کو نہیں گئے۔ ص ۱۷

زکوۃ کا مال اپنی کتابوں کی قیمت میں
لیتے ہیں۔

لوگوں کے مال میں اقسام کی
بدعنوانیاں۔

بعض مریدین نے حج فرض کو جانے کا مشورہ
لیا تو فال دیکھکر کہدیا کہ مناسب نہیں۔ ۲۴۲ ع

اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر سے شرعی وارثوں کو
محروم الارث کرنیکی غرض سے جائداد کو اہلیہ ہی
کے پاس رہن رکھا۔ ۲۳۲ ع

زیور طلائی مردوں کو پہننے کی اجازت۔ ۳۱۸ ع

تقویت اعصاب وغیرہ کیلئے انگریزی وہ دوائیں
کھاتے ہیں جن میں شراب ہوتی ہے۔ ۴۴۴ ع

پہلی اولاد و پسران کو بلا دلیل شرعی عاق اور محروم
محروم الارث کردیا۔ ص ۲۰۰

اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کی غرض سے

خدا کی طرف سے جھوٹا پیام پہنچا دیا۔ ص ۱۹۴

اپنی بیوی کی خاطر خدا کی مخالفت ص ۲۰۰

وعدہ خلافی

پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی کہ مباحثے کے لئے چالیس علما کے ساتھ جن کے نام بھی لکھے تھے لاہور میں آئیں اگر میں حاضر نہ ہوا تب بھی کاذب سمجھا جاؤں شاہ صاحب تو بحسب دعوت مع علما لاہور تشریف لائے مگر مرزا صاحب نے پہلوتہی کی آخر بذریعہ اشتہارات ان کو اطلاع دی گئی مگر اس پر بھی صدائے برنخاست جب کئی روز کی اقامت کے بعد شاہ صاحب واپس تشریف لے گئے تو مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ شاہ صاحب نے چال بازی کی۔ ع ۱۷

بذریعہ اشتہار وعدہ کیا کہ کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھائے جس نے ۲۳ سال کی مہلت پائی ہو تو ہم اس کو پانچ سو روپیہ انعام دینگے اس پر حافظ محمد یوسف صاحب نے ایک فہرست پیش کی۔ مگر ایفا ندارد۔ ص ۱۱۱

سراج منیر وغیرہ رسالے چھاپنے کا وعدہ کیا مگر ایفا ندارد۔ ص ۱۴۲

بذریعہ اشتہار وعدہ کیا کہ اگر علما قادیان کے قریب مباحثے کے لئے ایک مجلس مقرر کریں تو قرآن و حدیث و عقل و آسمانی تائیدات اور خوارق و کرامت کی رو سے میں ان کو اس قاعدے سے اپنی شناخت کرا دونگا جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے مگر جب علمائے ندوہ نے مباحثے کے لئے خط لکھا تو جواب ندارد۔ ص ۲۳۵

براہین احمدیہ کی نسبت وعدہ کیا کہ اس سے مجادلات کا خاتمہ ہو جائیگا مگر یہ وعدہ بھی غلط ثابت ہوا۔ ص ۱۰

مولوی ثناء اللہ صاحب کو دعوت دی کہ اگر قادیان میں آ کر کسی پیشگوئی کو جھوٹی ثابت کر دیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیے دونگا جب وہ قادیان گئے تو خوب مغلظات سنائیں اور مناظرے کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ ص ۲۲۶

وعدہ کیا کہ اگر تم پندرہ مہینے میں نہ مرے
تو میرا مُنہ کالا کیا جائے اور میرے گلے میں
رسا ڈالا جائے اور مجھکو پھانسی دیجائے
باوجودیکہ اس مدت کے بعد بھی وہ زندہ رہا
مگر انہوں نے مُنہ کالا کرنے کی بھی اجازت
نہ دی۔ ص ۱۶۷

فتنہ انگیزی

حق تعالےٰ فرماتا ہے وَالْفِتْنَةُ
اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ یعنی فتنہ قتل سے
بھی سخت تر ہے۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں
کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ
اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
اس کی رو سے انگریز ہمارے اولو الامر
میں داخل ہیں اس لئے میری نصیحت اپنی
جماعت کو بھی ہے کہ دل کی سچائی سے ان کے مطیع
رہیں۔ اس کے بعد مسلمان کی جھوٹی شکایت
کرتے ہیں کہ مسلمان انگریزوں کے برخلاف
بغاوت کی کھچڑی پکاتے رہتے ہیں۔ ص ۲۶۷
مرزا صاحب ستارۂ قیصریہ میں لکھتے ہیں
کہ دو عیب اور غلطیاں مسلمانوں میں ہیں
ایک تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا رکن
سمجھتے ہیں۔ دوسرا خونی مسیح اور خونی مہدی
کے منتظر ہیں۔ مسلمانوں کے جہاد کا عقیدہ
مخلوق کے حق میں بداندیشی ہے۔ میرا گروہ خطرناک
وحشیانہ عقیدہ چھوڑ کر ایک سچا خیر خواہ گورنمنٹ
کا بن گیا۔ مقصود یہ کہ سب مسلمان گورنمنٹ
کے بدخواہ ہیں ان کو سزا دیجئے۔ ص ۳
مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو اپنے دل اپنی
طرف سے خونی مہدی اور خونی مسیح کا
منتظر ٹھیرا کر اور صرف خود اور جماعت چند
مریدین کو خیر خواہ سرکار قرار دیکر دوسرے
تمام مسلمانوں کو بگاڑنے اور سزا دلانے
کے لئے درخواستیں بھیجتے رہتے ہیں ص ۲۶
غدر کے واقعہ میں جو بے رحمیاں اور ظلم ہوئے
اُن کا فوٹو کھینچکر پیش کر دیا اور علمائے اسلام
کے ذمہ یہ الزام لگا دیا کہ یہ سب کچھ ان کے

فتووں سے ہوا۔ ص ۲

اخلاقی حالت

کیسی ہی ذلت کی صفت ہو جب وہ مرزا صاحب میں آتی ہے تو قابل افتخار ہو جاتی ہے چنانچہ زمینداری کی اُنہوں نے ذلت بیان کی اور اسی کو اپنے لئے باعث افتخار وتکبر قرار دیا۔ ص ۲۱۲

اپنی بیوی کی خاطر قطع رحمی کی۔ پہلی اولاد کو عاق کر دیا۔ ص ۲۰

پیرانہ سری میں ایک لڑکی سے نکاح کرنیکی غرض سے جھوٹ کہا۔ خدا پر افترا کیا۔ جھوٹی قسم کھائی۔ الہام بنالیا بے گناہ بہو کو طلاق بدعی دلانے کی کوشش کی۔ فرزند کو محروم الارث کر دیا۔ قطع رحمی کی۔ ص ۲۰۹

کسی کے مقابلے میں مغلوب ہو کر شرمندہ ہوتے ہیں اور خصم پر غصہ نہیں نکال سکتے تو تماشہ بینوں کو گالیاں دینے لگتے ہیں جیسا کہ آتھم کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ ص ۱۷۴

علما و مشائخین کو گالیاں دینے میں مرزا صاحب کو ایسی مشاقی ہو گئی ہے کہ ہر وقت نئی تراش و خراش ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً اندھیرے کے کیڑو۔ جھوٹ کا گوہ کھایا۔ رئیس الدجالین ذریت شیطان۔ عقب الکلب۔ غول الاغوال کھوپڑی میں کیڑا مرے ہوئے کیڑے لومڑی۔ ہامان ہالکین۔ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ اور خنزیر سے گندے۔ حرام زادہ ولد الحرام۔ اوباش۔ چوہڑے۔ چمار۔ زندیق ملعون وغیرہ تو معمولی الفاظ ہیں بے تکلف اور بے اختیار نکل آتے ہیں۔ جیسا کہ عصائے موسیٰ اور مسیح الدجال صفحہ (۱۶) سے ظاہر ہے۔

مرزا صاحب کو حق تعالیٰ نے بذریعہ الہام فرمایا انا زوجنا کہا یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔ مگر مرزا سلطان محمد صاحب لے اُس لڑکی کو نکاح کر کے لے گئے اور بفضلہ تعالیٰ ابتک اُن کے بطن سے گیارہ بچے بھی ہو چکے ہیں۔ ص ۲۹

مرزا صاحب کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثلیت کا دعوے ہے چنانچہ وما ارسلناک

الا رحمۃ للعالمین وغیرہ فضائل سے بھی الہام
ان کو ہو گئے ہیں اس لئے یہ الہام بھی ہوا
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زینب
رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں یہ وحی
ہوئی تھی زوجنا کہا جو ومن یقنت سے دوسرے
رکوع میں ہے یعنی حق تعالے نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے زینب
کا نکاح تم سے کر دیا چنانچہ اسی وحی کی بنا پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اطلاع کے
ان کے مکان میں تشریف لیگئے اور وہی
نکاح کافی سمجھا گیا اور پیام اور ایجاب و قبول
اور گواہوں کی ضرورت نہ ہوئی کیوں نہ ہو
جب خدائے تعالے خود نکاح کر دے تو
اس کے تصرف کے مقابلے میں کس کا
تصرف نافذ ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ
بالعکس ہو گیا۔ اب یہاں حیرانی یہ ہے کہ
مرزا صاحب کا الہام تو بالکل یقینی ہے
جس میں ان کو ذرا بھی شک نہیں
اور قرآن کے مطابق ان کا
نکاح صحیح بھی ہو گیا جس کی وجہ سے وہ مرزا صاحب
کی اصلی درجے کی منکوحہ کہلائیں۔ اور معتاد ہے
کہ کیسا ہی غریب آدمی ہو اگر کوئی اس کی جورو
کو لیجائے تو کچھ نہیں تو سرکار میں وہ
ضرور دعوے کریگا مگر مرزا صاحب نے طلب
زوجہ کا دعوے بھی نہ کیا یہانتک کہ گیارہ بچے
اس بیوی سے ہو گئے۔ اگر سرکار میں یہ
دعوے کیا جاتا تو ضرور کامیابی ہوتی کیونکہ الہام
مرزا صاحب کا خود دوسروں پر حجت ہے
پھر افراد امت نے ضرور شور مچایا ہوگا کہ ام المومنین
کو ہم کسی جابر غاصب کے قبضے میں ہرگز دیکھ
نہیں سکتے۔ اس پر بھی مرزا صاحب راضی
برضا ہو کر اغماض حلم و تدبر و خوش خلقی کو
کام فرمایا۔ پھر مرزا صاحب ازالہ حیثیت عرفی
کے دعوے بھی علماء پر کیا کرتے ہیں آخر یہ ازالہ
بھی اس سے کم نہیں کیونکہ یہ تو ملک کا
ازالہ تھا۔ بہر حال جب ہم اس واقعے کے
دونوں پہلو پر نظر ڈالتے ہیں تو عجیب پریشانی
ہوتی ہے۔ مگر جب غامض نظر سے دیکھتے ہیں تو

یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے جو صاحب عصائے موسیٰ
نے لکھا ہے کہ ضعف و ناتوانی کی یہ حالت ہے
کہ اُن میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ اپنی منکوحہ
آسمانی پر قبضہ کر سکیں۔ ع ۳۶۸

اس لئے کہ اُن کا اشجع الناس ہونا الہام سے
ثابت ہے گو وہ کیسا ہی ہو آخر الہام ہے
کسی مناسبت سے ہوا ہوگا اور یہ ممکن نہیں
کہ کوئی اشجع اس قسم کا عار گوارا کرے
اس لئے ہم یقیناً کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے
صرف کسی مصلحت سے وہ الہام بنا لیا تھا
اگر کسی کو اس میں کلام ہو تو مرزا صاحب کو
قسم دیکر پوچھ لے کہ کیا زوجنا کہا کہکر خدا نے
اُس بیوی کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا تھا تو وہ
ہرگز قسم نہ کھا سکیں گے۔ اس سے یہ بات
بداہتاً ثابت ہے کہ مرزا صاحب ہر موقع
میں الہام بنا لیا کرتے ہیں۔

مرزا صاحب جس وقت اپنی فراغت سے
آ بیٹھتے ہیں تو سوائے خودستائی خودنمائی
تکفیر عالم اور عالمگیر سب و شتم کے اور
کچھ گفتگو ہی نہیں ہوتی۔ ص ۱۵

ڈاکٹر صاحب نے نظائر پیش کر کے لکھا ہے
کہ یہاں تک یہ تو صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ
مرزا صاحب سخت عیار مسرف۔ کذاب
خائن، آرام پسند، شکم پرور، بدفہم، بدعقل
تنگ ظرف، بیحیا، مغلوب الغضب، متکبر
خود پسند، خودستا، شیخی باز، بدچلن،
سنگدل، فحش گو، اور بدظن انسان ہیں۔ ص ۴۱

خود حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب سے
کہا کہ یہ لوگ یہاں آ کر بجائے درست
ہونے کے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں اور
آپس میں ذرا بھی پاس اور لحاظ نہیں رکھتے۔
لہذا یہ سالانہ جلسہ بند کیجئے اور مریدوں کا اس طرح
جمع ہونا بند فرمائیے۔ ص ۴۲

حکیم الامت کی گواہی سے مرزا صاحب کی صحبت
کا اثر معلوم ہوا کہ لوگ زیادہ خراب
ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر مولوی محمد عبدالحکیم صاحب نے اپنی بیوی
اور تمام متعلقین کے کھانے پینے میں

کمی کرکے اپنی ذاتی آمدنی سے ہزارہا روپے مرزا صاحب کی تائید میں خرچ کرگئے اور مقروض ہوئے۔ جس کو خود مرزا صاحب اول المومنین فرمایا کرتے تھے لیکن جب بعض اصلاحات ضروری کی انہوں نے تحریک کی تو اس قدر بگڑے کہ خدا کی پناہ۔ ک ۳۱

دنیاداری

زمینداروں اور کھیتی کرنے والوں میں ہونے کا افتخار۔ ص ۲۱۲

امیرانہ بلکہ شاہانہ خوراک لباس و فرش و فروش و مکانات و باغات جائداد زیور رکھتے ہیں اور عیش و عشرت میں مستغرق ہیں۔ ف ۳۷

اپنی اور اپنے اہل بیت کی تصویریں بیچکر روپیہ حاصل کرنا اور اقسام کے چندے ماہواری اور موقت و غیر معمولی وغیرہ میں دائمی استعمال کرنا۔ ف ۳۸

مرزا صاحب کی حالت دنیاداری نے ان کے اس الہام کو باطل کر دیا۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل اگر خدا نے ان سے کہا تھا تو بے خانماں و مانند مثل عیسٰے علیہ السلام کے رہتے۔ ی ۲۴۲

طرح طرح کے چندوں کا بار مریدوں کی حیثیت سے بڑھ کر ان پر ڈالا جاتا ہے اور ان غریبوں کے خون سے کیوڑا۔ عنبر۔ مشک۔ بید مشک مفرحات و مقویات کی بھرمار رہتی ہے بیوی سونے کے زیورات سے لدگئی۔ مکانات وسیع ہوگئے۔ قورما پلاؤ بافراط کھایا جاتا ہے اور حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائیگا۔ س ۴۲

چندے وغیرہ کا روپیہ قوم سے لیکر بیوی صاحبہ کے سپرد کر دیتے ہیں پھر نہ اس کا حساب نہ نگرانی۔ ک ۲۹

براہین احمدیہ میں بمقابلہ آریہ وغیرہ وحی کی ضرورت ثابت کی ص ۸۴ وحی منقطع نہیں کیونکہ وحی اور الہام ایک ہیں۔ اور الہام منقطع نہیں۔ ص ۱۶۲ ص ۲۱۵ الہام قطعی اور یقینی ہے ص ۱۶۳ الہام دوسروں پر حجت ہے ص ۱۶۳ ہمارا دعوے الہام سے پیدا ہوا ص ۱۶۲ ہر شخص کو حسن ظن کی ضرورت ہے ص ۱۰۶۔ ۵ الہام اور کشف کو سنکر چپ ہونا چاہیئے ص ۲۸۰ الہام الٰہی و کشف صحیح ہمارا مؤید ہے۔ ص ۲۸۸۔

اس زمانے میں نبی کی ضرورت ثابت کرنیکی تدبیر

جب دل مردہ ہو جائیں اور ہر کسی کو جیفہ دنیا ہی پیارا دکھائی دیتا ہے۔ اور ہر طرف سے روحانی موت کی زہرناک ہوا چل رہی ہو تو ایسے وقت خدا کا نبی ظہور فرماتا ہے ص ۵۳۵ ص ۵۳۷ جب یہ ظلمت اپنے اس انتہائی نقطے تک پہنچ جاتی ہے جو اس کے لئے مقرر ہے تو صاحب نور اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے ص ۵۳۹ خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا جو حق تعالے فرماتا ہے

ہوالذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور ہی ۵۴۰ اس وقت بجز دنیا اور دنیا کے ناموں اور دنیا کے آراموں اور دنیا کی عزتوں اور دنیا کی راحتوں اور دنیا کے مال و متاع کے اور کچھ اُن کا مقصود نہیں رہا تھا ہی ۵۴۹ (جیسا کہ مرزا صاحب کے حالات موجودہ سے ظاہر ہے) اسی طرح جب گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور لوگ راہ راست پر قائم نہیں رہتے تو اُس حالت میں بھی وہ ضرور اپنی طرف سے کسی کو مشرف بوحی کر کے اور اپنے نور خاص کی روشنی عطا فرما کر ضلالت کی تاریکی کو اُس کے ذریعے سے اٹھاتا ہے ہی ۵۵۲ ضرورت کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا خدائے تعالےٰ کی عادت ہے۔ ہی ۵۵۶

اس کے بعد مرزا صاحب نے کوشش کر کے اپنے زمانے کو اُس زمانے کا مشابہ اور مثیل ثابت کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونیکی ضرورت ہوئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں۔ اس زمانے میں ظلمت عامہ اور تامہ پھیل گئی ہے ف ۱۷ مگر اس کے دیکھنے کی ہر آنکھ میں صلاحیت نہیں چشم خفاش چاہیئے مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ بجز بد چلنی اور فسق و فجور کے ان کو کچھ یاد نہیں۔ ف ۲۷ جس طرح یہود کے دلوں سے توریت کا مغز اور بطن اٹھایا گیا تھا اسی طرح قرآن کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا ل ۶۹۲ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام اٹھایا جائیگا ف ۷۲ قرآن زمین پر سے اُٹھا لیا گیا ف ۷۲

اس موقع میں مرزا صاحب کو ان سب باتوں کے بھولنے کی بھی ضرورت ہوئی جو براہین میں لکھا تھا کہ شریعت فرقانی کمل و مختتم ہے۔ قرآن کی ہزارہا تفسیریں حافظ ہی سکھاتی ہیں کا نزول ممکن نہیں وغیر ذالک۔

نبی بننے کی تدبیر

الہام ہوا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ل ۱۹۲

یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ اللہ ہی نے اپنے رسول (غلام احمد قادیانی) کو ہدایت

اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اس کو غالب کردے۔ اور الہام ہوا قل جاءکم

نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مومنین ل ۹۳ یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ کہدے (اے غلام احمد)

کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے سو تم اگر مسلمان ہو تو اس کا انکار مت کرو اور

الہام ہوا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول

کریگا ل ۲۴۳ الہام ہوا کہ قل جاء الحق وزھق الباطل یعنی حق آیا اور

باطل نابود ہوگیا اور الہام ہوا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الا ان حزب اللہ

ھم الغالبون ل ۱۹۷ یعنی خدا لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہونگے

یاد رکھو کہ اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ اور الہام ہوا قل انی امرت وانا اول المومنین ل ۱۹۲

(یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ (اے غلام احمد) اُن لوگوں سے کہدے کہ میں

مامور ہوا ہوں اور میں ایمانداروں میں پہلا شخص ہوں یعنی ان کی نبوت اور اُن کے

دین پر اُن کے ایمان کے بعد اُن کی امت ایمان لائیگی کیونکہ پہلے نبی کو اپنی نبوت

پر ایمان لانے کی ضرورت ہے جیسا کہ حق تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے

قل انی امرت وانا اول المومنین اُن کے اس الہام سے ظاہر ہے کہ ان کے دین

کے کارخانے کی ابتدا مستقل طور پر اُن سے ہوئی ورنہ وہ ہمارے دین میں اول المومنین

نہیں ہوسکتے۔ اگرچہ مرزا صاحب تواضع کی راہ سے یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہوں مگر اُن کی امت کے کامل الایمان افراد ہرگز باور نہیں کر سکتے وہ ضرور کہینگے ظل کیا وہ تو ایک مہمل اور بے اصل چیز ہے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت چیز دیگر ہیں ان کو وہ بات حاصل ہے کہ نعوذ باللہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھی۔ ہاں جبرئیل کا واسطہ تھا یہاں خود خدا بے پردہ ہو کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ اپنے روبرو سے ان کو نذیر اور رسول بنا کر بھیجدیا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد چنانچہ خود مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرا منکر کافر ہے۔ اسی وجہ سے اُن کا خاتم الانبیا ہونا مسلم ہو چکا ہے جیسا کہ تحریرات سے ظاہر ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مرزا صاحب سچے دل قسم کھا کر بھی کہیں کہ میں ظلی نبی ہوں جب بھی وہ قابل قبول نہیں اس لئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا ہے کہ میرے بعد جو رسول یا نبی ہونے کا دعوے کرے وہ کذاب ہے دجال ہے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ظلی نبی یا رسول ہونیکا دعوے کرے تو مضائقہ نہیں

عیسےٰ بننے کی تدبیر

مسیح کے آنے کا بیان قرآن میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً ہے ص ۳۱ اور احادیث اس باب میں متواتر ہیں ص ۲۷ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ وہ آسمان سے اترینگے۔ اور دمشق کے منارے کے پاس اترینگے۔ اور دجال کو قتل کرینگے جو یہودی ہوگا۔ اور ان کے سوا جو علامات مختصہ مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں وہ قابل تاویل بلکہ غلط ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف میں (نعوذ باللہ) غلطی ہو گئی تھی اور عیسےٰ اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت حضرت پر کھلی نہ تھی

(جیسے دمشق وغیرہ ظاہر پر محمول ہیں تب سب پیشگوئی پر ایمان لائے تھے ص ۱۸۰۲ اگر دمشق والی حدیث ماننی ضروری ہے تو اُس سے مراد اصلی دمشق نہیں بلکہ قادیان ہے ص ۲۸۳ (رسالہ ازالہ اوہام) سو وہ تو مرزا صاحب نے قادیان میں بنا ہی لیا دیکھئے۔ مرزا صاحب نے مسیح موعود بننے کے دو طریقے اختیار کئے ایک تو یہ کہ مسیح ہونا اُس کی تدبیر یہ کہ پہلے تو کل علما مثیل انبیا ہیں ص ۲۸ پھر الہام سے خدا نے خاص طور پر نوح اور ابراہیم اور موسیٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کا مثیل ان کو بنایا ص ۵۳ پھر الہام ہوا کہ روحانی طور پر وہ مسیح ہیں ص ۱۶ اگرچہ مسیح علیہ السلام اپنے وقت مقررہ پر آجائینگے مگر ان کا مثیل جو موعود ہے وہ مرزا صاحب ہیں ص ۳۱ دوسرا طریقہ یہ کہ جس نبی کا کوئی مثیل ہوتا ہے خدا کے نزدیک اس کا وہی نام ہوتا ہے یعنی خدا کے نزدیک مرزا صاحب کا نام عیسےٰ ابن مریم ہے ص ۲۷۳ بلکہ خدا نے اُن کا نام عیسےٰ رکھ کر براہین احمدیہ میں چھپوا کر مشہور بھی کر دیا ص ۲۶ پھر الہام ہوا کہ عیسےٰ ابن مریم تو فوت ہو گیا۔ اور یہ بھی الہام ہوا کہ جعلناک المسیح ابن مریم یعنی ہم نے تجھکو مسیح ابن مریم تو بنا دیا اور الہام ہوا کہ یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ اس عبارت کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے اے عیسےٰ میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا اور وہ جو تیرے تابع ہوئے ہیں انہیں ان دوسرے لوگوں پر جو تیرے منکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھونگا خدا وہ قادر ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی دیکر بھیجا تا سب دینوں پر حجت کی رو سے اس کو غالب کرے یہ وہ پیشگوئی ہے جو پہلے سے قرآن شریف میں انہیں دنوں کیلئے لکھی گئی۔ ص ۱۹۲

مطلب اس کا ظاہر ہے کہ انی متوفیک ورافعک میں جو جھگڑے ہو رہے ہیں فضول ہیں نہ اصل عیسے علیہ السلام کی موت سے اسکو تعلق ہے نہ ان کے رفع سے بلکہ اُس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مرزا صاحب مر کے اٹھائے جائینگے (مگر دفن بھی کئے جائینگے یا نہیں اس کی خبر نہیں دی گئی) اور جو لوگ ان کی عیسویت کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت تک مرزائیوں کے مغلوب رہینگے۔ ایک الہام کی جوڑ لگانے سے پوری آیت مرزا صاحب کے قبضے میں آگئی اور خدا کے کہنے سے ان کو معلوم ہو گیا کہ حق تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے ذریعے سے جو خبر دی کہ اذ قال اللہ یا عیسے انی متوفیک ورافعک جس کا مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ خود عیسے علیہ السلام سے خدائے تعالے نے بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ تم اٹھائے جاؤگے سو وہ (نعوذ باللہ) غلط تھا۔ دراصل وہ پیشگوئی انہیں دنوں کیلئے تھی کہ مرزا صاحب مرینگے یہ تو قرآن سے اُن کی عیسویت کا ثبوت تھا اب احادیث سے بھی اس کا ثبوت لیجئے۔ الہام ہوا لامبدل لکلمات اللہ انا انزلنا قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ خدائے تعالے نے ان وعدوں کو جو پہلے سے اس کے پاک کلام میں آچکے ہیں کوئی بدل نہیں سکتا یعنی وہ ہرگز ٹل نہیں سکتے اور اُس کے بعد فرماتا ہے ہم نے اس مامور کو مع اپنی نشانیوں اور عجائبات کے قادیان کے قریب اُتارا اور سچائی کے ساتھ اُتارا اور سچائی کے ساتھ اترا اور اللہ اور رسول کے وعدے جو قرآن وحدیث میں تھے آج پورے ہوئے (ص ۱۹۲) یعنی جو قرآن میں مرزا صاحب کا ذکر ہے اور احادیث میں عیسے علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے مرزا صاحب کے قادیان میں اترنے سے وہ سب وعدے پورے ہو گئے۔ یہ خبر جو خدا نے

مرزا صاحب کو دی۔ اگرچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مرزا صاحب کو مسلم نہیں مگر مسلمانوں کے اعتقاد کے لحاظ سے اُن کو بے باپ کے بھی ماننا ضرور تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ مثالی طور پر بھی عاجز عیسےٰ ابن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی باپ روحانی ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں کسی سلسلے میں یہ داخل ہے پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے ل ۵۹ یہ بات تو سچ ہے کہ مرزا صاحب بے پیرے ہیں مگر اپنی بات تو کل ملحدین اور بے دینوں پر بھی صادق آتی ہے پھر کیا مرزا صاحب اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ اُن کا کوئی باپ روحانی ہے یا سلاسل اربعہ میں کسی سلسلے میں داخل ہیں پھر کیا اُن کو بھی اس سوال میں شامل فرمالینگے کہ وہ ابن مریم نہیں تو کون ہیں۔

وحی اتارنے کی تدبیر

مرزا صاحب نے یہ تو دیکھ لیا کہ مخالفین کی کوششوں سے بعض مسلمان عیسائی اور مرزائی وغیرہ ہو جاتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھا کہ علمائے اسلام کے وعظ و نصائح سے ہر طرف لاکھوں مختلف ادیان والے جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں جیسا کہ اخباروں سے ظاہر ہے باوجود اس کے اس زمانے کو خالص کفر کا زمانہ قرار دیکر لکھتے ہیں کہ جب گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے تو خدائے تعالےٰ لئے ضرور اپنی طرف سے کسی کو منتخب کرکے بوحی بھیجتا ہے ی ۵۵۴ اور ضرورت کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا بھی خدا تعالےٰ کی عادت ہے ی ۵۵۶ اور اُس کی علت یہ لکھتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ خدا پتھر کی طرح خاموش ہے ی ۲۹۴ اور الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہے ی ۲۰۳ دیگر مدعیوں کی وہاں تک

رسائی نہیں) پھر اس الہام سے اپنے پر وحی کا اترنا ثابت کیا قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی
یعنی کہ اے غلام احمد کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے ص ۵۱۱
مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ جن اعلامات الہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں۔ علماء
اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہا کرتے ہیں ص ۱۶۲ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف نام کا
فرق ہے دراصل اپنی وحی الہام ہی ہے جو اوروں کو بھی ہوا کرتا ہے۔ مگر جب خدا نے
ان کو یہ کہنے کا حکم کیا کہ مجھ پر وحی اتری ہے تو اب کس کا خوف ہے صاف کردیتے کہ
یہ وہ وحی نہیں جو اوروں کو بھی ہوا کرتی ہے۔ بلکہ یہ وہ وحی ہے جو خاص پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتی تھی کیونکہ خدائے تعالے نے اس باب میں مجھ پر بھی وہی وحی کی
جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر کی تھی یعنی قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ مگر جو بات بنائی ہوئی ہو
ہے کتنی بھی جرأت سے کہی جائے اندرونی کمزوری کے آثار اس پر نمایاں ہو ہی جاتے ہیں
یہی وجہ ہے کہ لکھتے ہیں کہ وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع ہے۔ ص ۲۱۵
اب دیکھئے خود کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر وحی کا اترنا بھی
خدا کے کلام سے ثابت کرتے ہیں۔ اور گمراہی حد کو پہنچتے ہیں رسول اور وحی اور کتاب
آسمانی کا اترنا مقتضائے وقت بتلاتے ہیں تو اب وحی رسالت میں کون سی کسر رہ گئی
مگر یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے دراصل ان کو وحی رسالت ہی کا دعوے ہے اس لئے
کہ یہ تصریح کر رہے ہیں کہ اپنی وحی قطعی اور دوسروں پر حجت ہی ص ۱۶۳ اور ظاہر ہے
یہ قوت سوائے وحی رسالت کے اوروں کے الہاموں میں نہیں یہ تو سب ان کے دکھاوے
ہیں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں بالکل اشتباہ نہیں
اور مرزا صاحب کے اکثر بلکہ کل الہام جھوٹے ثابت ہوئے تو عقل خداداد صاف حکم

کر دیتی ہے کہ یہ سب ان کے واقعہ ہیں۔

امام مہدی بننے کی تدبیر

امام مہدی کے خروج کے باب میں احادیث جو وارد ہیں متواتر ہیں جس کی تصریح محدثین نے کی ہے ان میں صراحت ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر نکلیں گے اور جب عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو وہ امام مہدی کی اقتدا کرینگے ۱۵۶ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ وہ سب حدیثیں غلط ہیں ۱۵۹ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی مہدی نہ ہوگا ۱۶۱ اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام سے کوئی مہدی آجائے ۱۶۳ البتہ حدیث لامہدی الا عیسیٰ لائق اعتبار ہے ۱۶۱ حالانکہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف منکر منقطع مجہول ہے ۱۶۱ غرض کہ اس تدبیر سے اتنا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک کوئی مہدی نہیں ہوسکتا مگر منصب مہدویت فوت ہو ہے جاتا تھا۔ اس لئے اس کی یہ تدبیر کی جو لکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ کا لب لباب یہ ہے کہ تم جب یہودی بنجاؤ تو تم میں عیسیٰ ابن مریم آئیگا (یعنی غلام احمد قادیانی) اور جب تم سرکش ہوجاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے اور یہ نام اس کا اللہ کے نزدیک ہوگا اور دراصل وہ مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ۱۶۶ اور اپنا مثیل ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے خدا نے ظلی طور پر مجھے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ۵۳۹ الحاصل گو نام اپنا غلام احمد ہے مگر اللہ کے نزدیک محمد بن عبداللہ نام ہے جو مہدی موعود ہے۔ جلسہ تعطیلات دسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے اُن کی فہرست میں نے خود طیار کی تھی جو واقع الوساوس میں شائع ہوئی

بعدازاں جو حدیث کدعہ آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب جو جمع کریگا اُن کی تعداد اہل بدر کے مطابق (۳۱۳) ہوگی اور اُن کے نام مع سکونت وغیرہ ایک کتاب میں درج کریگا تب اپنی اصل فہرست میں تراش خراش کر کے (۳۱۳) ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کردی بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دئے اور بعض نئے نام ایزاد کر دئے س ۱۹

حارث بننے کی تدبیر

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حارث نام امام مہدی کی تائید کے لئے لشکر لیکر ماوراء النہر سے روانہ ہوگا جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک سردار ہوگا جس کا نام منصور ہوگا ہر مسلمان پر اس کی نصرت ضروری ہے ف ۱۷۴

مرزا صاحب نے دیکھا کہ عیسٰے اور مہدی تو بن گیا مگر روپیہ فراہم کرنے کی اب تک کوئی دستاویز ہاتھ نہ آئی۔ البتہ حارث کو نصرت دینے کا حکم ہے یہاں داؤ چل سکتا ہے کہ نصرت سے مراد چندے ہیں اس لئے فرمایا کہ الہام سے مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حارث جس کا ذکر حدیث میں ہے اس کا مصداق یہی عاجز ہے ف ۵۲ اور اگر ظاہری معنی دیکھتے ہو تو حارث زمیندار کو کہتے ہیں اور میں زمیندار ہوں ف ۱۷۵ اور اگرچہ میں ماوراء النہر سے لشکر لیکر نہیں نکلا مگر میرے اجداد تخمیناً چار سو برس کے پیشتر ایک جماعت کثیر کے ساتھ سمرقند سے بابر بادشاہ کے پاس دلی کو آئے تھے ف ۱۷۸

اس میں شک نہیں کہ دسویں گیارھویں پشت میں مرزا صاحب کا گو خیالی وجود نہ سہی مگر کسی احتمالی قسم کا وجود تو ضرور تھا۔ بہرحال مرزا صاحب حارث بھی ہیں اور ماوراء النہر سے

بھی لشکر لیکر نکل آئے۔ اب رہ گیا یہ کہ اس لشکر کا سردار منصور نام ہوگا سو اس کی تدبیر یہ ہے
کہ آسمانوں پر منصور کے نام سے وہ پکارا جاتا ہے ف۱۸۰ یہاں مرزا صاحب نے لشکر کا
نام تو لے لیا مگر اس کے ساتھ ہی خفقان پیدا ہو گیا کہ کہیں بغاوت کا الزام قائم نہ ہو جائے
اس لئے گورنمنٹ کو سمجھانے کی یہ حکمت عملی کی کہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے
طور پر بیان کیا ہے۔ مگر اس مقام میں درحقیقت جنگ وجدل مراد نہیں بلکہ ایک روحانی
توجہ ہوگی کہ اس حارث کو دیجائیگی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا ف۱۸۰
مطلب یہ کہ حدیث میں جو لفظ رایات سود اور مقدمۃ الجیش وغیرہ لوازم لشکر مذکور ہیں
وہ حضرت کے کشف کی (نعوذ باللہ) غلطی تھی۔

اور امام مہدی کی تائید کی غرض سے حارث کے نکلنے کی تدبیر یہ کی کہ آل محمد سے اتقیائے
مسلمین جو سادات قوم ہیں اور شرفائے ملت ہیں اس وقت کسی حامی دین کے محتاج
ہیں ف۱۸۲ لیجئے مرزا صاحب اب خاصے حارث ہیں اور مسلمانوں پر ان کی مدد
واجب ہے چنانچہ اسی وجہ سے کئی شاخیں چندے کی کھولی گئیں ف۱۷۱

اپنی اولاد میں عیسویت قائم کرنیکی تدبیر

صہ۲۲

براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے ایک الہام لکھا جس میں خدا نے ان کو یا مریم کہہ کر پکارا
اسی بنا پر لکھتے ہیں کہ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام
ابن مریم رکھا گیا ہے اس لئے کہ خود مریم ہیں صہ۲۲ اور لکھتے ہیں کہ قطعی اور یقینی
پیشگوئی میں خدا نے ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا
جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اتریگا ف۵۶

اور لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تیری ذریت کو بڑھاؤنگا اور تیرے خاندان کی تجھ سے ہی ابتدا قرار دیجائیگی ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل سے ہوگا فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق والعلا کان اللہ ینزل من السماء ف ۵۶ واضح رہے کہ مرزا صاحب کو جس طرح یا مریم کا خطاب ہوا اسی طرح یا عیسیٰ کا بھی خطاب ہوا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا ان الہاموں کی رو سے مرزا صاحب میں مریم اور عیسیٰ دونوں کی حقیقت صنفیہ جمع ہے جس کا کشف ان کو ہوا جب ایسی باحدیت حقیقتوں کے اجتماع سے فرزند دلبند پیدا ہو تو اُس کے احترام صاحب زادگی میں کیا کلام تعجب نہیں کہ اپنے زمانے میں وہ ثالث ثلثہ کا مصداق بنجائے۔ بہر حال مرزا صاحب ہی فقط عیسیٰ نہیں بلکہ ان کی اولاد میں بہت سے عیسیٰ ہونے والے ہیں اور یہ سلسلہ بہت دور تک خیال کیا گیا ہے جیسا کہ اس الہام سے ظاہر ہے یاتی علیک زمان مختلف بازواج مختلفۃ تری نسلا بعیدا ل ۶۳۵ یعنی تجھ پر ایک زمانہ مختلف آئیگا ازواج مختلفہ کے ساتھ اور دیکھ لیگا تو دور کی نسل کو ازواج مختلفہ سے غالباً اس الہام کی طرف اشارہ ہے۔ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ جسکے معنی خود بتلاتے ہیں کہ زوج سے مراد اپنا تابع ہے اگرچہ الہامات مختلفہ سے ازواج مختلفہ کا ثبوت ملتا ہے مگر نسل بعید کی توجیہ غور طلب ہے ممکن ہے کہ بعید سے ملہم کی مراد بعید عن العقل ہو۔ ہمیں اس میں کلام نہیں کہ حقائق مختلفہ کا اجتماع کیونکر جائز رکھا گیا مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب ایسے بعید عن العقل امور جائز رکھے جاتے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور وہاں مثل فرشتوں کے رہنا کیوں مستبعد اور قابل انکار سمجھا جاتا ہے۔

خارق عادات معجزوں سے سبکدوشی کی تدبیر

مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کر کے یہ تو کہ دیا کہ میرے معجزے تمام انبیا کے معجزوں سے
بڑھکر ہیں۔ ص۵۳ مگر چونکہ ممکن نہ تھا کہ کوئی خارق العادت معجزہ دکھلاتے اس لئے
فرمایا کہ کھلے کھلے معجزے ہرگز وقوع میں نہیں آ سکتے ص۵ اور انبیا کے معجزے
مکروں کے مشابہ محجوب الحقیقت ہیں۔ ص۷ پرانے معجزے مثل کتھا کے ہیں جس کا ایمان
عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کی طرح صرف قصوں اور کہانیوں کے سہارے
پر موجود ہو (یعنی معجزوں پر) اس کے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں ص۲۶۷ پھر جن معجزوں کا
ذکر قرآن شریف میں ہے ان کو مسمریزم قرار دیا ص۵۴ اور لکھا کہ یہ کام قابل نفرت ہے
اس لئے میں اس کا مرتکب نہیں ہو سکتا ص۲۹۹ اس کے بعد معجزوں کی دو قسمیں کیں
ایک نقلی جن کو کتھا قرار دیا دوسرے عقلی یعنی داؤ پیچ اور عقلی معجزے ایسے یقینی ہیں
کہ محجوب الحقیقت یعنی نقلی معجزے ان کی برابری نہیں کر سکتے ص۲۶ پھر مدعیان نبوت
دہریت وغیرہ کے کارناموں سے مدد لیکر طبیعت کے خوب سے جوہر دکھلائے۔ اور لکھا
کہ خوارق عادات ہم بھی دکھا سکتے ہیں مگر ان کے ظہور کیلئے یہ شرط ہے کہ طالب صادق
کینہ و مکابرہ چھوڑ کر بہ نیت ہدایت صبر و ادب سے انتظار کرتا رہے ازالہ ص۳ جس سے مقصود
کہ نہ کوئی ایسا مودب ملے نہ وہ معجزہ ظاہر ہو۔ پھر جادو سو بت پرستوں کو نبی قرار دیکر ان کی
کشف کی غلطیاں ثابت کیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی کشفوں کو غلط
قرار دیا ص۲۶۷ تاکہ اپنے کشفوں اور الہاموں کی غلطیاں قابل اعتراض نہ ہوں۔ الحاصل
خارق العادات معجزوں کو محال بتا کر صرف داؤ پیچ میں معجزوں کو محدود کر دیا

اور اس پر بھی گریز کا موقع لگا رکھا کہ اگر کوئی داؤ نہ چلے تو اسی قسم کی غلطیوں میں شریک کر لیا جائے۔

الہاموں کی تدبیر

ایسی شرطیں لگا دینی کہ جن سے گفت گو کو گنجائش ملے جیسے آتھم پندرہ مہینے میں مریگا بشرطیکہ رجوع الی الحق نہ کرے صہ ۱۲۶ قرائن سے کام لینا جیسے لیکھرام کی بدزبانیوں سے یقین ہو گیا کہ مسلمان اُس کے دشمن ہو گئے مارا جائیگا الہام ہو گیا کہ چھ برس میں اُس پر عذاب نازل ہوگا جو خارق العادت ہے۔

مناسب حال ایک طویل مدت قرار دینا جیسے لیکھرام اور اتھم کی موت کی مدت۔ بالائی تدابیر سے کام لینا مثلاً اتھم کو وہ دھمکیاں دیں کہ بھاگا پھرا اسی کا نام رجوع الی الحق رکھدیا اور مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح کے باب میں یہ خیال کیا کہ خوشامدوں اور داؤ پیچ سے کام نکل آئیگا صہ ۱۹۴ پہلودار الفاظ کا استعمال جیسے ہاویہ اور رجوع الی الحق اتھم والے الہام میں اگر وقوع ہو گیا تو مقصود حاصل ہے ورنہ احتمالی دوسرا پہلو موجود ہے۔ اسی طرح عفت الدیار محلہا ومقامہا کے معنی پہلے طاعون کے لکھے پھر جب زلزلے ہونے لگے تو اُس کے وہی معنے مشتہر کر دیئے صہ ۴۰

داؤ پیچ سے کام لینا جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب والے الہام میں دھوکا دیکر ایک فتوے حاصل کیا اور اس کی تطبیق ان پر کر دی صہ ۲۱۱ خلاف واقع باتیں گھڑ لینی جیسا کہ مولوی محمد حسین کی ذلت والے الہام میں عزت کی چیزوں کو بھی ذلیل قرار دیں۔

بالائی تدابیر سے عاجز کرنا مثلاً تین برس میں ایک رسالہ اعجاز احمدی لکھ کر اس بغرض سے
بھیجا کہ پانچ روز میں اس کا جواب دو جو ممکن نہ تھا اور اعلان دیدیا کہ یہی معجزہ ہے ص۲۱۸

ابتدا میں کمال جرأت اور انتہا میں گریز جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت پیشگوئی
کی کہ پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے وہ ہرگز نہ آئیں گے اگر آئیں تو ایک سو پندرہ
روپے ان کو دئے جائیں گے۔ اور جب آگئے تو گالیاں دیکر گریز کر گئے ص۲۲۶

بعض الہاموں کا ایک جزو ثابت ہوتا ہے اور اکثر حصہ غلط اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
شیاطین بھی ان کو خبر دیتے ہیں ص۴۲ جس طرح ابن صیاد نے سچائے دخان دخ کی
خبر دی تھی۔

کبھی تخمین سے الہام بنایا گیا جو غلط نکلا مثلاً دیکھا کہ طاعون ملک میں پھیل رہا ہے
الہامی پیشگوئی کر دی کہ دو سال میں طاعون پنجاب میں آجائیگا مگر نہ آیا ص۳۵

قرآن کی تحریف کی تدبیر

سب سے پہلے اس کی ضرورت ہوئی کہ تفاسیر ساقط الاعتبار کر دیجائیں چنانچہ لکھا کہ تفاسیر
موجودہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کے مزاحم ہیں جنہوں نے مولویوں کو خراب
کر دیا ص۲۲ اور احادیث کو بیکار محض بنا دیا۔ اور اجماع کی نسبت کہ دیا
گو اس میں اولیا بھی داخل ہوں مگر وہ معصوم نہیں ہو سکتا ص۱۴۳ جب یہ دلائل قویہ
جن پر اہل سنت وجماعت کا مدار تھا بیکار کر دی گئیں تو اب شیطان کو روکنے والا
کون اس کے ساتھ ہی الہام ہو گیا الرحمن علم القرآن ص۱۹۲ یعنی ان کے خدا نے خود ان کو
قرآن کی تعلیم کر دی۔ اور تعلیم کیا ہوئی کہ انبیاء ساحر تھے اور معجزے مسمریزم اور قیامت

جس کا ذکر ہر مسلمان قرآن میں پڑھتا ہے بے اصل وغیر ذلک - اور لکھتے ہیں کہ معارف قرآن بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں مگر یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو کشف والہام ہمیشہ غلط اور مصنوعی ثابت ہوا کریں اُن کے ذریعے سے جو معارف پیدا ہوں وہ تحریفات ہیں - ناموں میں تصرف کر کے خود مصداق بنجاتے ہیں چنانچہ قولہ تعالےٰ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنی شان میں کہ دیا کیونکہ خود احمد ہیں اور الہام کی رو سے رسول بھی ہیں - اور یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک کا خطاب اپنی نسبت فرماتے ہیں - کیونکہ الہام سے عیسےٰ بن چکے ہیں - محرف کتابوں کو پیش کر کے قرآن کے معنی بدل دیتے ہیں - صہ ۴ حقیقت کی جگہ مجاز اور مجاز کی جگہ حقیقت لیکر انی متوفیک اور اماتہ اللہ میں تحریف کر دی صہ ۳۵۳ بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دعوےٰ کر کے چند الہاموں کی جوڑ لگا دی اور خاتم النبیین بن گئے -

خاتم الانبیا بننے کی تدبیر

الہام ہوا یا احمدی ۲۴۲ اور فرماتے ہیں میں مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں - اور فرماتے ہیں میں ظلی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں صہ ۵۳ پھر ان الہاموں کی بھی مار کر دی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہیں مثلاً وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین صہ ۵۰ لولاک لما خلقت الافلاک یا ایہا المدثر انا فتحنا لک فتحاً مبینا زوجناکہا وغیرہ الہامات مذکورہ -

مرزا صاحب کو حضرت کی ظلیت کا دعوےٰ ہے اور اسی بناء پر حضرت کی خصوصیات کے بھی مدعی ہیں - مگر یہ امر مشاہد ہے کہ ظل میں کوئی بات اگر ظاہر ہوتی ہے تو اسی قسم کی ہوتی ہے

جو اصل یعنی ذی الظل میں محسوس ہو مثلاً حرکت اور شکل من وجہ پھر اس کے کیا معنی کہ
حضرت کی خصوصیات کا تو دعوے ہے اور امور محسوسہ بالکلیہ مفقود ایک ہی بات
دیکھ لیجئے کہ وہاں دنیا سے من جمیع الوجوہ اجتناب مشاہد تھا اور یہاں ہمہ وجوہ
انہماک و استغراق محسوس ہے۔ مرزا صاحب نے خاتم النبیین بننے کا ایک طریقہ یہ بھی
نکالا کہ میں فنا فی الرسول ہوں ف ۷۵ مگر عقل سلیم اسکو بھی ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔
اس لئے کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کی رضاجوئی میں ہمہ تن مستغرق ہیں چنانچہ اقسام
کے چندے اسی غرض سے کئے جاتے ہیں کہ جو روپیہ حاصل ہو اُن کو پہنچے۔ سونیکے
زیوروں سے ان کو لادد یا فرزندوں کو محروم کرکے اپنے املاک پر ان کو قابض کردیا حالانکہ
اس قسم کی کوئی بات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی گئی۔ الغرض یہ استغراق
و انہماک ان کا بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب فنا فی الرسول تو ہرگز ہو نہیں سکتے

پیسہ پیدا کرنے کی تدبیر

یوں تو جتنی تدابیر اور کارروائیاں مرزا صاحب کی ہیں سب سے مقصود اصلی اور علت غائی
یہی ہے جس پر اُن کی طرز معاشرت گواہ ہے ف ۳۷ مگر اُن میں سے چند وہ تدابیر لکھی جاتی
ہیں جن کو اس مسئلے سے زیادہ خصوصیت ہے۔ باوجودیکہ مرزا صاحب کو عیسٰے اور مہدی
اور امام الزمان اور مجدد اور محدث وغیرہ ہونے کا دعوے ہے جن کے مدارج دین میں
نہایت اعلیٰ ہیں مگر انہوں نے روپیہ فراہم کرنیکی غرض سے حارث یعنی کسان بننے کو بھی قبول کرلیا
ہرچند حارث کے معنی وہ زمیندار لکھتے ہیں۔ مگر کتب لغت سے اسکی غلطی ثابت ہے چنانچہ غیاث
نفائس وغیرہ میں معنی صحیح یہی ہیں حارث یعنی مزارع ہے جسکو ہندی میں کسان کہتے ہیں۔ اور کسان

ایک ایسی ذلیل قوم ہے کہ زمینداروں کے نوکروں کے نزدیک بھی اُن کی کوئی وقعت نہیں اقسام کی تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص جماعت کی اتروا کر بیچتے ہیں جس سے لاکھوں روپے کی آمدنی متصور ہے ف۳۹ منارۃ المسیح جس میں گھڑی اور لالٹین لگائی گئی اُس کی تعمیر کے لئے دس ہزار روپے کا چندہ کیا گیا ف۴۷ مسجد اور مدرسے کے لئے چندہ جیسا کہ اخبار الحکم سے ظاہر ہے۔ کتابوں کی پیشگی قیمت وصول کریجاتی ہے اور کتاب نذار رف۳۸ ایک کتاب کے دو نام رکھ کر دونوں کی قیمت وصول کیجاتی ہے ف۴۱ پریس کاغذات اور کاپی نویس کے واسطے ڈھائی سو روپے ماہانہ کا چندہ ف۴۲ کتاب کی قیمت لاگت سے تگنی چوگنی رکھی جاتی ہے ف۴۳ دعا کی اجرت پیشگی لیجاتی ہے اور اثر ندارد ف۴۳ اموال و املاک و زیورات وغیرہ کی زکوۃ دینے کی ترغیب و ترہیب اس غرض سے کی جاتی ہے کہ اپنی تصنیفات اس سے خریدی جائیں۔ ف۴۲ تمام چندہ مع زکوۃ بلا حساب مرزا صاحب ہی کے پیٹ میں ہضم ہو رہا ہے س۱۵ پھر جب اہالیان سیالکوٹ نے آمد و خرچ کے انتظام کے لئے کمیٹی کی درخواست کی تو طیش میں آکر جواب دیا گیا میں کسی کا خزانچی ہوں پھر جب مہمانوں کو تکلیف ہونے کی شکایت ہوئی تو جواب دیا گیا بھٹیارا ہوں س۱۵ مرزا صاحب کا حکم ہے کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے ک۲۷ قیمت کتب وغیرہ وصول کرنے کے اشتہار دلوا دیا کہ امام وقت و خلیفۃ اللہ کو بنیوں کے تقاضوں سے تنگ دلوں زر پرستوں کے حساب سے کیا کام گو وہ مال غنیمت تھا۔ ف۴۳ فرماتے ہیں ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ اس کی معنی یہ ہیں خدا جس کو چاہتا ہے حکمت عنایت کرتا ہے اور جس کو حکمت دی اسکو بہت سا مال دیا گیا ی۱۷

فرماتے ہیں دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا نبی ہیں اقبال میں دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے ۔ یہ تدبیر قابل ملاحظہ ہے کیونکہ کوئی مرید اور امتی مرزا صاحب کا ایسا نہیں جسکو مرزا صاحب کی حکمت اور ولایت بلکہ نبوت کا اقرار نہیں۔ اس لئے اُن پر فرض ہوگا کہ جس طرح انہوں نے دمشق کا منار قادیان میں بنوا کر اپنے نبی کی عیسویت کی تکمیل کی اسی طرح اپنے نبی کے آخری حصہ عمر میں بہت سا مال و زر دولت کے درجۂ کمال تک ان کو پہنچا دینگے تاکہ اپنے نبی کی حکمت اور ولایت کی تکمیل ہو جائے مگر یاد رہے کہ یہ منارۃ المسیح نہیں کہ دس بارہ ہزار روپیہ سے کام چل جائے ۔ اگر دس بیس لاکھ روپیہ بھی مرزا صاحب کی نذر کریں تو بھی اس زمانے کے لحاظ وہ بہت سا مال اور دولت بمرتبہ کمال نہیں ہوسکتی اس زمانے میں ادنے مہاجن کروڑ ہا روپے کا مالک ہے ۔ اس موقع میں ہم سچی پیشگوئی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مال و دولت میں ہرگز اُس یہودی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے جو اس زمانے میں دولتمندی میں کامل سمجھا گیا جس کا حال اخباروں میں درج ہے ۔

ایک مقبرے کی بنیاد ڈالی جس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اور اُس میں دفن ہونے کی یہ شرط لگائی کہ دفن ہونے والا اپنی جائداد کے دسویں حصے کی وصیت کردے اب ایسا کون شقی ہوگا کہ اس حقیر بضاعت کو دینے میں دریغ کرکے ہمیشہ کیلئے بہشت کا حصہ خرید نہ کرلے اس کے بعد صرف ایک الہام کی ضرورت ہے کہ جو اس بہشتی مقبرے میں دفن نہ ہو وہ دوزخی ہے اور وہ غالباً اس عرصہ میں ہوگیا ہوگا یا آئندہ موقع پر ہو جائیگا ۔

مرزا صاحب کے استفادات

یوں تو مرزا صاحب کی طبیعت خود جدت پسند اور اختراعات پر قادر ہے مگر اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر فن میں ابتداءً اساتذہ سے استفادے کی ضرورت ہے۔ البتہ کثرت ممارست و مزاولت سے جب ملکہ پیدا ہوتا ہے تو پھر کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں رہتی اسی وجہ سے براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام کی تصنیف کے زمانے کی نسبت اندنوں کی کارروائیاں مرزا صاحب کی روز افزوں ترقی کر رہی ہیں۔ جیسا کہ الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اب ہم اُن کے ابتدائی زمانے کی چند تقلیدیں بیان کرتے ہیں۔

حیلے

ابن تومرت نے ونشریسی کو جو ایک فاضل جید تھا ایک مدت تک دیوانہ بنا رکھا پھر موقع اسکو عالم بنا کر ہزاروں مسلمانوں کو تباہ کیا ص ۳۲۴ اسحق کئی سال گونگا رہکر ایک دوا کے استعمال سے نبی بن بیٹھا ص ۳۲۱ رسالہ الہامات مرزا میں مرزا صاحب کی کارروائیاں قابل دید ہیں جن کی نظیریں متقدمین میں بھی مل نہیں سکتیں۔ اُن کی پیشگوئیاں ملاحظہ ہوں ص

واقعات میں تصرف

یوذاسف مدعی نبوت نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعات مندرجہ قرآن میں تصرف اور الٹ پھیر کر کے ان کو مجوسی قرار دیا۔ اسی طرح مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کے

واقعات میں تصرف کرکے ان کو ساحر قرار دیتے ہیں ص ۱۲۶

عزلت یا ضمت اظہار تقدس

بولس مقدس عیسائیوں کے دین کو خراب کرنے کی غرض سے سلطنت چھوڑ کر فقیر بن گیا ص ۳۲۲
خوزستانی اپنے قرابت دار کو امام زمان بنانے کے لئے زہد و تقوے میں اسپنے کو
بے نظیر ثابت کیا ص ۳۲۵ اسحق نبوت حاصل کرنے کی غرض سے دس برس کنگال اور کس مپرسی
حالت میں مشقتیں گوارا کرتا رہا ص ۳۲۴ فاضل و شلمغانی ابن تومرت کو امام زمان ثابت
کرنے کے لئے ایک مدت دراز پاگل اور دیوانہ بنا رہا ص ۳۲۴ چنانچہ یہ سب
اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی ایک مدت دراز
عزلت اختیار کی۔ جس میں براہین احمدیہ کی تصنیف اور مذاہب باطلہ کی کتابیں
اور اُن کی کامیابیوں کے طریقے دیکھتے اور تدبیریں سوچتے رہے اور وہ تقدس ظاہر
کیا کہ غیر مقلد علما کو بھی اپنے الہام منوا کر چھوڑا گو وہ لوگ ایک مدت کے بعد اُن کی
غرض پر مطلع ہو کر علیحدہ ہو گئے۔

امور غیبیہ مثل کشف و الہام وغیرہ

ہر زمانے میں جھوٹے دغل باز ہوا کرتے ہیں جن کا کام اظہار امور غیبیہ مثل کشف الہام خواب
وغیرہ کے چل نہیں سکتا جو صرف حسن ظن سے مان لئے جاتے ہیں۔ اگر حسن ظن کرنیوالوں سے
پوچھا جائے کہ ان کا کشف و الہام تو نہ محسوس ہے نہ عقل سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے
تو اُن سے سوائے اس کے کچھ جواب نہ ہو سکیگا کہ ایسے مقدس شخص کیوں جھوٹ کہینگے

اس وجہ سے پہلے اُن لوگوں کو اپنا تقدس ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے
مرزا صاحب جو تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا دعوے الہام آلہی کی رو سے پیدا ہوا صٓ ۱۶۲
سو یہ کوئی نئی بات نہیں بونس سے نے سلطنت چھوڑنے کا سبب اسی کشف کو بنایا تھا
کہ عیسٰے علیہ السلام سے تشریف لاکر مجھ پر لعنت کی اور میری بصارت چھین لی جس سے
میں ان کی حقانیت کا قائل ہو کر فقیر ہو گیا صٓ ۳۱۷ اسحق اخرس نے جو اپنی نبوت ایک
بڑی قوم میں قائم کر لی اسی کشف کی بدولت تھا کہ کشفی حالت میں فرشتوں نے نبی
بنا دیا صٓ ۳۲۲ ونشریسی اسی کشف کے ذریعہ سے تقریباً لاکھ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا صٓ ۳۲۵
فرقۂ بزیغیہ کے سب لوگ قائل تھے کہ ہم اپنے اموات کو ہر صبح و شام دیکھ لیا
کرتے ہیں صٓ ۳۵ مرزا صاحب اور اُن کے مریدوں سے کے بھی دعوے ہیں کہ خواب میں
اُن کی حقانیت کی تصدیق ہو جاتی ہے اور بعض مریدوں سے کے خواب میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا مسیح موعود اور خلیفۃ اللہ ہیں اُن کی تصدیق فرض ہے صٓ ۳۱۵

تعلیم من اللہ

مرزا صاحب متعدد مقاموں میں الہام وغیرہ کی رو سے فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ
خود ان کو قرآن کی تعلیم کرتا ہے صٓ ۳۲۳ مرزا صاحب تو ذی علم شخص ہیں اخرس اور
ونشریسی نے تو اس دعوے کو اعجاز کے طور پر ثابت کر دکھایا تھا صٓ ۳۲۴

عقلی معجزہ

ابن تومرت نے فریب اور دغا بازی کا نام معجزہ رکھا صٓ ۳۳ بہافرید نے ایک قمیص

چین سے لاکر اس کو معجزہ قرار دیا ص ۳۲۹ اسحق اخرس نے نئی قسم کا روغن منہ پر لگا
اسکو معجزہ قرار دیا ص ۳۲۲ سلیمان مغربی کبوتروں کے ذریعہ سے پوشیدہ خط بھیجکر
ہر شخص کا فرمائشی کھانا اپنے گھر سے منگواتا اسی عقلی معجزے سے لوگ اس کے
معتقد تھے ص ۱۴۳۔ مرزا صاحب ایسی ہی بدنما تدابیر کا نام عقلی معجزے رکھ کر ان کو اپنی نبوت
کی دلیل قرار دیتے ہیں ص ۔ اسود عنسی مدعی نبوت نے گدھے کے اتفاقی طور پر گرنے
اپنا معجزہ قرار دیا تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی اتفاقی امور مثل طاعون وغیرہ کو معجزہ قرار دیتے
ہیں ص ۱۴۲ جو کلیں امریکہ یورپ وغیرہ میں ایجاد ہوتی ہیں وہ بھی انہیں کا معجزہ ہے ص ۱۴۱
فرماتے ہیں حجاز ریلوے اپنی عیسویت کی علامت ہے ص ۱۴۴۔

پیش گوئی

ابن تومرث پیشگوئی کے وقوع کو اپنے امام الزمان ہونے کی دلیل قرار دیا تھا ص ۲۳۲
مرزا صاحب کی پیشگوئیاں باوجودیکہ سچی ثابت نہیں ہوتیں مگر ان کو اپنی نبوت کا معجزہ
قرار دیتے ہیں ص ۲۲۳

ماموری من اللہ ہونا

اخرس نے اپنا مامور من اللہ ہونا فرشتوں کے قول سے ثابت
کیا تھا ص ۳۲۳ مرزا صاحب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ خود خدا نے
بالمشافہ ان کو یہ حکم دیدیا ہے ص ۱۸۹ ۔

امام الزمان

مغیرہ نے پہلے امام الزمان ہونے کا دعوٰے کیا تھا لیکن بالآخر اُس کی نبوت تسلیم کرلی گئی
اسی بنا پر مرزا صاحب ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی
رسول، محدث مجدد سب داخل ہیں یعنی یہ سب مدارج خوبد ولت میں موجود ہیں۔
اسی وسعت کے لحاظ سے مرزا صاحب اب اسی لقب سے ذکر کئے جاتے ہیں مگر
معلوم نہیں کہ مرزا صاحب انہیں چند معنوں پر کیوں قناعت فرماتے ہیں۔ ابوالخطاب اسدی
نے تو اس لفظ کے معنے میں الوہیت کو بھی داخل کرلیا تھا چنانچہ اس کا قول ہے کہ
امام زمان پہلے انبیا ہوتے ہیں پھر اللہ ہوجاتے ہیں ص ۳۴۹ مرزا صاحب بھی نبوت سے
ایک درجہ اوپر ترقی کرگئے ہیں۔ چنانچہ خدا کی اولاد کا ہم رتبہ اپنے کو بتلاتے ہیں اب
صرف ایک ہی زینے کی کسر رہ گئی ہے مقنع کے گروہ کا عقیدہ ہے کہ دین فقط امام زمان
کی معرفت کا نام ہے ص ۳۴۸ مرزا صاحب کا گروہ اس سے بھی ترقی کرگیا ہے اس لئے
کہ اُن میں کے بعض حضرات نے علی روس الاشہاد کہہ دیا کہ جب حمد کے ساتھ مرزا صاحب کا
ذکر نہ ہو تو وہ شرک ہے ک ۲۵ احمد کیال اپنی قوت علمی کے لحاظ سے امام الزمان ہونے کیلئے
یہ شرط لگائی کہ وہ عالم آفاق وانفس کو بیان کرسے اور آفاق کو اپنے نفس پر منطبق کردکھائے
مگر مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں اس کی چھے شرطیں بیان فرماکر لکھتے ہیں کہ وہ سب شرطیں
مجھ میں موجود ہیں اس لئے میں امام الزمان ہوں۔ شرطیں یہ ہیں۔
(۱) قوت اخلاقی۔ ناظرین سے توقع کی جاتی ہے کہ تھوڑی محنت گوارا کرکے ابھی فہرست
میں مرزا صاحب کی خوش اخلاقی کا حال ملاحظہ فرمالیں جس سے اذا فات الشرط
فات المشروط خود پیش نظر ہوجائیگا۔

(۲) امامت یعنی پیش روی کی قوت " مگر ایک عام قوت ہے جو کافروں کے اماموں میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اس باب میں وہ پیش رو ہوا کرتے ہیں کہ نہ خدا کی بات مانی جائے نہ رسول کی بلکہ دین میں طعن و تشنیع ہوا کرے چنانچہ حق تعالے فرماتا ہے وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدہم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انہم لا ایمان لہم یعنی اگر وہ عہد شکنی کریں اور تمہارے دین میں طعن کریں ان کے اماموں کو قتل کر ڈالو۔ اب غور کیجئے کہ مرزا صاحب ہمارے دین میں کس قدر طعن کرتے ہیں کہ خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیاں پکڑتے ہیں اور تمام محدثین و صحابہ و تابعین وغیرہم کو مشرک قرار دیتے ہیں وغیر ذلک اب وہ مسلمانوں کے امام کیونکر ہوسکتے ہیں۔ قیامت کے روز ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ ہوگا۔ خواہ مسلمان ہو یا کافر چنانچہ حق تعالے فرماتا ہے یوم ندعو کل اناس بامامہم اور نیز حق تعالے دربارہ فرعون برشید یقدم قومہ یوم القیمۃ فاوردہم النار یعنی فرعون اپنی قوم کے آگے آگے رہکر ان کو دوزخ میں پہنچا دیگا۔ الحاصل پیشروی کی قوت مرزا صاحب کے مفید مدعا نہیں۔

(۳) بسطۃ فی العلم " مرزا صاحب کی علمی غلطیوں کی فہرستیں لکھی گئی ہیں جن کا اب تک جواب نہوا اُن کے سوا متفرق غلطیاں اور بھی ہیں۔ یہ شرط بھی فوت ہے ص ۲۱۴ ۳۱۹

(۴) کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نومید ہونا اور نہ سست ہونا " جتنے جھوٹے امامت و نبوت وغیرہ کا دعوے کرنے والے گذرے سب کی یہی حالت تھی۔ چنانچہ اسی کتاب کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا کہ بعضوں نے جان تک دیدی مگر اپنے دعووں سے نہ ہٹے

(۵) قوت اقبال علی اللہ یعنی مصیبتوں کے وقت خدا کی طرف جھکتے ہیں جن کی دعاؤں سے ملاء اعلی میں شور اور ملائکہ میں اضطراب پڑجاتا ہے " مرزا صاحب کی دعاؤں کا

حال بھی ملاحظہ فرما لیا جائے کہ کیسی کیسی مصیبتوں اور ضرورتوں کے وقت اُن کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی اور اُن کے مخالفوں کی ہر دعا قبول ہو گئی۔

(۶) کشوف والہام کا سلسلہ" الہاموں کا بھی حال ملاحظہ فرما لیا جائے کہ کسقدر غلط اور خلاف واقع ہوا کرتے ہیں۔

رسالت منقطع نہیں

ابو منصور نے یہ بات نکالی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہو سکتی ص ۲۴۱ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ خدا پتھر کی طرح خاموش رہے ی ۲۹۴۔

وحی

آیہ شریفہ واوحی ربک الی النحل کو صحابہ وتابعین وغیرہم ہمیشہ پڑھا کرتے تھے مگر کسی نے یہ دعوے نہیں کیا کہ ہم پر وحی اترتی ہے سب سے پہلے مسیلمہ کذاب نے دعوے کیا کہ مجھ پر وحی اترتی ہے ص ۱۲۷ اُس کے بعد بضرورت جھوٹے نبیوں میں یہ سنت جاری ہو گئی مسیلمہ کذاب نے پورا مصحف اپنے وحیوں کا لکھا تھا جو مسجع تھا مرزا صاحب بھی ایک کتاب مسجع لکھ کر جس طرح قرآن معجزہ ہے اُس کو اپنا معجزہ کہتے ہیں جس کا نام ہی اعجاز مسیح رکھا ہے ص ۱۲۸۔

نبوت

مسیلمہ کذاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مان کر اپنی نبوت کا بھی دعوا کرتا تھا ص ۱۲۸ اسحٰق اخرس کا قول ہے کہ فرشتوں نے اس کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے انبیا کے

خاتم تھے اور تم اس ملت کے نبی ہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم الانبیاء کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہو سکتا اس لئے ظلی نبی ہو۔ مرزا صاحب بھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تسلیم کر کے نبوت کا دعوے کرتے ہیں۔

صلوٰۃ

سجاح مدعیۂ نبوت نے جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ نکاح کیا تو نہایت مسرت کی حالت میں اسکو صلی اللہ علیک کہا ص ۲۲۳ یہی کلمہ مرزا صاحب کی امت بھی ان کے نام کے ساتھ استعمال کرتی ہے۔

معارف قرآنی

مغیرہ نے قرآن کے معارف جو لکھے ہیں قابل دید ہیں مثلاً آیۂ شریفہ انا عرضنا الامانۃ میں جو امانت مذکور ہے وہ یہی کہ علی کرم اللہ وجہہ کو امام ہونے نہ دینا۔ جس کو انسان یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اٹھالیا کیونکہ وہ ظلوم وجہول تھے ص ۲۴۰ سید احمد خاں صاحب نے بھی قرآن کے معارف دل کھول کر بیان کئے کہ جبرئیل اور ابلیس صرف انسانی قوتوں کے نام ہیں اور نبی ایک قسم کے دیوانے کو کہتے ہیں وغیرہ ذلک ص ۳۲۳۔ ابن کیال کی معارف دانی سب سے بڑی ہوئی تھی کیونکہ علم میں بھی وہ ید طولےٰ رکھتا تھا ص ۳۵۲ مرزا صاحب نے بھی اس قسم کے معارف بہت سارے لکھے ہیں۔ چنانچہ سورۂ انا انزلنا کے معارف سے ثابت کر دیا کہ امریکہ اور یورپ میں جتنی کلیں ایجاد ہوئیں وہ سب آپ کی نشانیاں ہیں۔ اور آیۂ شریفہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد میں ہوں

وغیر ذالک اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کا خیال درست ہے آدمی دماغ پریشانی کرکے محنت اٹھائے اور اُس سے کوئی نفع حاصل نہ کرے تو وہ بھی ایک قسم کی یاوہ گوئی ہے۔

عقلی استدلال

بولس مقدس نے عقلی دلیل پیش کی کہ خدا نے تمام جانور آدمیوں کو ہدیہ بھیجا ہے سب کو قبول کرنا اور کھانا چاہیئے سب نے اس دلیل کو قبول کر لیا اسی طرح اور بھی عقلی دلیلیں پیش کر کے دین عیسائی کو بدل دیا ص ۸۲ مرزا صاحب بھی ایسی ہی عقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام کرۂ زمہریر سے بچ کر آسمانوں پر کیونکر گئے اور اگر وہاں وہ زندہ ہیں تو ان کے کھانے پینے اور پاخانے کا کیا انتظام ہے۔

آیتوں کا مصداق بدل دینا

خوارج آیتوں کی شان نزول اور مصداق بدل دیا کرتے تھے چنانچہ ان کا قول ہے کہ آیہ شریفہ ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ابن ملجم قاتل علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ص ۲۵۹ اسیطرح مرزا صاحب آیہ برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد وغیرہ کو اپنی شان میں قرار دیتے ہیں۔

آیتوں سے جھوٹا استدلال

ابو منصور نے قولہ تعالے لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا سے استدلال کیا کہ ہر چیز حلال ہے اس لئے کہ اُس سے نفس کی تقویت ہے ص ۲۴۱

اسی طرح مرزا صاحب سورۂ انا انزلنا سے اپنے مامور من اللہ ہونے کا استدلال کرتے ہیں اس قسم کے استدلالوں میں مرزا صاحب کو ملکہ حاصل ہے۔

اپنی تعلی

ابن تومرت فخر کرتا تھا کہ میری جماعت میں ایک ذلیل شخص یعنی ونشریسی کا سینہ مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتوں نے شق کر کے قرآن و حدیث و علوم لدنیہ سے بھر دیا صفحہ ۳۴۳ ابو الخطاب اسدی کا قول تھا کہ میری جماعت میں ایسے بھی لوگ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل سے افضل ہیں ص ۳۴۹ مرزا صاحب نے اس قسم کی سخاوت تو نہیں کی مگر اپنی ذاتی تعلی کی غرض سے یہ تو لکھدیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں غلطیاں کھائیں اور صدہا انبیا کے کشف غلط ثابت ہوئے بخلاف اپنے کشف کے کہ غلطی کا احتمال ہی نہیں اسلئے کہ خدائے تعالے منہ سے پردہ ہٹا کر صاف طور سے باتیں کیا کرتا ہے ص ۲۹۸ اسیوجہ سے اُن کے الہام دوسروں پر حجت ہیں ص ۱۶۳ احمد کیال جو امام زمان کہلاتا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ میں عالم کی تکمیل کے واسطے آیا ہوں اور میرا نام قائم رکھا گیا اب تک جو متضاد کیفیتیں عالم میں تھیں اب وہ سب باطل ہو جائینگی اور روحانی جسمانی پر غالب ہو جائیگا یعنی قیامت قائم ہوگی ص ۳۵۲ مرزا صاحب بھی کہتے ہیں کہ اگر میں نہ ہوتا تو آسمان ہی پیدا نہ ہوتا س ۱۱ اور خدا نے اُن سے فرمایا کہ تیرا نام تمام ہوگا میرا نام تمام نہ ہوگا س ۱۱ اور فرماتے ہیں قرآن اُٹھ گیا تھا ثریا سے میں اُسے لایا ہوں - ص ۲۹۷ احمد کیال کا قول تھا کہ انبیا اہل تقلید کے پیشوا تھے اور قائم یعنی خود اہل بصیرت کا پیشوا ہے ص ۳۵۲ اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں تمام عوالم کا جامع ہوں ص ۳۵۳ مرزا صاحب نے دیکھا کہ درخت پہاڑ اور جانور وغیرہ

سکے جامع ہونے سے کیا فائدہ اس لئے اُن میں سے وہ چند امور کیلئے جو مفید اور بیکار ہوں مثلاً عیسویت موسویت نبوت رسالت مجددیت امامت وغیرہ اور پیشوائی امت کا ایسا ہو جو قطعی جنتی ہے ص ۲۱ ۔

قدرت

عمیر بیان مدعی نبوت کمال افتخار سے کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو اس گھاس کو ابھی سونا بنا دوں ص ۵۷ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ عیسےٰ کے معجزے عمل مسمریزم سے تھے اگر یہ عمل قابل نفرت نہ ہوتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ان سے کم نہ رہتا ص ۵۷ مغیرہ کا دعوے تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اس سے مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں ص ۳۴ بیان ابن سمعان تمیمی کا دعوے تھا کہ میں اسم اعظم کے ذریعہ سے زہرہ کو بلا لیتا ہوں ص ۳۴ مرزا صاحب کا دعوے ہے کہ مجھے تو کن فیکون دیا گیا ہے۔ ۵۳۹ یعنی جس معدوم کو چاہوں کن کہکر موجود کر سکتا ہوں۔ اور اجابت دعا دی گئی ہے جو کچھ خدا سے مانگتا ہوں ورا مل جاتا ہے ص ۳۴۵ ۔

خدا کی صاحبزادگی

فیثا غورس کا دعوے تھا کہ میں اپنے خدا کا بیٹا ہوں۔ مرزا صاحب نے مقصود پر نظر کر کے فرمایا کہ میں خدا کی اولاد کا ہم رتبہ ہوں کیونکہ پرستش جیسے اسی کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے ص ۳۴ جناب شیخ بیان منگ ترزہت نہیں کوئی ہے کہ جس حمد کے ساتھ مرزا صاحب کا ذکر نہ ہو وہ ترکہ ہے

خدا کو دیکھنا

مغیرہ مدعی نبوت کا کنایتاً دعوے تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے ص ۲۰۱ مرزا صاحب کا بھی یہی دعوے ہے کہ خدا سے باتیں کرتے وقت وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا خدا کو دیکھ رہے ہیں اور اس وقت خدا کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرے سے اتار دیتا ہے ص ۲۹۸ مرزا صاحب نے یہ تو نہیں لکھا کہ اس وقت میری آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اس سے کنایتاً یہ دعوے ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس روشن چہرے کو وہ دیکھ ہی لیتے ہیں۔

تکفیر

اخرس کا قول ہے کہ جو شخص بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے ص ۲۲۴ مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ میرا منکر کافر ہے۔ خوارج کبار صحابہ کی تکفیر کرتے تھے ص ۲۲۵ مرزا صاحب بھی صحابہ کے اعتقادات مرویہ کو شرک بتاتے ہیں۔

اعداد حروف

مرزا صاحب کو ناز ہے کہ وہ اعداد حروف سے اپنے مطالب ثابت کرتے ہیں حالانکہ اسکا موجد فرقۂ باطنیہ ہے جو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

ناموں میں تصرف

ذکرویہ ابن یحییٰ اپنا نام محمد ابن عبد اللہ ظاہر کر کے مہدی موعود بنا اس لیے کہ احادیث میں امام مہدی کا یہی نام وارد ہے ص ۲۲۵ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرا نام بھی اللہ

کے نزدیک یہی سب ہے اور عیسے یہی سب ہے اس لئے میں مہدی بھی ہوں اور عیسے بھی ہوں

ابو منصور کا قول تھا کہ میتہ اور لحم خنزیر وغیرہ چند اشخاص کے نام تھے جن کی محبت حرام تھی

اسی طرح صلوٰۃ صوم زکوٰۃ اور حج چند اشخاص کے نام تھے جن کی محبت واجب تھی اس لئے

نہ کوئی چیز حرام رہی نہ کوئی عبادت فرض ص ۳۴۱ سید احمد خاں صاحب بھی جبرئیل اور ابلیس

و شیاطین آدمی کے قوی کا نام رکھکر فرشتوں اور شیاطین کے وجود سے منکر ہوگئے ص ۳۴۳

مرزا صاحب نے اسلام کو یتیم کا لقب دیکر زکوٰۃ لینے کا استحقاق ثابت کیا کیونکہ وہ

اسلام کو پرورش کر رہے ہیں۔ اور نیز قادیان کا نام دمشق رکھکر عیسے کا اس میں اترنا

ثابت کر دیا۔ اور گورنمنٹ اور پادریوں کا نام دجال رکھکر بڑے دجال کی نشانہ دہی سے

سبکدوش ہوگئے۔

تحریک قوائے انسانی

باطنیہ قائل ہیں کہ ہر زمانے میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع

کے ساتھ متحرک ہوتے ہیں ص ۳۵۶ مرزا صاحب اسی بنا پر اپنے زمانہ ولادت سے

یہ تحریکیں ثابت کرتے ہیں۔

بروز

مرزا صاحب جو مسئلہ بروز کے قائل ہیں سو انہوں نے اس مسئلہ میں فیثاغورس کی پیروی کی ہے ص ۳۰۴

یہ چند تقلیدیں بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھی گئیں اگر مرزا صاحب کی تصانیف بغور

دیکھی جائیں اور مدعیان نبوت و امامت و الوہیت وغیرہ کے احوال و اقوال پیش

ہیں تو اس کی نظیریں بکثرت مل سکتی ہیں۔ عقلمند طالب حق کیلئے جس قدر لکھی گئیں وہ بھی کم نہیں حق تعالے بصیرت عطا فرماسئے۔

تعارض

لکھتے ہیں کہ قرآن کا مبدل ہونا محال ہے کیونکہ ہزارہا تفسیریں اس کی موجود ہیں ص ۱۱ اور ظاہر ہے کہ تفسیریں معنوی تحریف سے روکتی ہیں ورنہ یوں فرماتے کہ لاکھوں قرآن موجود ہیں۔ پھر انہیں تفاسیر کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کے مزاحم ہیں انہوں نے مولویوں کو خراب کیا ص ۲۲

لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا شرک اختیار کرنا خدا کی پیشگوئی کی رو سے محال ہے اور ان کا تنزل ممکن نہیں ص ۳۱ ی ۱۱۰۔

پھر لکھتے ہیں کہ یہ امنکر کافر اور مردود اور اسلام سے خارج ہے یعنی اب کل مسلمان کافر ہوگئے ص ۵۵

لکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں آئینگے اور گمراہی کو نیست و نابود کر دینگے ص ۱۵

پھر لکھتے ہیں کہ مسیح فوت ہوگیا اور یہ دونوں الہام ہیں یعنی خدا نے اُن سے کہا ص ۲۶

لکھتے ہیں میں اپنے مخالفوں کو کاذب نہیں سمجھتا ص ۲۳۸ پھر لکھتے ہیں وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔

لکھتے ہیں میں تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں ص ۲۸۷ پھر لکھتے ہیں کہ میں رسول اللہ ہوں نیا دین لایا ہوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بلکہ بعض انبیا سے افضل ہوں ص ۱۴۷ ع۔

فرماتے ہیں مجھے اخلاقی قوت اعلےٰ درجے کی دی گئی ص ۴۲ مگر علما کو گالیاں اتنی دیتے ہیں کہ اُن کی ایک فہرست مرتب ہوگئی ص ۴۴ ع۔

لکھتے ہیں کہ بغیر قرآن کے عقل سے واقعات نہیں معلوم ہوسکتے صـ ۱۰۲ اور مخالف قرآن وانا جیل عیسٰے علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے اور بھاگ جانیکا واقعہ دل سے گھڑ لیا۔

لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کھلی کھلی نشانیاں ہرگز نہیں دکھاتا۔ اور اس کے بھی قائل ہیں کہ معجزہ شق القمر دکھایا گیا صـ ۱۲۳ ۔

لکھتے ہیں کہ ہر پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھولی گئی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت نہیں کھولی گئی صـ ۲۶۷ ۔

لکھتے ہیں کہ مسلم شریف کی حدیث بخاری میں نہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔ اور ایک مجہول فارسی قصیدہ قابل وثوق ہے صـ ۲۷۲ ۔

لکھتے ہیں کہ انجیلوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ انجیلیں مسیح کی انجیلیں نہیں اور ایک ذرہ ہم ان کو شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے صـ ۲۷۷ ۔

لکھتے ہیں کہ عیسٰے علیہ السلام کے نزول پر صحابہ کا اجماع نہیں اگر ہو تو تین چار سو صحابہ کا نام لیا جائے۔ مگر چودھویں صدی کے شروع مسیح آنے پر اجماع ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کی رائے ہے کہ شاید چودھویں صدی کے شروع میں مسیح اترآئیں صـ ۲۸۲ یعنی ان دو رایوں سے اجماع منعقد ہو گیا۔

لکھتے ہیں احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لا یغنی من الحق شیئًا یعنی اُن سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوسکتی صـ ۹ پھر لکھتے ہیں کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے صـ ۱۱

لکھتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ قابل اعتبار نہیں صـ ۱۴۰ اور خود مسند امام احمدؒ اور ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان کی حتےٰ کہ فردوس دیلمی وغیرہ

کی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ف۲؎۔

بخاری شریف وغیرہ کے راویوں میں یہ احتمال نکالتے ہیں کہ ممکن ہے کہ انہوں نے قصداً یا سہواً جھوٹ کہدیا ہو اور اپنی حدیث کا ایک ہی راوی ہے اور اس کی تعدیل کنھیا لال مراری لال اور بوٹا وغیرہ سے کراتے ہیں۔ ف۵۷؎

بڑے دجال کے باب میں احادیث صحیحہ واردہیں کہ وہ پانی برسائیگا اور خوارق عادات اُس سے ظہور میں آئینگے۔ اُس پر لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد شرک ہے کیونکہ اس سے انما امرہ ان یقول لہ کن فیکون اُس پر صادق آجائیگا اور اپنی نسبت کہتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے ف۵۸؎

اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص ماضی کے واسطے آیا ہے۔ اور جب انہوں نے لکھا کہ مجھے وحی ہوئی عفت الدیار محلہا و مقامہا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ عمارتیں نابود ہو جائینگی تو اُس پر اعتراض ہوا کہ عفت ماضی کا صیغہ ہے تو جواب میں لکھتے ہیں کہ ماضی بمعنی مستقبل آتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

سوائے اپنی تالیفات کے امام غزالیؒ	وغیرہ کی تالیفات قابل التفات نہیں ۶۰؎
انبیا علیہم السلام وغیرہم پر اُن کے حملے	مسلمان مشرک کا نہ خیال کے عادی ہیں ص ۲۶۷۔
	حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگی ف۶۲؎

تمام مسلمان اسلام سے خارج ہیں ص ۱۲۹

ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک معمولی انسان تھا جو غش میں آکر غلطی کھائی۔ ۱۳۸

ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ مفسرین نے حق تعالیٰ کی استاذی کا منصب اپنے لئے قرار دیا۔ ص ۳۴۶

نواس بن سمعان پر اور اُن کی روایت پر جو عیسٰے علیہ السلام کے نزول کے بارے میں مسلم شریف میں مروی ہے اقسام کے حملے۔ ۱۳۷

جائز ہے کہ حدیثوں کے راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو۔ ص ۲۷

بخاری اور مسلم میں بھی حدیثیں موضوع ہیں۔ ۱۲۹

احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں جس سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ ص ۲۷

تفسیریں بیہودہ خیالات ہیں۔ ۲۲

انبیا کے معجزے مکروں کے مشابہ

محجوب الحقیقت ہیں۔ ص ۷۰

انبیا سے سہو و خطا ہوتی ہی ص ۲۶۷

انبیا پیشین گوئی میں غلطی کھاتے ہیں۔ ص ۱۱۳

موسیٰ علیہ السلام مسمریزم سے مردے کو حرکت دیتے تھے جس کا ذکر قرآن میں ہے یعنی ساحر تھے۔ ص ۵۴

ابراہیم علیہ السلام نے مسمریزم سے چار پرندوں کو بلا لیا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ ص ۶۱

عیسٰے علیہ السلام کو مسمریزم میں کچھ مشق تھی۔ ص ۵۵

عیسٰے علیہ السلام مسمریزم سے قریب الموت مردوں کو حرکت دیتے تھے۔ ص ۵۰

مسمریزم قابل نفرت ہے ورنہ اُس میں بھی میں مسیح سے کم نہ رہتا۔ ص ۲۹۵-۵۷

عیسٰے علیہ السلام بائیس برس اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ نجاری کا کام کرتے

ہے اس لئے کھلونے کے چڑیاں بناتے تھے۔ ص ۳

عیسٰی علیہ السلام کے دادا سلیمان علیہ السلام تھے۔ ص ۳

اگر مسیح اس زمانے میں ہوتا تو جو میں کر سکتا ہوں ہرگز نہ کر سکتا اور اللہ کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا ص ۳

چار سو انبیا کا کشف جھوٹا ثابت ہوا۔ ص ۱۵۵

وہ چار سو شخص بت پرست تھے جن کا کشف غلط تھا ان کو انبیا میں داخل کیا۔ ع ۱۴۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقت عیسٰی اور دجال اور یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کی منکشف نہ ہوئی ص ۱۱۵

حضرت کا کلام لغو اور بے معنے۔ ۱۰۲

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط بیانی۔ ص ۱۴۶

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قسم کھا کر

فرمایا اس کا بھی اعتبار نہ کیا۔ ص ۱۱۸

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف میں غلطی۔ ص ۲۲۷

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم کثیف تھا۔ ص ۱۹۴

قرآن شریف میں جو مذکور ہے کہ عیسٰی علیہ السلام مٹی سے پرندے بنا کر زندہ کرتے تھے وہ مشرکانہ خیال ہے۔ ص ۲۴۲

قرآن شریف میں جو مذکور ہے کہ عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ مشرکانہ خیال ہے۔ ص ۱۰

زمین پر قیامت ہونا جو قرآن میں مذکور ہے وہ بیہودہ خیال ہے ص ۲۵۳

اناجیل محرفہ سے قرآن کی تکذیب ص ۹۴

طب کی کتابوں سے قرآن کا رد۔ ص ۲۷

خدائے تعالٰی کی تکذیب۔ ص ۱۰۴

خدائے تعالٰی پر غلط الزام لگانے کا الزام۔ ص ۱۹۳

قرآنی تعلیمات کو مردہ اسلام قرار دیا۔ ک ۶

نشانیوں میں جھگڑنا

حق تعالےٰ فرماتا ہے وما یجادل فی آیات اللہ الا الذین کفروا یعنی سوائے
کافروں کے خدا کی نشانیوں میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب
نے خدا کی نشانیوں میں کیسے کیسے جھگڑے ڈالدئے ہیں۔ اب ان کو کیا کہنا
چاہئیے۔ فرماتے ہیں عیسےٰ علیہ السلام کو جو نشانیاں دی گئی تھیں اوہام باطلہ
تھے ص ۱۲ کافروں وغیرہ سے بڑھ کر اُن میں معجزے کی کوئی طاقت
نہ تھی ص ۳۲ اولوالعزم انبیا کے معجزے ایک قسم کے سحر یعنی مسمریزم
تھے ص ۳ ص ۵ ص ۵۴ ص ۶۶ انبیا پیش گوئی
کی تعبیر میں غلطی کھاتے تھے ص ۱۱۵ خدائے تعالےٰ کھلی کھلی نشانیاں
ہرگز نہیں دکھاتا ص ۸۰ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنی کھلی کھلی نشانیاں قرآن میں
مذکور اور حق تعالےٰ آیات بینات فرماتا ہے وہ سب نعوذ باللہ خلاف واقع
ہیں فرماتے ہیں کہ یا عیسےٰ انی متوفیک ورافعک جو قرآن میں ہے وہ میری
قسمت ہے ص [illegible] انبیا کے معجزات کردوں کے مشابہ محجوب الحقیقت
ہیں ص [illegible] وغیرہ سے مثل [illegible] ایسے جس کا ایمان [illegible]
اور یہودیوں کی طرح [illegible] اور دکھانی کے [illegible] ہو یعنی معجزوں پر
اس کے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں ص ۶۷

افترا علی اللہ

حق تعالیٰ نے فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترے علی اللہ کذبا یعنی جو اللہ پر افترا کرے
اس سے بڑھکر کون ظالم جس کا مطلب یہ ہوا کہ کافر سے بھی بدتر ثابت صہ ۱۲۲
مرزا صاحب بھی خدائے تعالیٰ پر ہمیشہ افترا کیا کرتے رہے چنانچہ چند بیان سے لکھے
جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ قرآن میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں
کلام اللہ آسمان پر اُٹھا لیا جائیگا۔ صہ ۷۲

اتھم کے باب میں خدا نے کہا کہ وہ پندرہ مہینے میں مریگا حالانکہ نہ مرا صہ ۱۶۱
صہ ۱۸۵ صہ ۱۸۶۔

لیکھرام کے باب میں خدا نے خبر دی کہ وہ خارق العادت موت سے
مریگا حالانکہ ایسا نہ ہوا۔ اور عبارت الہام غلط ہونے سے تو یقیناً افترا ثابت
ہوگیا صہ ۱۹۲۔

مرزا احمد بیگ صاحب کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کو خدا نے کہا بلکہ
انا زوجنا کہا کہ نکاح بھی کر دیا جو نشانی مقرر کی تھی وہ غلط نکلی اور اس
لڑکی کا نکاح دوسرے سے ہوگیا۔ خدا نے قرآن میں جو فرمایا ہے کہ
مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سو وہ رسول میں ہوں۔ خدا نے بارہا
مجھے فرمایا کہ جو دعا تو کرے میں قبول کروں گا۔ حالانکہ اشد ضرورت کے
وقت ہمیشہ اُن کی دعائیں رد ہوتی ہیں۔ کن فیکون خدا نے مجھ کو دیا صہ ۵
پھر اس کن سے کون سے خرق عادت دکھلائے۔ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں

خدا نے مجھکو دین حق دیکر بھیجا ہے ف ۵۳

اور خدائے منہ سے پردہ ہٹا کر باتیں اور ٹھٹے کرتا ہے خدا نے کہا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا

مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ سلم

حق تعالے فرماتا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم یعنی جو مخالفت کرے رسول کی جب کھل گئی اُس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا رستہ چلے تو جو رستہ اس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائینگے اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دینگے ص ۵۴ ۔

مرزا صاحب نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مخالفت کا ایک عام طریقہ اور قاعدہ ہی ایجاد کر دیا ہے ۔ کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے و الظن لا یغنی من الحق شیئاً جس کی شرح فرماتے ہیں کہ ظن سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہوتی جس سے لازم آگیا کہ کوئی حدیث قابل اعتماد و عمل نہیں ۔ بلا تردد اُس کی مخالفت کی جائے ۔ اور مسلمانوں کی مخالفت کا طریقہ یہ ایجاد کیا کہ اور تو اور خود تمام مسلمانوں کا اجماع بھی کسی مسئلہ پر ہو جائے تو وہ بھی خطا سے معصوم نہیں اور ظاہر ہے کہ جس بات میں خطا کا احتمال ہو اس پر عمل پیرا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ایسی بات قابل اعتماد و اعتقاد ہو سکتی ہے

فہرست بعض مضامین افادۃ الافہام حصہ اول

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد مسلمانوں کا خیر خواہ محمد انوار اللہ ابن مولانا مولوی حافظ ابو محمد شجاع الدین صاحب
قندھاری دکنی اہل اسلام کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما تھے۔ فیضان صحبت اور غلبۂ روحانیت
کی وجہ سے تمام اہل اسلام عقائد دینیہ میں خود رائی سے مبرّا اور خود غرضی سے معرا تھے
اور اطاعت وانقیاد کا مادّہ اُن میں ایسا متمکن اور راسخ تھا کہ مخالفت خدا و رسول کے خیال
کا بھی وہاں گذر نہ تھا۔ پھر جب حضرت بعد تکمیل دین تشریف فرمائے عالم جاودانی ہوئے
بعض طبائع میں بمقتضائے جبلت خودسری کا خیال پیدا ہوا اور عقل خود پسند پر جو قوت
ایمانی کا دباؤ تھا کم ہونے لگا اور دوسرے اقوام کے علوم اپنے سبز باغ مسلمانوں کو

دکھلانے لگے اور ادھر امتداد زمانے کی وجہ سے خلافت نبوت کی قوت میں بھی کسی قدر ضعف آگیا جس سے وحدت قہری کا شیرازہ بکھر گیا۔ غرض اس قسم کے اسباب سے جدت پسند طبائع نے مخالفت کی بنیاد ڈالی۔ کسی نے اہل حق پر عدم تدین کا الزام لگا کر کمال تقوی کی راہ اختیار کی جو صرف نمائش تھی اور درحقیقت وہ کمال درجے کا فسق تھا جیسے خوارج کہ جنگ باہمی وغیرہ شبہات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جملہ صحابہ کی تکفیر کرکے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور بعضوں نے امامت کے مسئلے پر زور دیکر اس جماعت سے مخالفت کی جس سے اور ایک جدا فریق قائم ہو گیا۔ کسی نے مسئلہ تنزیہ میں وہ غلو کیا کہ صفات الٰہیہ کا انکار ہی کر دیا۔ اور اس جماعت سے علیحدگی اختیار کرکے ایک فرقہ بنام معتزلہ اپنے ساتھ کر لیا۔ بعضوں نے مسئلہ جبر و قدر میں افراط و تفریط کرکے دو فرقے اس جماعت سے علیحدہ بنا لئے۔

الغرض اس جماعت حقہ سے بہت سے لوگ علیحدہ ہو کر جداگانہ اسماء کے ساتھ موسوم ہوتے گئے۔ پھر جو جو فرقے علیحدہ ہوتے گئے عقل سے کام لیکر نئے نئے مسائل تراشتے اور ان کو اپنا مذہب قرار دیتے گئے جس کی وجہ سے بکثرت مذاہب ہو گئے۔ لیکن ان تمام انقلابات کے وقت وہ جماعت کثیرہ جو ابتدائے اسلام سے قائم ہوئی تھی انہیں اعتقادات پر قائم رہی جو ان کو وراثۃً آبا و اجداد سے پہنچے تھے انہوں نے عقل کو نقل کے تابع کرکے قرآن و حدیث کو اپنا مقتدا بنا رکھا اور تمام اعتقادات میں قدم بقدم صحابہ کی پیروی کرتے رہے۔

یہ جماعت وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تفرقے کا ذکر فرمایا وہاں اس جماعت کو اس خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ یاد کیا کہ ہر شخص کو اس میں شریک ہونے کی آرزو ہوتی ہے

مگر صرف آرزو سے کیا ہوگا وہاں تو یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کے طریقے پر ہیں چنانچہ ارشاد ہے عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی وفی روایۃ احمد و ابی داؤد عن معاویۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ کذا فی المشکوۃ

یوں تو ہر مذہب والے دعوی کرتے ہیں کہ ہم بھی صحابہ کے پیرو ہیں اور احادیث ہمارے ہاں بھی موجود ہیں۔ مگر تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے یہ بات کسی کو حاصل نہیں فن رجال کی صدہا کتابیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ علمائے اہل سنت نے جرح وتعدیل رواۃ اور تحقیق احادیث وآثار صحابہ میں کسقدر جانفشانیاں کیں جن کی وجہ سے کسی مفتری بے دین کی بات کو فروغ ہونے نہ پایا اور احادیث وآثار انکی سعی سے ابتک محفوظ رہے اس امر کا اہتمام جس قدر علمائے اہل سنت وجماعت نے کیا ہے اُسکی نظیر نہ امم سابقہ میں مل سکتی ہے نہ کسی دوسرے مذہب میں یہ اہتمام اور خاص توجہ آواز بلند کہہ رہی ہے کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے کوئی مذہب ناجی اور مصداق اس حدیث کا نہیں ہو سکتا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل سنت وجماعت کے سوا گو تمام فرق اسلامیہ نے مسائل اعتقادیہ میں عقل کو دخل دیکر بہت سے نصوص میں اس قدر تاویلیں کیں کہ ان کو بیکار ٹھیرادیا مگر اُن میں کسی مقتدائے مذہب نے نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ بلکہ سب اپنے آپ کو صرف اُمتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہتے رہے۔ اسیوجہ سے کل مذاہب حضرت ہی کی امت میں شمار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے بھی امتی کا لفظ ان کی نسبت فرمادیا ہے

بخلاف اُن کے بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے کہ اُن کی غرض صرف مقتدا بننے کی رہی ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ مگر اسکے ساتھ اپنی نبوت کو بھی لگا دیا کرتے ۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب وغیرہ باوجودیکہ حضرت کی نبوت کے قائل تھے جیسا کہ کتب احادیث و تواریخ سے ظاہر ہے مگر خود بھی نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ۔ اس وجہ سے وہ کذاب کے نام سے موسوم ہوئے ۔ اور صحابہ وغیرہم نے اُن سے جہاد کرکے اُن کو مخذول کیا اور اُن کا یہ دعویٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں کچھ مفید نہیں ہوا جب اس قسم کے لوگوں کی ابتدا حضرت ہی کے زمانے سے ہو چکی تو پھر کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ سلسلہ منقطع ہو اس لئے کہ جوں جوں حضرت کے زمانے میں دوری ہوتی ہے خرابیاں اور بڑھتی جاتی ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس لئے حضرت نے پہلے ہی فرما دیا کہ قیامت تک اس نبوت کاذبہ کا سلسلہ جاری رہے گا اور اُسکے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نبوت کا دعویٰ کرینگے فی الحقیقت وہ دجال جھوٹے ہیں ان کو نبوت سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ بخاری شریف کی اس روایت سے ظاہر ہے عن ابی ھریرۃ رضٖ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتّٰی یبعث دجالون کذّابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ اس سے ظاہر ہے کہ اُن تیس دجالوں کے امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نہیں ہو سکتے کیونکہ دجالوں کا اُمتی ہونا قرین قیاس نہیں پھر جب ان کے نبی حضرت کے امتی نہوں تو اُن کے امتی حضرت کے امتی کیونکر ہو سکیں۔

غرض جو مذہب نیا نکلتا ہے اُس میں داخل ہونے کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

اُمّیوں کو اتنا تو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ بہتّر۷۲ مذہب سے خارج ہوں جن پر حضرت کے امتی ہونیکا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ یہ مذاہب گو ناریہ ہوں مگر مخلد فی النار نہیں اور جو اُن سے بھی خارج ہو اُس میں داخل ہونا تو ابدالآباد کے لئے اپنی تباہی اور ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔

اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کوئی نیا مذہب نکلتا ہے تو لوگ اُسکی طرف فقط مائل ہی نہیں بلکہ صدق دل سے اُسکے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو تھوڑی مدت میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی فراہم ہو گئے۔ اور اس خوش اعتقادی کے ساتھ کہ جان دینے پر مستعد چنانچہ لڑائیوں میں بہت سے مارے بھی گئے حالانکہ سوائے طلاقت لسانی کے جو کچھ فقرے گھڑ لیتا تھا کوئی دلیل نبوت کی اُسکے نزدیک نہ تھی بلکہ معجزے کی غرض سے جو کچھ کرتا اُس کا خلاف ظہور میں آتا مگر وہ کورباطن اُسکا کلمہ پڑھتے اور باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزارہا معجزات اظہر من الشمس تھے۔ مگر اُن کے اعتقادوں کو کوئی جنبش نہوتی۔ اسی طرح ابتک یہی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ نئی بات اور نئے مذہب کی طرف طبیعتیں بہت مائل ہیں۔ چنانچہ فی زماننا بھی ایک نیا مذہب نکلا ہے جسکو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایجاد کیا ہے۔ اور لوگ اُس کی طرف مائل ہوے جاتے ہیں

ایک زمانے تک مرزا صاحب کی نسبت مختلف افواہیں سنی گئیں کوئی کہتا تھا کہ اُن کو مجددیت کا دعویٰ ہے کوئی کہتا تھا کہ مہدویت کا بھی دعویٰ ہے کوئی کہتا تھا کہ عیسیٰ موعود بھی اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ ان پریشان خبروں سے طبیعت کو کسی قدر پریشانی تو تھی مگر اس وجہ سے کہ آخری زمانے کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس قسم کی نئی نئی باتیں پیدا ہوں طبیعت اُس کی تحقیق کی طرف مائل نہ تھی یہانتک کہ ایک شخص نے بطور ابلاغ پیام ایک اشتہار مجھکو دکھلایا جس میں اُن کو نہ ماننے والوں کی تکفیر تک تھی اُس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ

آخر اس مذہب کی حقیقت کیا ہے اُن کی کسی کتاب سے معلوم کرنا چاہئیے۔ چنانچہ تلاش کرنے سے مرزا صاحب کی تصنیف ازالۃ الاوہام ملی اور سرسری طور پر اُس کو دیکھا گیا مگر مرزا صاحب کے فحوائے کلام سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ کتاب پوری نہ دیکھی جائے اُن کے مذہب کی حقیقت اور اُنکا مقصود معلوم نہوگا۔ اس لئے اول سے آخر تک اُسکو پھر دیکھا اُس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرزا صاحب بڑے عالی خاندان شخص ہیں مختصر حال اُن کے خاندان کا یہ ہے کہ اُن کے جد اعلیٰ بابر بادشاہ کے وقت جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلیٰ تھا سمرقند میں ایک جماعت کثیرہ لیکر دہلی آئے اور بہت سے دیہات بطور جاگیر اُن کو دئے گئے آپ نے وہاں بہت بڑا قلعہ تیار کیا اور ایک ہزار فوج سوار اور پیادے کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ جب چغتائی سلطنت کمزور ہوئی آپ نے ایک ملک پر قبضہ کرلیا اور توپخانہ وغیرہ فراہم کرکے بطور طوائف الملوک مستقل رئیس ہوگئے۔ مرزا گل محمد صاحب جو مرزا صاحب کے پردادا ہیں اُنہوں نے سکھوں سے بڑے بڑے مقابلے کئے اور تن تنہا ہزار ہزار سکھوں کے مقابلے میں کامیاب ہوئے مگر مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ باوجودیکہ انہوں نے بہت کچھ کوششیں کیں کہ ایک وسیع ملک فتح کرکے اُسکو دار الاسلام بنادیں مگر نہوسکا۔ پھر اُن کے فرزند مرزا عطا محمد صاحب کے عہد ریاست میں سوائے قادیان اور چند دیہات کے تمام ملک قبضے سے نکل گیا اور آخر سکھوں کے جبر وتعدی سے اپنا مستقر بھی اُن کو چھوڑنا پڑا۔ کئی روز کے بعد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرزا صاحب کے والد دوبارہ قادیان میں جا بسے اور گورنمنٹ برطانیہ کی جانب سے حصہ جدی سے قادیان اور تین گانوں اُن کو ملے اور گورنر کے دربار میں اُنکی نہایت عزت تھی چنانچہ اُن کو دربار میں کرسی ملتی تھی اور غدر میں پچاس گھوڑے اپنی ذات سے خرید کرکے

اور اچھے اچھے سوار مہیا کر کے پچاس سوار سے گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام بلکہ صاحبان ڈپٹی کمشنر اور کمشنر اُن کے مکان پر آتے تھے۔ پھر ان تاریخی واقعات کو بیان کر کے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ خاندان ایک معزز خاندان ہے جو شاہان سلف کے زمانے سے آجتک کسی قدر عزت موجود رکھتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہے کہ مرزا صاحب ایک اولوالعزم شخص خاندان سلطنت سے ہیں۔ اور صرف ایک ہی پشت گذری ہے جو یہ دولت ہاتھ سے جاتی رہی جسکی کمال درجے کی حسرت ہونی ایک لازمۂ بشری ہے چونکہ مقتضا فطانت ذاتی کا یہی تھا کہ مجد موثل کی تجدید ہو اسلئے ایک نئی سلطنت کی اُنہوں نے بنیاد ڈالی۔

یہ بات قابل تسلیم ہے کہ شاہی خاندان کے خیالات خصوصاً ایسی حالت میں کہ طبیعت بھی وقار ہو اور ذہن کی رسائی بھی ضرورت سے زیادہ ہو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ آدمی حالت موجودہ پر قناعت کرے۔ بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب ہدایت نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل پادشاہ روم کو پہنچا تو اس نے ابوسفیان وغیرہ کو جو وہاں موجود تھے بلا کر حضرت کے بہت سے حالات دریافت کئے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی سوال تھا کہ آپ کے اجداد میں کوئی پادشاہ بھی گذرا ہے اُنہوں نے کہا نہیں تو اُس نے کہا میں یقین کرتا ہوں کہ وہ نبی ہیں کیونکہ اگر اُن کے اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ خیال کیا جاتا کہ اسلاف کی دولت زائل شدہ کے وہ طالب ہیں یہ روایت بخاری میں کئی جگہ مذکور ہے۔

ازالۃ الاوہام جو ہزاروں صفحوں میں لکھی گئی ہے اس میں صرف ایک ہی بحث ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور یہ خدمت میرے اتباع خصوصاً اولاد میں ہمیشہ رہیگی اور کل مباحث اُس میں صرف اسی دعوے کے تمہیدات ولوازم ورفع موانع میں ہیں۔ اس

کتاب کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی پُر زور طولانی تقریروں کا اثر بعض کم زور خوش اعتقادوں کی طبیعتوں پر ضرور پڑے گا۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ چند مباحث جس پر مرزا صاحب کی عیسویت کا مدار ہے لکھے جائیں تاکہ اہل اسلام پر یہ منکشف ہو جائے کہ اس بات میں مرزا صاحب نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ اسلام سے مخالفت کر رہے ہیں۔

قبل بیان مقصود مرزا صاحب کے ابتدائی خیالات تھوڑے سے لکھے جاتے ہیں جو قابل غور و توجہ ہیں۔ مرزا صاحب جو کام کر رہے ہیں یہ کوئی نیا کام نہیں بلکہ ابتدائے نشو و نما سے وہ اُن کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ ۹۵ میں وہ لکھتے ہیں ؎

بہر مذہبے غور کردم بسے	شنیدم بدل حجت ہر کسے
بخواندم ز ہر ملتے دفترے	بدیدم ز ہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم	دریں شغل خود را بیندا ختم
جوانی ہمہ اندریں باختم	دل از غیر ایں کار پرداختم

اور اسی میں لکھتے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ اس تالیف سے پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر ایک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور خوض و تدبیر سے دیکھی گئی انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ لڑکپن سے مرزا صاحب کو یہی شغل رہا کہ تمام مذاہب باطلہ کے اقوال و احوال پر انہوں نے نظر ڈالی اور تمام کتابوں کے مضامین کو ازبر کیا اور عقلاء کے تدابیر و ایجادات و اختراعات میں غور و فکر کر کے ایک ایسا ملکہ بہم پہنچایا کہ کسی بات میں رُکنے کی نوبت ہی نہیں آتی پوری عمر اُن کی اسی کام میں صرف ہوئی اور جس طرح اولیاء اللہ دل غیر خدا سے خالی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنا دل غیر باطل یعنی حق سے خالی کیا جس پر اُن کا مصرعۂ موزون ذیل میں شہادت دے رہا ہے **مصرع** دل از غیر ایں کار پرداختم

پھر یہ ادعا، کہ مرزا صاحب نے ایک مدت دراز تک خلوت نشین رہکر تصفیۂ باطن حاصل کیا
چنانچہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول وغیرہ مقامات کے حاصل ہونے کا دعویٰ خود بھی متعدد
مقامات اپنی تصنیفات میں کرتے ہیں۔ ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ وہ خلاف واقع ہے
اسلئے کہ جب پوری عمر مذاہب باطلہ کی کتابیں دیکھنے اور نئے دین کے اختراع کرنے میں
گذری تو توجہ الی اللہ کا وقت ہی کب ملا۔ اور ظاہر ہے کہ جب ایسے نقوش متضادہ لوح خاطر پر
منقش اور مرتکز ہوں تو ممکن نہیں کہ تصفیۂ قلب ہوسکے جیسا کہ اولیاء اللہ کے کتب سے ظاہر ہے
اور جب تک تصفیۂ قلب نہ ہو قلب محل الہام وتجلیات نہیں ہوسکتا جیسا کہ احیاء العلوم اور
فتوح الغیب وغیرہ کتب قوم سے ظاہر ہے۔ غرض مرزا صاحب عمر بھر اسی اختراعی مذہب
کے الٹ پھیر میں لگے رہے جس کا نقشہ براہین احمدیہ میں تیار کیا اور اب اس میں رنگ آمیزیاں
کر رہے ہیں۔

انہوں نے نئی بنیاد اس طرح ڈالی کہ ایک کتاب مسمیٰ بہ براہین احمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ
والنبوۃ المحمدیہ لکھی جسکے نام سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کی حقیقت اس میں ثابت کی گئی۔ اور اس کتاب کی ضرورت اس وجہ سے ثابت کی اب وہ
زمانہ آگیا ہے کہ عقل کو بری طور پر استعمال کرنے سے بہتوں کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔
ہمارے زمانے کی نئی روشنی (خاک برفرق ایں روشنی) نوآموزوں کی روحانی قوتوں کو
افسردہ کر رہی ہے ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور
بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں
کے طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں ان کی طبیعتوں میں وہ بڑھی جاتی ہیں اور
وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفائی باطنی میں ہے ان کے مغرور دلوں سے

جاتی رہی جن جن خیالات کو وہ سیکھے ہیں وہ اکثر ایسے ہیں جن سے لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا اثر انکے دلوں پر پڑجاتا ہے اور فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے ہیں۔ اور نیز عیسائی دین ترقی کررہا ہے۔ چنانچہ پادری ہنکر صاحب نے لکھا ہے کہ ستائیس ہزار سے (۲۷۰۰۰) پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا ہندوستان میں پہنچ گیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو فساد دین کی بیخبری سے پھیلا ہے اُس کی اصلاح اشاعت علم دین ہی پر موقوف ہے سو اسی مطلب کو پورا کرنے کے لئے ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے جس سے ہمیشہ کے مجادلا کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہوجائے گا۔ یہ کتاب طالبین حق کو ایک بشارت اور منکران اسلام پر حجت ہے۔ انتہی

اور براہین احمدیہ میں ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدۂ انعام دس ہزار روپیہ (۱۰۰۰۰) بمقابلہ جمیع ارباب مذاہب اور ملت کے جو حقانیت قرآن مجید اور نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کرکے اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی بجسب شرائط مندرجہ اُسکو رد کرے تو اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دیدونگا۔ ان تحریرات کے ظاہر کو دیکھکر کون مسلمان ہوگا جو مرزا صاحب پر جان فدا کرنے کو آمادہ نہ ہوجائے۔

اور قرآن شریف کی بھی بہت سی تعریفیں اُس میں کی ہیں چنانچہ صفحہ (۱۰۹) میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجے پر نازل ہوئی۔ پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھیری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں۔ اور قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اُس کے بعد اور کتاب بھی آئے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں اور صفحہ (۲۱۵) میں لکھتے ہیں کہ وحی رسالت بجہت عدم ضرورت منقطع

ہے اور صفحہ (۱۱۰) میں لکھتے ہیں کہ قرآن کا محرف اور مبدل ہونا محال ہے کیونکہ لاکھوں مسلمان اُس کے حافظ ہیں۔ ہزارہا اُس کی تفسیریں ہیں پانچ وقت اُس کی آیتیں نماز وں میں پڑھی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھتے ہیں پس ثابت ہوا کہ آنحضرت حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔ اور صفحہ (۵۰۸) میں لکھتے ہیں جو اخلاق فاضلہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجے بڑھکر ہے اور صفحہ (۳۰۰) میں لکھتے ہیں ہاں اُن نعمتوں کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجۂ کامل محبت بھی شرط ہے تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان اُن نوروں سے بقدر استعداد خود حصہ پا لیتا ہے۔ پھر مسلمانوں کی بھی بہت کچھ تعریفیں کی ہیں چنانچہ صفحہ (۱۱۰) میں لکھتے ہیں مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اسبارے میں بھی پیشینگوئی کرکے آپ فرمایا ہے ما یبدأ الباطل وما یعید جب اُن ایام میں کہ مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی تو اب کہ جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے کیونکر تزلزل ممکن ہے اور لکھتے ہیں کہ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کو ناممکنات ظاہر کرکے اُنکے پیرؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا اُن کے لیے غیر ممکن ہے

اہل اسلام نے جب دیکھا کہ مرزا صاحب اسلام کے ایسے خیر خواہ ہیں کہ اپنی جائداد تک راہ خدا میں مکفول کردی اور ایسی کتاب لکھی کہ جس کا جواب کسی دوسرے دین والے سے نہیں ہوسکتا اسلئے اُن کے معتقد ہو گئے۔

اگرچہ اُس کتاب کو لاجواب بنانے والی شروط کی جکڑ بندیاں ہیں جن کو علما جانتے ہیں مثلاً یہ کہ ہمارے دلائل کو نمبروار توڑے اور اُس پر تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق

یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا اور اپنی کتاب کے دلائل معقولہ جیسے ہمنے پیش کئے پیش کریں یا اُس کا خمس ورنہ بصراحت تحریر کرنا ہوگا کہ بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے پھر اُس میں اقسام کے صنف بیان کئے اور یہ شرط لگائی کہ ہر صنف میں نصف یا ربع دلائل پیش کرنا ہوگا۔ غرض ایسے قیود و شروط اُس میں لگائے کہ پینسٹھ (۶۵) صفحے کا اشتہار ہوگیا۔ ان شروط کے دیکھنے کے بعد ممکن نہیں کہ کوئی شخص بتوقع انعام اُس کے رد کا ارادہ کر سکے اسی بھروسہ پر انہوں نے جائداد مکفول کرکے مفت کرم داشتن کا مضمون پورا کیا مگر جاہلوں میں تو نام آوری ہوگئی کہ مرزا صاحب نے ایسی کتاب لکھی کہ آجتک نہیں لکھی گئی اس لئے کہ غالباً کسی کتاب کے جواب پر اتنا انعام مقرر نہ ہوا ہوگا۔ مرزا صاحب نے ایسے اعلیٰ درجے کی یہ تدبیر نکالی کہ جسکا جواب نہیں تمام مسلمانوں میں اُن کی اور اُن کی کتاب کی ایسی مقبولیت ہوگئی کہ تین چار روپیہ کی قیمتی کتاب کو پچیس پچیس روپیہ دیکر لوگوں نے لیا اور امرائے جو بطور انعام یا طبع کتاب کیلئے دیا وہ علحدہ ہے۔

ہر چند مرزا صاحب نے تصریح کی کہ یہ کتاب صرف قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی مگر بحث نفس الہام اور مطلق نبوت کی چھیڑ دی گویا روئے سخن آریہ اور برہمو سماج کی طرف ہے جو منکر الہام و نبوت ہیں اور یہ ثابت کیا کہ عقل سے کچھ کام چل نہیں سکتا جبتک وحی الٰہی نہو نہ واقعات گزشتہ معلوم ہو سکتے ہیں نہ کیفیت حشر وغیرہ نہ مباحث الٰہیات پھر یہ ثابت کیا کہ وحی قطعی چیز ہے جس کا انکار ہو نہیں سکتا اور اسپر زور دیا کہ وحی اور الہام ایک ہی چیز ہے اور اسکا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کیا سرمایہ خدا کا خرچ ہوگیا یا اُس کے منہ پر مہر لگ گئی یا الہام

بھیجنے سے عاجز ہوگیا اور رسالت میں بھی عام طور پر گفتگو کی کہ وہ ہر شخص کو مل نہیں سکتی بلکہ حسب قابلیت بعض افراد کو ملا کرتی ہے۔ دیکھئے ابتدائی دعوی اثبات نبوت خاصہ اور کلام خاص یعنی قرآن شریف کا تھا اور ثابت یہ کیا کہ خاص خاص لوگوں کو بہت ملا کرتی ہے اور ہمیشہ کیلئے وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اب اُن کا دعویٰ ہے کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے اور اپنے پر جو وحی ہوا کرتی ہے اور وہ لوگوں پر حجت ہے۔

یہ اسی تخم کا پھل ہے جو براہین میں بویا گیا تھا۔ پھر بہت سے الہام جو براہین میں ذکر کئے اُن میں بعض خوش کن جیسے وقت نزدیک رسید کہ پائے محمدیاں بر منار بلند محکم افتاد۔ اور بعض غرض کتاب سے بے تعلق جیسے یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ ولذلک مننا علی یوسف لنصرف عنہ السوء یا احمد انا اعطیناک الکوثر۔ محمد رسول اللہ والذین معہ الآیہ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ اور جس کو ازالۃ الاوہام میں ذکر کیا۔ ترجمے میں لکھا کہ اس سے مراد میں ہوں۔

چونکہ مرزا صاحب نے آریہ وغیرہ کو مخاطب کیا تھا۔ اس لئے علما نے خیال کیا کہ اسلام کی جانب سے اس وقت وہ برسر مقابلہ ہیں اور مبارزت کے وقت حریف پر رعب ہونے کی غرض سے اپنے افتخار اور الحرب خدعۃ کے لحاظ سے خلاف واقع بھی کچھ بیان کرنا شرعاً و عقلاً جائز ہے۔ اگر ان تدابیر سے خصم پر غلبہ ہو جائے اور وہ نفس الہام کو مان لے اور قرآن پر ایمان لائے تو ایک بڑا مقصود حاصل ہو جائیگا۔ رہی افراط و تفریط جو مرزا صاحب کے کلام میں ہے اس کی اصلاح ہو رہے گی۔ اور نیز مرزا صاحب نے یہ طریقہ بھی اُس میں اختیار کیا کہ الہاموں میں خوب ہی اپنی تعلیاں کر کے آخر میں لکھ دیا کہ یہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور عنایت اور اتباع کے سبب سے ہے جس سے مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا کہ جب اتباع

کی وجہ سے ایسے کمالات حاصل ہو سکتے ہیں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کس درجے کے ہونگے۔ غرض اس قسم کے اسباب سے کسی کو ان کے رد کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ اور انہوں نے دل کھول کے الہام لکھ ڈالے اور اپنے الہامی کارخانے کی بنیاد بخوبی قائم کرلی۔ اگرچہ یا عیسیٰ انی متوفیک کے الہام سے انہوں نے اپنا مقصود ظاہر کردیا تھا کہ خدا نے مجھے عیسیٰ کہکر پکارا مگر لوگوں کو دھوکا یہ ہوا کہ محمد رسول اللہ وغیرہ بھی الہاموں میں شریک ہیں اور اس کے معنی خود وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مثلیت عامہ مراد ہے جیسے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں ہے۔ پھر جب ان کو دعویٰ ہی نہیں تو جواب کی کیا ضرورت ظاہری عبارتوں کو فضول یا لغو سمجھکر علما نے التفات نہ کیا۔

ہر چند براہین احمدیہ میں سب کچھ کہہ گئے مگر اس ہوشیاری کے ساتھ کہ کسی کو رد کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور عیسویت کے دعوے سے تو ایسی تبری کی کہ کسی کے خیال میں بھی نہ آسکے کہ آئندہ وہ اس کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ اسی کے صفحہ (۵۰۵) میں لکھتے ہیں۔ الہام عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا خدائے تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قیدخانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف واحسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے

اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کریں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے نیست و نابود کر دے گا اور یہ زمانہ اُس زمانے کے لئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے یعنی اُس وقت جلالی طور پر خدائے تعالےٰ اتمام حجت کریگا۔ اب بجائے اُس کے جمالی طور پر یعنی رفق و احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے انتہی مرزا صاحب نے اس الہام کے معنی میں صاف و صریح طور پر یہ بتلا دیا کہ عیسیٰ موعود آئندہ آنے والے ہیں اور میں عیسیٰ موعود نہیں ہوں بلکہ بطور پیش خیمہ ہوں اور اُن کی سواری نہایت کروفر سے آئیگی اور گمراہی کو وہ بالکل نیست و نابود کر دینگے۔ اب دیکھئے کہ براہین احمدیہ میں کیسے حزم و احتیاط سے کام لیا اور کس طرح پہلو بچا بچا کر گفتگو کی کہ کسی کو پتا ہی نہ لگے کہ آئندہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ کتاب تمام ہو گئی اور خالی الذہن علما نے اُس کی توثیق بھی کی اور بہت سے مسلمانوں نے اُن کو اپنا مقتدا مان لیا جس سے پورا اطمینان اُن کو ہو گیا اور رقم کافی اُس کتاب کی بدولت مل گئی اُس وقت آریہ وغیرہ کو چھوڑ کر مسلمانوں پر اُلٹ پڑے اور اُن کو پکڑ لیا کہ تم سب نے میری کتاب کی توثیق کی ہے اور مجھے عیسیٰ موعود مان لیا ہے۔ اب اگر انکار کروگے تو تم سب کافر ملعون بے دین دوزخی ہیں۔ اُس وقت مسلمانوں کی آنکھ کھلی کہ یہ کیا ہو گیا ہمنے تو براہین احمدیہ کو یہ سمجھا تھا کہ اُس سے کافر مسلمان ہونگے نئی روشنی والے فلسفہ کی ظلمت سے نکل کر اپنے قدیم دین کی تصدیق کرینگے مگر وہ تو مسلمانوں ہی کو کافر بنانے لگی۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ ہماری وہ ساری خوشیاں اور انتظار کہ کفار پر حجت قائم ہو گئی۔ اب وہ مسلمان ہوئے جاتے ہیں اور پادری مسلمان ہو کر گورنمنٹ پر اثر ڈالدئے ہیں سب خاک میں ملگئے۔ ہزارہا روپیہ برباد گئے شیخ چلی سمجھے گئے۔ اور ہوا یہ کہ اُلٹے ہم ہی کافر بنائے گئے کیا اتنا روپیہ ہمنے

اسواسطے خرچ کیا تھا کہ کافر بنائے جائیں۔ مگر اب کیا ہوتا ہے یہ مرزا صاحب کا عقلی معجزہ تھا جو بغیر اثر کئے رہ نہیں سکتا کیونکہ آئندہ یہ بات معلوم ہوگی کہ عقلی معجزات کیسے قوی الاثر اور کم مدت میں پُرزور اثر ڈالتے ہیں۔

جب مسلمانوں نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ حضرت آپ تو براہین احمدیہ میں تمام انبیاء کے مثیل تھے جن میں ایک عیسیٰ بھی ہیں اور اس کی تصریح بھی کی تھی کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں عیسیٰ علیہ السلام بڑی شان وشوکت سے تشریف فرما ہونگے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل وغیرہ ہونے کی تخصیص کیسی تو اس کے جواب میں ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۶۱) میں فرماتے ہیں۔ کہ براہین احمدیہ میں صاف طور پر اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ یہ عاجز روحانی طور پر وہی مسیح ہے جسکی اللہ ورسول نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے ہاں اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیشگویوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی مسیح موعود بھی آئندہ پیدا ہو مگر فرق اس وقت کے بیان میں اور براہین احمدیہ کے بیان میں صرف اس قدر ہے کہ اس وقت باعث اجمال الہام کے اور نہ معلوم ہونے ہر ایک پہلو کے اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور اب مفصل طور پر لکھا گیا انتہی۔ براہین کے الہام میں اجمال یہ تھا کہ مسیح علیہ السلام خود آکر گمراہی کے تخم کو نیست ونابود کر دیں گے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسیح مر گئے اب نہ وہ آئیں گے اور نہ گمراہی کو مٹائیں گے اور ان کی جگہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس اجمال وتفصیل کا سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں کیونکہ اجمال وتفصیل میں مطلب دونوں کا ایک ہی ہوا کرتا ہے اور یہاں تباین وتناقض ہے۔ اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۷) میں لکھتے ہیں۔ میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جسکی طرف آجکل ہمارے مسلمان بھائیوں کی نظر لگی ہوئی ہے

خیالات جھکے ہوئے ہیں سو ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھدیا تھا کہ
میں صرف مثیل موعود ہوں۔ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اُس سرسری پیروی
کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے
لازم ہے کیونکہ جو لوگ خدائے تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر
سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی
دلیری نہیں کر سکتے انتہی آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں ایک خاص الہام
وان عدتم عدنا کا اس غرض سے بیان کیا تھا کہ اگر مرزا صاحب کی بات لوگ نہ مانیں تو
جب عیسیٰ علیہ السلام جلالی طور پر آئینگے تو وہ لوگ معذب ہوں گے۔ معتقدین نے
اُسکو یہی سمجھا تھا کہ مثل دوسری وحیوں کے مرزا صاحب پر یہ وحی بھی ہوئی ہے کیونکہ
اُس وقت انہوں نے کوئی اشتباہ اُس میں بیان نہیں کیا اور نہ یہ فرمایا تھا کہ میں اپنی
طرف سے مقلدانہ بیان کرتا ہوں۔ اور ازالۃ الاوہام میں فرماتے ہیں کہ وہ ظاہری اعتقاد
کے لحاظ سے میں نے لکھا تھا یعنی وہ الہام و وحی نہ تھی اگر فی الواقع وہ وحی تھی تو جو دعویٰ
مرزا صاحب اب کر رہے ہیں کہ عیسیٰ مر گئے اور میں ہی مسیح موعود ہوں۔ اس سے لازم
آتا ہے کہ وہ اپنے خدا کی تکذیب کر رہے ہیں جس نے پہلے وحی بھیجی تھی۔ اور نیز اُنکا
یہ کہنا کہ میں نے اپنی طرف سے لکھدیا تھا جھوٹ ثابت ہوگا۔ حالانکہ جھوٹ کہنے کو انہوں نے
شرک لکھا ہے۔ اور نیز یہ کہنا کہ ملہم اپنی خودی سے کچھ کہہ نہیں سکتا خلاف واقع ہے۔
اسلئے کہ ازالہ کی تقریر سے ثابت ہے کہ وہ الہام اپنی خودی سے بنالیا تھا اور اگر فی الواقع
وہ الہام نہ تھا تو براہین احمدیہ میں اُسکو الہاموں میں داخل کرنا خلاف واقع اور اُس کے
الہام ہونے کا دعویٰ جھوٹا تھا۔ غرض ان دونوں کتابوں سے ایک کتاب جھوٹی ضرور

ثابت ہوتی ہے اور علی سبیل البدلیت دونوں کتابیں ساقط الاعتبار ہوگئیں جس سے مرزا صاحب کے کل دعاوی قطعاً بے اعتبار ہوگئے۔

الحاصل جو ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو براہین میں لکھا تھا وہ مشہور اعتقاد کے لحاظ سے تھا اس سے ظاہر ہے کہ براہین میں یہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جس سے لوگوں کو توحش ہو اور مقصود فوت ہو جائے اسی وجہ سے مسلمانوں کی بہت سی تعریفیں بھی کیں کہ قیامت تک وہ مشرک اور گمراہ نہیں ہوسکتے تاکہ اس قسم کی ابلہ فریب چالوں سے جب وہ پورے طور سے اپنے دام میں آجائینگے اور اپنے نامزد ہونے کی وجہ سے زوجیت متحقق ہو جائے گی تو خود اُن کو دوسری طرف جانے سے حیا مانع ہوگی۔ کیونکہ براہین احمدیہ صفحہ (۴۹۶) احمدیہ میں یہ الہام لکھتے ہیں کہ **یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ** یعنی اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع ہو رفیق ہے جنت میں انتہیٰ۔

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں سوائے عیسویت کے اور بہت سے امور کی بنیادیں ڈالیں جو مختصراً یہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اپنی ضرورت اس الہام سے **ففہمناہا سلیمان** براہین احمدیہ صفحہ (۵۶۱) جسکا مطلب یہ بتلایا کہ طریقہ حال کے لوگوں پر مشتبہ ہوگیا ہے اس عاجز سے پوچھ لیں۔

ابھی براہین کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ہے کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور مسلمان قیامت تک گمراہ اور متزلزل نہیں ہوسکتے پھر مرزا صاحب کی کیا ضرورت قرآن وحدیث سے جو طریقہ معلوم ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ اب نیا طریقہ سوائے اسکے کہ مرزا صاحب اپنی طرف سے ٹھیرائیں اور

کیا ہو سکتا ہے اگر وہ طریقہ دین سے خارج ہوگا تو باطل ہے اور اگر داخل ہوگا تو بہتر مذہب میں سے کوئی ایک مذہب ہوگا۔ پھر مرزا صاحب کے اس طریقے کو بتلانے کی ضرورت ہی کیا اور اس مدت میں سوا ایک مسئلہ عیسویت یا اُس کے لوازم و مناسبات کے کوئی تصنیف دیکھنے میں ہی نہ آئی جس سے معلوم ہو کہ مقصود عیسویت سے کیا ہے اور اُس میں کونسی تحقیقات کی گئی۔

(۲) وحی کا اپنے پر مستقل طور سے اترنا اس الہام سے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی براہین احمدیہ صفحہ (۵۱۱) یعنی اللہ نے فرمایا کہ کہو مجھپر وحی اترتی ہے۔

(۳) جو وحی اترتی ہے اسکو امت میں رواج دینا اس الہام سے واتل علیہم ما اوحی الیک من ربک براہین احمدیہ صفحہ (۲۴۲) یعنی تجھپر جو وحی تیرے رب کی طرف سے اترتی ہے وہ انکو پڑھکر سنایا کر۔ مرزا صاحب کی موت کا انتظار ہے مرنے پر ان کے خلیفہ تمام وحی متلو کو جمع کر کے فرمائینگے کہ جسطرح قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جمع ہوا اسیطرح یہ نیا قرآن ان کے بعد جمع کیا گیا اور اس کا منکر کافر ہے مسیلمہ کذاب چونکہ قتل کیا گیا اور اسکی امت بھی مقتول و مبذول ہوئی اسلئے اسکا قرآن جسکو اس کی امت نے قبول کرلیا تھا باقی نہ رہا مگر مرزا صاحب کا قرآن تعجب نہیں کہ باقی رہ جائے۔

(۴) اپنا کعبہ جدا اس الہام سے فاتخذوا من مقام ابراہیم مصلی براہین احمدیہ صفحہ (۵۶۱) اور اس الہام سے الم نجعل لک سہولۃ کل امر بیت الفکر و بیت الذکر و من دخلہ کان آمنا براہین احمدیہ صفحہ (۵۵۸) یعنی جو اُن کے گھر میں داخل ہو وہ امن والا ہے اور وہ مقام ابراہیم ہے اسکو مصلی بناؤ یہ دونوں آیتیں کعبہ کی شان میں اتری ہیں۔

اس الہام میں سہولت کا جو ذکر ہے درست ہے اس سے بڑھکر کیا سہولت ہوگی کہ صدہا ہزار ہا روپیہ صرف کر کے سفر کی مشقتیں اٹھا کر مکۂ شریفہ کو جانا پڑتا تھا۔ جب مرزا صاحب کا گھر ہی کعبہ ٹھیر گیا تو وہ سب مشقتیں جاتی رہیں اور صرف زر کثیر کی ضرورت نہ رہی اسی وجہ سے نہ مرزا صاحب نے حج کیا نہ اب اس کی ضرورت ہے اور انکی امت کو یہ سہولت ہوگئی کہ ڈسمبر کی تعطیل میں جو معمولاً مجمع مریدونکا قادیان میں ہوتا ہے وہی اجتماع حج ہو۔ اور ڈسمبر ذی الحجہ قرار پا جائے۔ ابرہہ کے کعبہ کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جو مرزا صاحب کے کعبہ کو حاصل ہے اس لئے کہ وہ ایک ایسے زمانے میں بنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اور ظہور حق کا زمانہ بہت قریب تھا اس وجہ سے وہ تباہ ہوا مرزا صاحب کا کعبہ ایسے زمانے میں بنا ہے کہ اس ہے قیامت قریب ہے جس کے آثار وعلامات میں ایسے چیزوں کا وقوع ضروری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کعبہ دیرپا رہے گا۔

(۵) خلافت الٰہی جو آدم علیہ السلام کو دی گئی تھی اپنے لئے مقرر ہونا ذیل کے الہاموں سے ثابت کرتے ہیں یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۶) اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۹۳) میں لکھتے ہیں کہ وہ آدم جس کا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلے ہاتھوں کے پیدا کیا جائیگا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین میں درج ہو چکا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔

(۶) اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت اس الہام سے اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک براہین احمدیہ صفحہ (۵۶۰) یعنی اب جو جی چاہے کر تیرے سب گناہوں کی مغفرت میں نے کر دی۔

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کے روز جب اہل محشر بغرض شفاعت انبیاء کے پاس جائیں گے تو وہ سب اپنے گناہوں کا ذکر کرکے کہیں گے کہ آج محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ہے اس لئے کہ اُن کے گناہوں کی مغفرت پہلے سے ہوچکی ہے۔ اس الہام کی ضرورت مرزا صاحب کو بہت تھی اس لئے کہ پیشینگوئیوں میں اُنہوں نے بہت سی بدعنوانیاں کیں داؤ پیچ کئے، عہدشکنی کی، دھوکے دئے، جھوٹ کہی، افترا کیا جھوٹی قسمیں کھائیں غرض کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جیسے رسالہ الہامات مرزا میں مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں بھی متفرق مقام سے معلوم ہوگا۔ باوجود ان حالات کے مرزا صاحب کے امتیوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہ آیا اسلئے کہ ان کے گناہوں کی مغفرت تو پہلے ہی ہوچکی ہے۔

(۷) ان کے امتی جنتی ہونا اس الہام سے یا احمد اسکن انت وزوجك الجنة نفخت فيك من لدنی روح الصدق براہین احمدیہ صفحہ (۴۹۶) یعنی اے احمد تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو میں نے تجھ میں صدق کی روح اپنی طرف سے پھونک دی اور زوج سے مراد تابع اور رفیق بتلایا اب مرزا صاحب کی امت کو کس قدر خوشی ہوگی کہ وہ ام المومنین کے مقام میں ہوکر مرزا صاحب کے ساتھ جنت میں عیش کرے گی اگرچہ ظاہر الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی باغ میں اپنی زوجہ کے ساتھ رہنے کا اُن کو حکم ہے مگر چونکہ یہ سنا نہیں گیا کہ کسی باغ میں وہ اپنے امت کے ساتھ رہتے ہیں اسلئے اسکا مطلب یہی ہوگا کہ اُس عالم میں ساری امت کے ساتھ جنت میں رہیں اور یہ ممکن بھی ہے کہ اُس عالم میں قلب ماہیت ہوکر مرد عورتیں بنجائیں۔ غرض حوصلہ افزائیاں ایسے ہی وعدوں سے ہوا کرتی ہیں۔

(۸) ان کی امت پر عذاب نہونا اس الہام سے ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم براہین احمدیہ صفحہ (۵۱۴) اور اس الہام سے وما ارسلناک الارحمۃ للعالمین براہین احمدیہ صفحہ (۵۰۶) یعنی ہمنے تجھکو عالمین کے واسطے رحمت بھیجی اور تو جس قوم میں ہے اسپر اللہ عذاب نہ کریگا۔

(۹) مسیح کا اپنی اولاد میں ہونا اس الہام سے یامریم اسکن انت وزوجک الجنۃ براہین احمدیہ صفحہ (۴۹۶) یعنی اے مریم تو اور تیرا زوج جنت میں رہو اور اس اجمال کی تفصیل ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۱۶) میں یوں کرتے ہیں کہ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذات میں ہے جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا گیا انتہی مقصود یہ کہ مسیحیت کا خاتمہ مرزا صاحب پر ہونے والا نہیں ہے یہ سلسلہ ان کی ذریت میں بھی جاری رہیگا۔ بلکہ مرزا صاحب کی تقریر سے تو ظاہر ہے کہ مسیح موعود اُن کی اولاد ہی میں ہوگا کیونکہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۶۱) میں لکھتے ہیں کہ اس بات کا انکار نہیں کہ شاید پیشگویوں کے ظاہری معنی کے لحاظ سے مسیح موعود آئندہ پیدا ہو انتہی یہ مضمون کہ ذریت میں اُن کے کوئی مسیح ہوگا الہام کے اشارۃ النص سے نکالا گیا کہ جب مرزا صاحب مریم ہوئے تو ابن مریم بھی کوئی ضرور ہوگا۔ یعنی مرزا صاحب کا لڑکا اور عبارۃ النص سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جنت میں کبھی مریم بنے رہینگے اور کبھی آدم یعنی مرد اور عورت اور امت کبھی زوج ہوگی کبھی زوجہ اسلئے کہ وہ زوج سے مراد تابع اور رفیق فرماتے ہیں اگرچہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن بہر حال دونوں صورتیں ان کی امت کیلئے بشارت سے خالی نہیں۔

جب براہین احمدیہ میں لوگوں نے یہ الہام دیکھا ہوگا کہ حق تعالیٰ ان کو یامریم فرماتا ہے

توکسی کو یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ مرزا صاحب آئندہ چل کے اس الہام سے سلسلہ عیسائوں کا قائم کریں گے۔ غرض کسی نے اسکو مہمل سمجھا ہوگا اور کسی نے کسی قسم کی تاویل کرلی ہوگی مگر مرزا صاحب نے اس وقت اپنے دل کا بھید اور مقصود نہیں بتایا اسیطرح اور الہاموںکا بھی حال سمجھ لیا جائے مگر مرزا صاحب نے ان تمام الہاموں کے مجموعے کو عیسویت کا دعوی کرکے ازالۃ الاوہام میں پیش کردیا کہ وہ سب اہل اسلام کے مقبولہ ہیں۔

ان تمام کارروائیوں کے بعد کیا عقلاً پھر یہ بات پوشیدہ رہے گی کہ براہین احمدیہ کس غرض سے تصنیف کی گئی تھی۔ علانیہ کہا جاتا ہے کہ وحی مستقل کعبہ مستقل خلافت الٓہی مستقل مغفرت جمیع عاصی حاصل ساری امت اپنی جنتی غرض جتنے امور کلیہ مرغوبہ پیش نظر تھے سب اس میں طے کردیئے گئے ایک مدت تک مرزا صاحب چپ چاپ طبیعتوں کا اندازہ کرتے ہوئے ہوشیاری سے قدم جماتے جاتے تھے اور ادھر لوگ اس غفلت میں کہ آخر الہام بھی مرتاض لوگوں پر ہوا ہی کرتے ہیں۔ اور اس کا ظاہری معنوں پر حمل کرنا بھی ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ خواب کی سی کوئی تعبیر لی جائے۔ مگر مرزا صاحب نے نبوت کے دعوے کے ساتھ جب وہ تمام دعوے شروع کردئے اُس وقت لوگ چونکے اور جنکو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق باقی رکھنا منظور تھا وہ علیحدہ ہوگئے یہی وجہ تھی کہ علما جبتک دین کا فائدہ خیال کرتے تھے مصلحتاً اُن کے الہاموں کی تکذیب نہیں کی جیساکہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۱) میں لکھتے ہیں تعجب ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان تمام الہاموں کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں۔ مگر امکانی طور پر تصدیق کرچکے اور بدل وجان مان چکے مگر اُن کو بھی منکرانہ جوش دل میں اُٹھتا ہے انتہی تعجب کی کوئی بات نہیں اُسوقت یہ خیال جما ہوا تھا کہ مرزا صاحب

سچ مچ مسلمانوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اسلئے اُن الہاموں کو مسلمانا دائرۂ امکان میں داخل کر دیا مگر وہ امکان ایسا ہے جیسے کروڑ سر کا آدمی پیدا ہو نا ممکن ہے جس کا بدل و جان ماننا ممکن نہیں۔ پھر جب مرزا صاحب کا حال معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے دشمن ہیں اسلئے اُن کو بھی مثل تمام مسلمانوں کے انکار کا جوش پیدا ہو گیا

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی کیا وجہ کہ باوجود ان تمام دعووں کے مرزا صاحب نے نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں کیا اور اپنی نبوت و رسالت کو ظلی بتاتے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ یقین کیونکر کیا جائے کہ استقلال کا دعویٰ ان کے پیش نظر نہیں ہے براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں بھی تو کوئی دعویٰ نہ تھا صرف تمہید ہی تمہید تھی۔ مگر جب موقع ملگیا تو وہ سب تمہیدات دعووں کی شکل میں آ گئے۔ اسیطرح بحسب ضرورت باقی دعوے بھی وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے جائیں گے اور اس پر قرینہ بھی موجود ہے کہ ان تمام دعووں میں کہیں بھی ظلیت کا نام نہیں لیا گیا چونکہ مقصود کامیابی ہے سو وہ لفظ طفیلیت کی بدولت ہو رہی ہے اگر مستقل نبوت کا دعویٰ کریں تو اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کہیں کل تمہیدات اور بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے کیونکہ اس پر کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل نبی ہو اور بظاہر یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی دوسرے فرقے والا انکی نبوت کی تصدیق کرے اس لئے کہ ایک مدت دراز سے اشتہارات اور کتب شائع کر رہے ہیں مگر ابتک کوئی عیسائی یا ہندو قادیانی سنا نہیں گیا یہ تو آخری زمانے والے مسلمانوں ہی کی قسمت ہے جو جوق جوق کھنچے جاتے ہیں۔

غرض جب اُنہوں نے دیکھا کہ ایک بنی بنائی امت صرف لفظ طفیلی اور ظلی کہ دینے سے اپنی امت ہو جاتی ہے تو اس لفظ کے کہنے سے کیا نقصان بلکہ اس

قسم کے اور کئی الفاظ کہدئے جائیں تو بھی کیا قباحت اسی وجہ سے ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۷) میں لکھتے ہیں کہ ایک لفظ قرآن کا کم و زائد نہیں ہوسکتا۔ اور صفحہ (۱۴۷) میں لکھتے ہیں کہ کوئی ایسا الہام نہیں ہوسکتا جس سے قرآن میں تغیر ہو۔ اسی قسم کی اور عبارتیں بھی ہیں جن سے کمال درجے کا تدین نمایاں ہے۔ مگر چونکہ اغراض ذاتی ثابت کرنے میں اکثر قرآن و حدیث کی مخالفت کی ضرورت پڑتی تھی اس لئے یہ قاعدہ قرار دیا جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۳۹) میں لکھا ہے کہ کشف سے معانی قرآن نئے طور سے کھلتے ہیں تو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں انتہیٰ۔ اب قرآن میں کمی و زیادتی کی ضرورت ہی کیا آسان طریقہ نکل آیا کہ جو آیت قرآنی اپنے مقصود کے مخالف ہو اسکی معنی اکشف سے بحسب ضرورت گھڑ لئے اور قرآن بلا کم و زیادت اپنی جگہ رکھا رہا جیسے ایک جعلی نبی کو حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیہ میں کشف سے معلوم ہوا تھا کہ میتہ اور دم وغیرہ پڑھنے سے مراد چند معین اشخاص تھے جن کے لئے حرمت کا لفظ استعمال کیا گیا۔ مردار اور سور اور خون وغیرہ سے اس آیت کو کیا تعلق یہ سب چیزیں حلال طیب ہیں۔ دیکھئے ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۷) میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے اُس سرسری پیروی کی وجہ سے تھا جو ملہم کو قبل انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے انتہیٰ آثار مرویہ کے مضامین جو مرزا صاحب نے براہین میں لکھے ہیں اور اس کی ابھی نقل کی گئی یہی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا میں اترینگے۔ اور الہام سے اُن کو معلوم ہوا کہ وہ مر گئے اب نہ اترینگے۔ اور آثار نبویہ سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر کج اور ناراست کا نام و نشان دنیا میں باقی نہ رکھیں گے۔ اور الہام ہوا کہ ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ عیسیٰ یعنی مرزا صاحب ایسے داؤ پیچ کریں گے کہ انکا سمجھنا مشکل ہوگا۔

آثار نبویہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جلال آلہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی سے
نیست ونابود کر دیگا - اور الہام یہ ہوا کہ ایسا نہوگا بلکہ کروڑ ہا مسلمان جو موجود ہیں وہ بھی کافر
ہو جائیں گے - جب نبی کے ارشاد اور امتی کے الہام میں اس قدر فرق ہو کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم جس چیز کے وجود کی خبر دیں الہام اُس کا عدم ثابت کرے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ
نبی کی تکذیب الہام سے درست ہے - پھر جب تکذیب درست ہو تو تنسیخ کونسی بڑی بات ہے
بہر حال مرزا صاحب کے الہام معمولی نہیں نبوت کے رنگ میں ہیں رفتہ رفتہ بہت کچھ رنگ
لانے والے ہیں -

غرض اس قسم کے قاعدے اسی غرض سے قرار دئے کہ مطلب برآری میں کوئی
رکاوٹ نہ رہے اور خوش کن الفاظ بھی اپنی جگہ قائم رہیں پھر اگر پابندیوں سے کوئی مجبوری
واقع ہو اور موقع ملجائے تو اُن خوش کن الفاظ کو ہٹا دینا کون بڑی بات ہے - دیکھ لیجئے
ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۰) میں لکھتے ہیں کہ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں
جو شخص یہ الزام میرے پر لگادے وہ سراسر مفتری وکذاب ہے - اور نیز ازالۃ الاوہام میں
لکھتے ہیں کہ میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا
ذکر لکھا ہے - ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے لکھا ہے اور ص ۴۱۳ میں لکھتے ہیں کہ یہ بات
بہ بداہت ثابت ہے کہ ابن مریم سے وہ ابن مریم رسول اللہ مراد نہیں ہے جو فوت ہو چکا ہے
اور خدائے تعالیٰ کی حکمت عجیبہ پر بھی نظر ڈالو کہ اس نے آج سے قریباً دس برس پہلے اس
عاجز کا نام عیسیٰ رکھا اور بتوفیق وفضل و براہین میں چھپوا کر ایک عالم میں اس نام کو مشہور کر دیا
اور ایک مدت دراز کے بعد خاص الہام سے ظاہر فرمایا کہ یہ وہی عیسیٰ ہے جسکے آنے کا وعدہ
تھا - خدائے تعالیٰ نے دس برس تک اس ارادہ کے الہام کو جو پہلے الہام کے گئے با

تشریح تھا پوشیدہ رکھا انتہی اس کا مطلب ظاہر ہے کہ دس برس پیشتر اس کی تمہید کی

تھی اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۶۱) میں لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میرے

پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے

کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدے کے

موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولا۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ابتدا میں تمہیداً کہا گیا تھا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور مسیح علیہ السلام

بڑی شان و شوکت سے خود تشریف لانے والے ہیں اس سے کسی کو خیال بھی نہ ہوا کہ

مرزا صاحب کو مسیحائی کا دعویٰ ہے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ خود ازالۃ الاوہام ص (۲۵۹)

میں لکھتے ہیں کہ مثیل کہنا ایسا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس کے بعد یہ الہام کتاب میں درج کر دیا کہ تو عیسیٰ

ہے اسپر بھی لوگوں نے چنداں توجہ نہ کی کہ الہاموں کے اصلی ولفظی معنی لینے کی ضرورت

نہیں۔ اسکے بعد یہ الہام ہو گیا کہ عیسیٰ اب کہاں۔ وہ تو مر گئے مسیح موعود تو ہی ہے اور

لکھتے ہیں ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم	ازالہ ص ۱۵۸	عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور تلافی مافات اس طور سے کی گئی کہ عیسیٰ کا دوبارہ آنا ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے

لکھا گیا تھا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس آخری الہام سے دس برس پہلے خدا نے آپکا

نام عیسیٰ رکھکر مشہور کر دیا تھا۔ اسی طرح جب ظل اور طفیل وغیرہ الفاظ کو ہٹانا منظور ہوگا

تو ایک الہام ہو جائیگا کہ ہمنے تجھے مستقل نبی کر دیا۔ اس وقت اگر پرانے خیال والا کوئی

معترض چون و چرا کرے تو کمال غیظ و غضب سے فرمائیں گے کہ تو بھی عجب بیوقوف ہے

ارے میاں خدا سے بالمشافہ بات کرنے والا جس پر وحی بھی اترتی ہو اور اُسکو خدا نے اپنا خلیفہ بھی بنا دیا اور تمام قدرت اُس کے قبضے میں دیدی کہ جو چاہے کن کہکر کر ڈالے کہیں طفیلی ہو سکتا ہے۔ یہ الفاظ ہمنے صرف ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے سرسری پیروی کے طور پر لکھدئے تھے اور اس حکمت عجیبہ پر نظر ڈالو کہ بیس پچیس برس پہلے خدا نے اس عاجز کو تمام فضائل مذکورہ مستقل طور پر دیکر عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ دیکھتے ہو کہیں ان فضائل میں ظلی اور طفیلی کا نام بھی ہے۔

مرزا صاحب کو اپنی عیسویت جو ابتدا سے پیش نظر تھی اُس کے ثابت کرنے میں کیسی کیسی کارروائیاں کرنی پڑیں۔ ابتدا یوں کی گئی کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس لئے میں تمام انبیا کا مثیل ہوں اور چونکہ اس میں کوئی خصوصیت اُن کی نہ تھی اسلئے کہ تمام علما اس بشارت میں شریک تھے اس وجہ سے خدا کی طرف سے پیام پہنچایا گیا کہ خاص طور پر فلاں فلاں نبی کے مثیل مرزا صاحب ہیں۔ چنانچہ وہ آیتیں الہام میں پیش کی گئیں جن میں انبیا کے نام تھے جیسا ففہمنا ہا سلیمان اور یا عیسیٰ انی متوفیک وغیرہ اور ان کے ترجمے میں لکھدیا کہ اس سے مراد عاجز ہے۔ یہ کارروائی اس خیال سے کی گئی کہ حمقا اس زوردار حکم کو ہرگز رد نہ کریں گے پہلے تو آیت قرآنی اوس اس پر الہام ربانی اور جہلا جب ان آیتوں کو قرآن میں دیکھ لیں گے اور اسکے الہامی معنی سمجھ لیں گے تو ان کو کامل یقین ہو جائے گا کہ مرزا صاحب اس پایہ کے شخص ہیں کہ خدائے تعالے نے پہلے ہی سے ان کی خبریں قرآن میں دے رکھی ہیں کیونکہ جاہلوں کو ایسی باتوں کا یقین اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ چنانچہ کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک ہندو زمیندار تھا جس کا نام راہا تھا اور تعظیماً اسکو لوگ راجی کہتے تھے ایک مسمار اور

عقلمند شخص ہونے کی وجہ سے اسکی وقعت رعایا کے دل میں تھی ہوئی تھی اتفاقاً کوئی مولوی صاحب اس گانوں میں گئے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت ہمارے اباجی کا بھی نام آپکے قرآن میں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ہاں موجود ہے ابی واستکبر وکان من الکافرین اور اتفاقاً وہ کمبخت کانا بھی تھا یہ سنتے ہی وہاں کے لوگوں کو بڑا فخر ہو گیا کہ ہمارے کانے اباجی کا ذکر مسلمانوں کے قرآن میں بھی موجود ہے۔

ان الہاموں میں یہ خاص طریقہ اس غرض سے اختیار کیا گیا کہ جاہلوں میں شور وشغب ہو کہ مرزا صاحب کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور یہ بھی غرض تھی کہ علما کی نظروں میں یا عیسیٰ والا الہام دوسرے الہاموں میں چھپا رہے اور کسی کو اس طرف توجہ نہو کہ یا عیسیٰ کہکر مرزا صاحب کو خدا کا خطاب کرنا کیسا۔ پھر بتدریج خاص مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ شروع کیا۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۱) میں لکھتے ہیں کہ آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور اس میں لکھتے ہیں کہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علما میں سے اس بات پر ذرا بھی رنج دل میں نہیں گذرا اور پھر مثیل نوح اور مثیل یوسف اور مثیل داؤد اور مثیل ابراہیم علیہم السلام قرار دیا یہانتک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا تو بھی کوئی جوش وخروش میں نہیں آیا اور جب خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ کر کے پکارا تو سب غضب میں آگئے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ الہام براہین میں لکھا جا چکا ہے اس وقت تو لوگ مرزا صاحب کو اپنے جیسے مسلمان سمجھتے تھے۔ یہ غضب اس وقت آیا کہ انہوں نے مسلمانوں سے خارج ہو کر دوسری راہ لی اور سب کو چھوڑ کر عیسویت کی تخصیص کی۔

اور جس وقت وہ الہام براہین میں لکھا تھا اس وقت جو نہیں پوچھا کہ اس تخصیص کی کیا وجہ اسکی وجہ

یہی تھی کہ مرزا صاحب سے یہ توقع کسی کو نہ تھی کہ مسلمانوں ہی کو کافر بنائیں گے۔ کیونکہ اسوقت وہ مسلمانوں کی طرف سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غرض اسوقت صرف مثیل مسیح کہا گیا تھا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ مسیح آنے والے بھی ہیں یا مر گئے۔ چونکہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں باور کرا دیا تھا کہ مسیح بڑی شان وشوکت سے آئیں گے اور میں بطور مثیل ہوں اس وجہ سے مسیح علیہ السلام کی موت کی طرف کسی کی توجہ ہونے کا کوئی منشا ہی نہ تھا۔ اسکے بعد مثیل مسیح موعود بڑھا گیا جس سے دیکھنے میں تو یہ بات ہو کہ مسیح موعود کے مثیل ہیں اور در باطن تمہید اسکی تھی کہ لفظ موعود صفت مثیل کی قرار دیجائے چنانچہ معتقدین میں سینہ بسینہ یہ بات رواج پاگئی اسکے بعد لفظ مسیح کو ہٹا کر مثیل موعود کہہ دیا اور اسکے ساتھ الہام کی جوڑ لگا دی کہ مسیح جو نبی تھے وہ مر گئے اور ان کی جگہ میں آیا ہوں اور مثیل موعود میں ہوں اور جتنے آیات واحادیث میں صراحۃً عیسیٰ علیہ السلام کے آنیکا ذکر ہے کہدیا کہ اُس سے میں ہی مراد ہوں پھر صرف اپنے آپ ہی پر مسیحیت کو ختم نہیں کیا بلکہ انہیں پہلے الہاموں کی بنا پر یہ سلسلہ اپنی اولاد میں بھی قائم کر دیا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ میرا نام براہین میں مریم بھی خدا نے رکھا ہے اسلئے ابن مریم ضرور میری اولاد میں ہوگا اور وہ الہام جو براہین میں بے تکے سے معلوم ہوتے تھے کیونکہ مقصود اس کتاب کا صرف کفار کا مقابلہ تھا اس میں اس قسم کے الہاموں سے کیا تعلق وہ الہام اتنی مدت کے بعد اب کام آگئے اور وہ غرض پوری ہوئی جو براہین احمدیہ کی تصنیف سے تھی۔

یہاں وہ عبارت بھی قابل دید ہے جو مرزا صاحب نے علماء کے نام سے معذرتی نیاز نامہ میں لکھا ہے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۰) میں درج ہے۔ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جسکو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے۔ آٹھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے

کہ میں مثیل مسیح ہوں اور یہ میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے اپنے
رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھیرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور
احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین میں بتصریح لکھ چکا ہوں
کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جسکے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن اور احادیث نبویہ میں پہلے
سے وارد ہو چکی ہے انتہی۔ اس عبارت پر غور کیا جائے کہ اُس سے عیسیٰ علیہ السلام کا
آئندہ آنا ثابت ہوتا ہے یا مرزا صاحب کا جانشین قرار پانا مرزا صاحب نے اس عبارت
میں صنعت نافعہ کو کام میں لایا ہے جسکا حال عنقریب معلوم ہوگا۔ مولویوں کو اس میں یہ
سمجھانا کہ آٹھ سال سے میں اپنے کو فقط مثیل مسیح کہ رہا ہوں اور یہ کہ موعود یعنی مسیح موعود کا
مثیل ہوں۔ کوئی نئی بات نہیں نکالی کہ وہ موعود اپنے تئیں ٹھیرایا کہ جس کے آنیکا ذکر
قرآن و حدیث میں ہے وہ تو اپنے وقت پر آئینگے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے
اور اسی عبارت سے معتقدین کو یہ سمجھایا کہ میں وہی مثیل ہوں جو موعود ہے اور آٹھ
سال سے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر رہا ہوں اور یہ بات کہ اپنے تئیں وہ موعود ٹھیرایا جسکا
ذکر قرآن و حدیث میں ہے کوئی نئی بات نہیں نکالی قدیم سے یہی کہ رہا ہوں کہ میں مثیل موعود
ہوں۔ میرے ہی آنے کا وعدہ قرآن و حدیث میں ہے۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلے میں کس قدر داؤ پیچ کئے۔ اسپر یہ ارشاد
ہوتا ہے کہ مولوی لوگ لومڑی کی طرح داؤ پیچ کیا کرتے ہیں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو
لومڑی کتنی ہی مسن ہو مرزا صاحب کو نہیں پہنچ سکتی۔

اہل سنت والجماعت بقول مرزا صاحب لکیر کے فقیر ہیں جو کچھ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس حد سے وہ خارج نہیں ہو سکتے دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام

کے قیامت کے قریب آنے کی تصریح متعدد حدیثوں میں فرمائی ہے کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابن مریم ہیں جو روح اللہ اور نبی اللہ تھے اس میں کہیں مثیل کا نام بھی نہیں یہی اعتقاد تمام امت کا ابتدا سے آج تک ہے جسپر ہزاروں کتابیں گواہ ہیں۔ اب اس میں داؤ پیچ کی اہل سنت والجماعت کو ضرورت ہی کیا۔

مرزا صاحب کی تقریر سے بھی معلوم ہوا کہ مسیح موعود جس پر حدیث کی پیشگوئیاں صادق آئینگی وہ مرزا صاحب کی اولاد میں ہوگا جسکے مثیل مرزا صاحب ہیں جب موعود وہ ہوا تو مرزا صاحب کا موعود ہونا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث شریف میں صرف ایک مسیح موعود ہیں اگر مثلیت کی وجہ سے خود موعود ہونا چاہتے ہیں تو اولاد اُس سے محروم ہو جاتی ہے۔ مگر چونکہ مرزا صاحب نے مہر پدری سے لفظ موعود اپنے فرزند کو ہبہ کر دیا ہے تو اب اس ہبہ میں عود کرنا ان کی شان سے بعید ہے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ خود ہی اُس سے دست بردار ہو جائیں یا یوں کہئیے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنے مضامین موعودیت کو براہین میں اسطرح سے روا رکھا تھا کہ آخر عمر میں اُس دعوے کا انتقال اپنی نسل کیلئے کر جائیں۔ اور چونکہ اب مرزا صاحب کی عمر آخر ہے۔ لہذا یہ دعویٰ بصراحت لکھا گیا ہے کہ اُن کی اولاد میں مسیح موعود پیدا ہوگا۔

براہین احمدیہ میں جو مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ نئی روشنی والوں اور پادریوں وغیرہ مذاہب باطلہ پر یہ کتاب حجت ہوگی اور اُس سے ہمیشہ کیلئے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائیگا۔ چنانچہ اسی بات پر لوگوں نے زر خطیر اس پر صرف کیا جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ افسوس ہے کہ یہ وعدہ غلط ثابت ہوا اس لئے کہ اس کتاب سے نہ کوئی نیچر راہ راست پر آیا نہ پادری وغیرہ مسلمان ہوئے۔ بلکہ برخلاف اس کے بیس کروڑ سے زیادہ

مسلمان جن کی نسبت خود مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پیشگوئی کی ہے کہ قیامت تک وہ گمراہ نہونگے۔ مشرک اور کافر قرار پائے چنانچہ الحکم میں لکھتے ہیں کہ جو کوئی میری نبوت کی تکذیب کرے یا اُس میں تردد کرے اُس کے پیچھے نماز پڑھنی میری جماعت پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کیونکہ وہ ہلاک شدہ قوم اور مردہ یعنی کافر

الغرض تحریر سابق سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں کمال درجے کی عیاری سے جو اسرار پوشیدہ رکھے تھے وہ بظاہر مرزا صاحب کے مقصود کے خلاف تھے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ضرورت کے موافق روپیہ اور ہم خیال لوگ جمع ہوگئے تو وہ اُس وقت اُن اسرار کے ظاہر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک کتاب تخمیناً ساٹھ جزو کی لکھی جس کا نام ازالۃ الاوہام رکھا۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ اُس میں اُن خیالات کا دفعیہ ہے جو مصلحتاً اُن کی عیسویت کے مخالف اُس میں درج کئے گئے تھے۔ اور اس پوری کتاب میں صرف اسی بحث پر زور دیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ چونکہ اُن کا مسیح موعود ہونا دو باتوں پر موقوف تھا۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت دوسرے اُن کا خدا کی طرف سے مامور ہونا۔ شق ثانی کی تمہید براہین میں مذکور ہے جس کا حال کسی قدر معلوم ہوا اگر اس نظر سے وہ کتاب دیکھی جائے جس کی خبر ہم دے رہے ہیں تو بحسب فہم و نزاکت طبع معلوم ہوگا کہ کس قدر داؤ پیچ مرزا صاحب نے اُس میں کئے اور امور کلیہ کو اُس میں طے کردیا مثلاً اگلے لوگوں کے برابر ہم ہوسکتے ہیں۔ الہام حجت ہے سلسلہ الہام کا ہمیشہ جاری ہے۔ وحی بحسب ضرورت نازل ہوتی ہے۔ الہام و وحی ایک ہیں۔ الہام قطعی ہوتا ہے۔ الہام کی قابلیت شرط ہے۔ پھر اپنے الہام درج کئے جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ قل جاء الحق وزھق الباطل الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق

لیظہرہ علی الدین کلہ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحمدک اللہ من عرشہ ویحمدک ویصلی۔ وما کان اللہ معذبہم وانت فیہم۔ انی معک وکن معی۔ یا عیسیٰ انی متوفیک۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ولو کان الایمان بالثریا لنالہ۔ انا راد اللہ برہانہ۔ یا احمد یرفع اللہ ذکرک ویتم نعمتہ علیک فی الدنیا والآخرۃ۔ یا ایہا المدثر قم فانذر۔ اور جو معجزات انبیا علیہم السلام کے قرآن وحدیث میں منقول ہیں سب کو گستاخانہ طور پر کہنا قرار دیکر عقلی معجزات کی ضرورت بتائی۔ اور لکھا کہ میں نہ آتا تو جہان میں اندھیرا ہو جاتا۔ میرے متبعین کو غلبہ قیامت تک ہے۔ وغیر ذلک۔ اور شق اول یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی بحث ازالۃ الاوہام میں کر کے اپنی عیسویت کو جمایا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دیکھو یا عیسیٰ کا مجھکو خطاب ہوا تھا۔ اور میں رسول بھی ہوں۔ اور خدا نے ہدایت کیلئے مجھے بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب رہی یہ بات کہ احادیث وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر جانا ثابت ہے تو ان میں تاویل کر ڈالی بلکہ ساقط الاعتبار کر دیا۔ اور تفسیروں کی نسبت یہ لکھ دیا کہ بیہودہ خیالات ہیں۔ اور لکھا کہ کوئی شخص زندہ آسمانوں پر جا نہیں سکتا۔ اور اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا۔ اور جو احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔ اُن کی تغلیط کی۔ اور قولہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ سے یہ استدلال کیا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو خبر دی تھی کہ تم مرنے والے ہو اور تم کو میں اُٹھانے والا ہوں۔ چونکہ اس آیت میں پہلے اُن کی وفات کا ذکر ہے۔ اُس سے ثابت کیا کہ وفات پہلے ہوئی۔ اور اُسکو نظر انداز کیا کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے۔ حالانکہ کئی آیتوں سے ثابت ہے کہ واؤ سے جو عطف ہوتا ہے اُس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ اس آیۂ شریفہ میں معنی تقدیم وتاخیر ہے اُسکی نسبت کہا کہ انہوں نے اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب قرار دیا پھر اپنے زعم میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت قرار دیکر لکھا کہ کسی مرے ہوئے کو

خدا زندہ کیا ہی نہیں حالانکہ متعدد واقعات میں ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ سب میں تاویلیں کر کے انکار انکار کر دیا اور جس قدر احادیث اس باب میں وارد ہیں سب کو غلط ٹھیرایا پھر اس مسئلے میں یہاں تک ترقی کی کہ قیامت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر آنا غیر ممکن بتایا۔ اور حشر اجساد سے صاف انکار کر دیا اور دجال اور امام مہدی کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کی تکذیب کی۔

غرض کہ اپنے مقاصد میں جس آیت یا حدیث کو حارج دیکھا سب کی تکذیب یا تحریف کر ڈالی۔ ان کے سوا اور بہت سے مباحث ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ حاصل یہ کہ براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام کو خاص اپنی عیسویت اور نبوت ثابت کرنے کی غرض سے لکھا جیسا کہ الہامات مذکورۂ بالا سے ثابت ہے۔

نبوت کی آرزو ابتدا میں مسیلمہ کذاب کو ہوئی اس کے بعد اکثر عقلا کو ہوا کی اور چونکہ آیہ شریفہ خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی ان کی تکذیب کرتی تھی اس کے جواب کے لئے بہت سی تدبیریں سوچی گئیں بعضوں نے معنی میں تصرف کیا بعضوں نے یہ تدبیر کی کہ لانبی بعدی کے بعد الا ان یشاء اللہ روایت میں زیادہ کر دیا مگر کسی کی چلی نہیں گو بعض بے دینوں نے مان لیا مگر عموماً اہل اسلام ان کی تکذیب ہی کرتے رہے مرزا صاحب نے دیکھا کہ اس زمانے میں روایت کی بھی ضرورت نہیں۔ اپنی جرأت سے لانبی بعدی کے بعد الا نبی ظلی بڑھا دیا۔ کیونکہ وہ ظلی نبوت کو مع جمیع لوازم موت حقیقۃً جائز رکھتے ہیں اور خوش اعتقادوں نے اس پر بھی آمنا وصدقنا کہہ دیا۔

قرائن قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت مستقلہ کا دعویٰ ہے مگر یہ خوف بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں کوئی مسلمان پکڑ لے کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے تو رہائی

مشکل ہوگی. اسلئے انہوں نے فرار کی یہ راہ نکالی کہ ظلی کہکر چھوٹ جائیں گے۔ اور یہی عقلا کا طریقہ بھی ہے کہ قدم الخروج قبل الولوج کو ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے ہیں۔ بلکہ کتب لغت اور تفاسیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ بعض ہوشیار جانوروں کا بھی اسپر عمل ہے۔ چنانچہ جنگلی چوہے کی عادت ہے کہ جس زمین میں گھر بناتا ہے اُس میں ایک سوراخ ایسا بھی بنا رکھتا ہے کہ اگر کوئی آفت آئے تو اُس راہ سے نکل جائے۔ اس احتیاطی راستے کو عرب نافقا کہتے ہیں مسلمانوں میں بھی اس قسم کے عقلا پیدا ہو گئے تھے کہ ظاہری موافقت اہل اسلام کو جان بچانے کی راہ بنا رکھی تھی حقتعالیٰ نے ایسے عقلا کا نام منافق رکھا جن کی نسبت ارشاد ہے اِنَّ المنافقین فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافق کفار سے بھی بدتر ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہے۔

جس طرح نبوت کے دعوے میں مرزا صاحب نے گریز کا طریقہ نکال لیا اسی طرح ہر موقع پر نکال لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام فضائل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پر چسپاں کرکے گریز کا یہ طریقہ نکالا کہ بطور ظلی وہ سب فضیلتیں حق تعالیٰ نے ان کو دے دیں۔

اور نیز دعویٰ کیا کہ ہر قسم کے معجزات و خوارق عادات میں دکھلا سکتا ہوں اور گریز کا طریقہ یہ نکالا کہ طلب کرنیوالے کا نہایت خوش اعتقاد اور طالب حق ہونا شرط ہے۔ اگر ذرا بھی اعتقاد میں فرق آجائے تو کوئی خارق عادت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ پیشگوئیوں میں بھی یہی کیا چنانچہ آتھم صاحب والی پیشگوئی میں لکھا کہ وہ اتنی مدت میں مرجائیگا۔ بشرطیکہ رجوع الی الحق نکرے۔ اور جب مدت معینہ میں وہ نہیں مرا تو کہدیا کہ اُس نے رجوع الی الحق کی تھی۔ حالانکہ آتھم کو اس کا انکار ہے۔ اگر انکی کتابیں دیکھی جائیں تو اُس کی نظائر بہت مل سکتی ہیں۔

مرزا صاحب نے جتنے فضائل کے دعوے کئے ہیں۔ کہیں محدث ہوں

امام زمان ہوں حارث ہوں جو امام مہدی کے زمانے میں اُن کی تائید کے لئے نکلیگا اور جسکی تائید تمام مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ امام مہدی ہوں۔ عیسےٰ موعود ہوں۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نبی ہوں مجھپر سچی وحی اُترتی ہے۔ خدا بے پردہ ہوکر مجھ سے باتیں کرتا ہے بلکہ ٹھٹے کرتا ہے۔ خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ میری تکذیب کی وجہ سے طاعون خدا نے بھیجا۔ میرا منکر کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہوسکتی کہ مرزا صاحب سچ کہ رہے ہیں یا جھوٹ۔ ہر فاسق خبر دیسکتا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ فرمایا دیکھ لیجئے جن جن جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا سب کے دعوے اسی قسم کے ہوا کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ "میرا سینہ شق کر کے فرشتے نے علم لدنی سے اُسکو بھر دیا" کوئی کہتا تھا کہ "خدا نے مجھے یا بنیّ یعنی اے میرے پیارے لڑکے کہا" کوئی کہتا تھا کہ "میں عیسیٰ مہدی یحییٰ زکریا محمد ابن حنفیہ جبریل اور روح القدس وغیرہ ہوں" ایسے امور میں اندرونی مقابلے پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ اُن کو شیطان کا مشاہدہ ہوتا ہو۔ اور اُسکو انہوں نے خدا سمجھ لیا ہو۔ جیسا کہ بعض بزرگواروں کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے جن کا حال آئندہ معلوم ہوگا اور شیطان کا وحی کرنا بھی اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے قولہ تعالیٰ وکذٰلک جعلنا لکل نبیٍّ عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض تعجب نہیں کہ شیطان نے وحی اُن پر ٹھٹے سے اُتاری ہو کہ تم سب کچھ ہو یہانتک کہ یہ بھی کہ دیا کہ ان امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون۔ یعنی تم جو کچھ پیدا کرنا چاہو تو کُن کہ دیا کرو تو وہ چیز فوراً وجود میں آجائے گی۔ مرزا صاحب کو اس وحی کے بعد حق تھا کہ ملہم سے کہ دیتے کہ حضرت میں نے براہین احمدیہ کس محنت سے لکھی اور اسکے صلے میں کیسی دقتوں سے روپیہ جمع کیا۔ لوگوں کی خوشامدیں کیں بُرا بھلا کہا۔ عار دلائی اور لوگوں نے میرے اس وعدے

بھروسے پر مدد دی کہ نیچا اور جملہ فرق باطلہ پر اب فتح عظیم ہو جاتی ہے۔ میں کفار سے کہتے کہتے تھک گیا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ مگر ابتک کوئی مسلمان نہوا۔ میرے ہزارہا کن بیکار گئے اور جا رہے ہیں ایسا کن آپ ہی کو مبارک۔ میری تائید اسی قدر ہو تو کافی ہے کہ جو وعدے میں نے براہین میں کئے تھے جن پر تمام مسلمان فریفتہ ہو گئے تھے وہی پورے کرا دئے جائیں۔

غرض ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے کل دعوے مجرد ہیں جنکے ساتھ کوئی دلیل نہیں جیسے اور دنیا داروں کی عادت ہے کہ جب دیکھتے ہیں کہ بغیر اس قسم کے دعوؤں کے کام نہیں نکلتا تو جھوٹ سچ کہکر کام نکال لیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے بھی یہی کام کیا کہ اپنی خوب سی تعلیاں کیں اور براہین احمدیہ میں وعدے کئے کہ نیچروں سے مقابلہ کرتا ہوں۔ پادریوں کو قائل کرتا ہوں۔ آریہ وغیرہ کو الزام دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ مگر ایفا ایک کا بھی نہوا اور اس ذریعے سے مسلمانوں سے ایک رقم خطیر حاصل کرلی جسکے دینے پر وہ ہرگز راضی نہیں۔ کیا جن لوگوں نے روپیہ دیا تھا۔ اب وہ اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایسے کام میں صرف ہوا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اُس کی بدولت کافر بنائے جا رہے ہیں۔ کیا ان کو یہ ندامت نہو گی کہ مرزا صاحب نے ہمیں احمق بنا کر اس قدر روپیہ ہم سے لے لیا اور ایسے کام میں لگایا کہ ہمارے ہی دین کی بیخ کنی ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ اس بات پر افسوس نہیں کرتے کہ اگر وہ ابھی ہمیں معلوم ہوتا کہ اس کارروائی کا انجام یہ ہونے والا ہے تو اسوقت اس کا دو چند روپیہ مخالفت میں صرف کرتے تاکہ وہ آتش فتنہ اس قدر بھڑکنے ہی نہ پاتی

حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم یعنی اے مسلمانو ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ ہاں تراضی طرفین سے تجارت میں اگر مال لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ کی تصنیف اور طبع کے زمانے میں بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایسا خنجر بنایا گیا ہے کہ جب بے رحمی سے مسلمانوں کے گلوں پر چلایا جائے گا تو باپ کو بیٹے سے بھائی کو بھائی سے جورو کو شوہر سے جدا کر دیگا ایک دوسرے کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ مسلمانوں میں ایک تہلکۂ عظیم برپا ہوگا جس سے مخالفوں کو اقسام کے موقع ہاتھ آجائیں گے مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر وہ خوش ہونگے بغلیں بجائیں گے ناچیں گے کہ اب یہ قوم ایک زمانے تک خانہ جنگیوں سے فرصت نہیں پاسکتی اگرچہ پہلی مخالفتیں بھی بہت تھیں مگر امتداد زمانے کی وجہ سے انکا احساس کم ہوگیا تھا اس نئی مخالفت کے پرانے ہونے کو ایک مدت دراز درکار ہے۔

الحاصل اس نئی مخالفت نے تمام مسلمانوں کو ایک ایسے تہلکے میں ڈالدیا ہے کہ الامان۔ علاوہ شماتت اعدا کے اس خانہ جنگی نے مخالفین اسلام کو پورا موقع دیدیا ہے کہ بے فکری سے اپنی کامیابیوں میں کوشش کریں۔ کیا اس تفرقہ انداز بلائے ناگہانی کے مول لینے پر کوئی مسلمان راضی ہو سکتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مال مسلمانوں کی رضامندی سے انہوں نے حاصل کیا تھا پھر باوجود اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا مال لینے سے منع کردیا ہے۔ دھوکا دیکر جو مال مسلمانوں سے انہوں نے لیا اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے اب ہم اُن کے تقدس کو کتنا ہی مانیں مگر اسکا کیا علاج کہ اُنکی کارروائیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے بدنیتی سے فتنہ انگیزی کی مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا جھوٹ کے مرتکب ہوئے بیوفائی، خیانت، وعدہ خلافی، نمک حرامی اور خدا و رسول کی مخالفت کی۔ دھوکا دیا۔ داؤ پیچ سے ناجائز طور پر مسلمانوں کا مال ٹٹولا۔

ناظرین یہاں یہ خیال نہ فرمائیں کہ مرزا صاحب جو الفاظ علما و مشائخین کی شان میں

استعمال کیا کرتے ہیں۔ ہم نے انکا جواب دیا کیونکہ ہمنے کوئی لفظ غصے کی حالت میں نہیں کہا۔ صرف مسلمانوں کو اُن کے حالات معلوم کرانے کی ضرورت تھی تاکہ اُن کی کارروائیوں پر مطلع ہوں۔ پھر اُن کی کارروائیاں جو الفاظ پیش کر رہی ہیں اگر وہ بیموقع ہیں اور انکی جگہ دوسرے الفاظ مل سکتے ہیں تو ہمیں بھی اُس میں کلام نہیں۔ غرض ہمنے یہ سب ٹھنڈے دل سے لکھا جسکو مرزا صاحب بھی جائز رکھتے ہیں بخلاف اُن کے کہ وہ غصے کی حالت میں جو جی چاہتا ہے کہ جاتے ہیں جیساکہ ان الفاظ سے ظاہر ہے جو علما و مشائخین کی شان میں تحریر فرماتے ہیں۔ پلید۔ دجال۔ خفاش۔ لومڑی۔ کتے۔ گدھے۔ خنزیر سے زیادہ پلید۔ چوہڑے۔ چمار۔ غول الاغوال۔ روسیاہ۔ دشمن قرآن۔ منافق۔ نمک حرام وغیرہ وغیرہ جو عصائے موسیٰ میں اُن کی تصانیف سے نقل کر کے بلحاظ حروف تہجی ایک طولانی فہرست مرتب کیا ہے۔ اور ہم نے جو لکھا اُسکی اجازت مرزا صاحب کی تحریر سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو دشنام نہیں ہے۔ دشنام اور سب دشتم فقط اُس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ اور ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پوری پوری طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے۔ اور تلخ الفاظ جو اظہار حق کے لئے ضروری ہیں۔ اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر ایک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات سے ہے تا مداہنت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

یوں تو بحسب اقتضائے زمانہ ہزارہا مسلمان نیچر کرستان آریہ وغیرہ بنے اور بنتے جاتے ہیں ہر شخص اپنی ذات کا مختار ہے ہمیں اُس میں کلام نہیں۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ شَاءَ

فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۔ یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے ہمنے ظالموں کے لئے آتش دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ مگر چونکہ مسلمان خوش اعتقادی سے مرزا صاحب کو عیسےٰ موعود اور نبی وغیرہ سمجھکر ان کے اتباع میں خدا اور رسول کی خوشنودی خیال کرتے ہیں اسلئے بمصداق الدین النصیحۃ صرف خیر خواہی سے مرزا صاحب کے حالات اور خیالات جو اُن کی تصانیف میں موجود ہیں ظاہر کر دینے کی ضرورت ہوئی اس پر بھی اگر وہ نیا دین ہی قبول کرنا چاہیں تو ہمارا کوئی نقصان نہیں وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

مرزا صاحب کو چونکہ نبوت کا دعویٰ ہے اور معجزات اُس کے لوازم ہیں اُن کو فکر ہوئی کہ باتیں بنانی تو آسان ہے طبیعت خداداد سے بہت سے حقائق و معارف تراش لئے جائیں گے مگر خوارق عادات دکھلانا مشکل کام ہے کیونکہ وہ خاص خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور مدد پر موقوف ہے اسلئے ان کو اس مسئلے میں بڑا ہی زور لگانا پڑا۔ دیکھا کہ الہام کا طریقہ بہت آسان ہے جب وہ ثابت ہو جائیگا تو پھر کیا ہے بات بات میں الہام و وحی اتار لی جائیگی۔ اس لئے براہین احمدیہ میں الہام کی ایک وسیع بحث کی۔ اگرچہ بظاہر وہ مخالفین اسلام کے مقابلے میں تھی اسلئے کہ وہاں صرف وحی اور نبوت ثابت کرنا ظاہرا منظور تھا مگر ایسا بین بین طریقہ اختیار کیا کہ عام طور پر الہام ثابت ہو جائے اور اہل اسلام اسکا انکار بھی نہ کر سکیں۔ پھر اپنے الہامات پیش کئے اور الہامی پیشگوئیوں کا دروازہ کھول دیگیا اور ان میں ایسی ایسی تدبیریں عمل میں لائی گئیں کہ انہیں کا حصہ تھا چنانچہ مسٹر آتھم وغیرہ کی پیش گوئیوں سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب باوجودیکہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر معجزات سے متعلق اُن کی عجیب تقریریں ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۹۶) میں عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات بیان کر کے لکھتے ہیں کہ ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسے ہی متشابہات ہیں اور یہ معنی کرنا کہ گویا خدا نے اپنے ارادے اور اذن سے عیسےٰ کو

صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔ اگر خدا اپنے اذن و ارادے سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دیسکتا ہے تو وہ بلاشبہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھیر جائیں گے۔ یہ حملہ اُن لوگوں پر ہے جن کا ایمان اس آیہ شریفہ پر ہے۔ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ **ترجمہ** وہ یعنی عیسےٰ بن مریم ہمارے پیغمبر ہونگے جن کو ہم بنی اسرائیل کی طرف بھیجینگے اور وہ اُن سے کہینگے کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزات لیکر آیا ہوں کہ میں پرندے کی شکل کا سا بناؤں پھر اُس میں پھونک ماروں اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے اور خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں اور جو کچھ تم کھایا کرو اور جو کچھ تم نے گھروں میں سینت رکھا ہے تمکو بتادوں بیشک اس بیان میں نشان ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔ یہ خبر حق تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو عیسےٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پیشتر دی تھی جس کا حال بیان کرکے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نشانی انہیں لوگوں کے واسطے ہے جو ایمان والے ہیں اور یہ ظاہر بھی ہے کہ جن کو خدا کی خبر پر ایمان نہ ہو اُن کو یہ بیان کیا مفید ہوگا۔ مرزا صاحب جیسے شخص اسکو نہیں مانتے تو کفار اسکی کیونکر تصدیق کرسکیں۔ مگر الحمد للہ اہل اسلام کو اُس کا پورا پورا یقین ہے اور مرزا صاحب کے تشکیک سے وہ زائل نہیں ہوسکتا۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۲ میں لکھا ہے لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ دلائل کا ملہ سے

منجانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔ شاید مرزا صاحب نے یہ بات آریہ وغیرہ کے مقابلے میں مصلحتاً کہی تھی ورنہ وہ تو قرآن کی خبروں کو دلیل قطعی تو کہاں دلیل ظنی بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسپر ایمان لانے کو شرک والحاد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدائے تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ بے ایمان اُس کی تصدیق نہ کرینگے۔ حیرت ہے کہ جسطرح ابلیس نے دھوکا کھایا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا شرک ہے کیونکہ مسجودیت خاص صفت باری تعالیٰ کی ہے مرزا صاحب بھی اسی دھوکے میں پڑ گئے کہ ایسی قدرت عیسیٰ علیہ السلام میں خیال کرنا شرک ہے۔ مرزا صاحب مسلمانوں پر جو شرک کا الزام لگا رہے ہیں در پردہ وہ خدائے تعالیٰ پر لاعلمی کا الزام لگا رہے ہیں۔ دیکھئے براہین احمدیہ صفحہ (۱۱۰) میں وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس بارے میں پیشین گوئی کرکے فرما دیا ہے کہ مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے شرک ہے تو خدائے تعالیٰ کی پیشگوئی جسکی تصدیق مرزا صاحب کر چکے ہیں نعوذ باللہ بقول مرزا صاحب جھوٹی ہوئی جاتی ہے مگر انہوں نے اپنی ذاتی غرض کے لحاظ سے اُسکی کچھ پروا نہ کی اور صحابہ تک کے کل مسلمانوں کو شرک کا الزام لگا دیا۔

اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۱۵) میں وہ لکھے ہیں کہ نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے ہیں معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے انتہی

اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۲۰) میں یہ بھی لکھا ہے کہ اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعے سے ہرگز نہیں اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کے چنگا کرنے یا پرندوں کے بنانے کے وقت

دعا کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعہ سے جسکو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی۔ ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا چنانچہ جس نے کبھی غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بیقین تمام تصدیق کریگا اور قرآن شریف کی آیات بھی بہ آواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اسکو طاقت بخشی گئی تھی اور خدائے تعالیٰ صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس بات کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج و مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا انتہیٰ۔ دعا کا ذکر نہ ہونے سے مرزا صاحب جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ عجائب جسکا ذکر حق تعالیٰ بطور اعجاز بیان فرماتا ہے وہ معجزات نہ تھے تو اس لحاظ سے فطرتی قوت بھی ثابت نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ اسکا بھی ذکر اس آیۂ شریفہ میں نہیں ہے۔ پھر اپنی رائے سے ایک غیر مذکور چیز کو ثابت کرنا اور خدائے تعالیٰ کی خبر کو نہ ماننا کس قسم کی بات ہے۔ اگر معجزے کے لئے یہ شرط ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھکر وقت خاص میں دعا کی جائے اور اُس کی قبولیت کیلئے حضار مجلس آمین آمین اُسوقت تک کہتے رہیں کہ آثار اجابت ظاہر ہو جائیں تو اس آیۂ شریفہ میں دعا کرنا بھی باقتضاء النص مقدر سمجھا جاسکتا ہے جسکو اصول شناشی پڑھا ہوا شخص بھی جانتا ہے۔

پھر اگر وہ کام فطرتی طور پر ہوتے تھے تو اُن پر ایمان لانے کی کیا ضرورت مثلاً اگر

اگر کہا جائے کہ ایک نجار صندوق میں قفل نصب کرتا ہے یا کسی کے ذریعے سے فلاں کام کرتا ہے تو کیا اس قسم کی خبر کی نسبت یہ کہا جائیگا کہ تم اس پر ایمان لاؤ ہرگز نہیں۔ حالانکہ یہاں حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اسکو آیت یعنی نشانی قدرت کی سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے کلام پر ایمان لانا منظور نہیں جب ہی تو حیلے اور بہانے ہو رہے ہیں۔ وہ خود براہین احمدیہ صفحہ (۴۹۵) میں لکھتے ہیں۔

واصل کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رو بخدا بھی ہوا۔ اور پھر کامل طور پر رو بخلق بھی پس وہ ان دونوں قوسوں (الوہیت اور انسانیت) میں ایک وتر کی طرح واقع ہے جو دونوں سے تعلق کامل رکھتا ہے۔ جب کامل تزکیہ کے ذریعے سے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے ساتھ تحقیق ہو جائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہو کر اور غرق دریائے بیچون وبیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بیگانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللہ کے پاک رنگ سے کامل رنگینی میسر آئے۔ الخ۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب خود اپنے ذاتی تجربے کی خبر دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت واحد میں رو بخلق ور و بخدا ہوتے ہیں اور یہ باتفاق جمیع اہل اسلام مسلم ہے کہ انبیا کا رتبہ بہ نسبت اولیاء اللہ کے بدرجہا بڑھا ہوا ہے تو اسی نسبت سے ان کی حضوری بھی اولیا کی حضوری سے بڑھی ہوئی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس حضوری میں درخواست واجابت فوراً ہو سکتی ہے۔ پھر جب حقتعالیٰ ان معجزات کی خبر دیتا ہے تو اتنا تو حسن ظن کر لیتے کہ جس طرح ہم نے کسی مقام میں لکھا ہے کہ وقت واحد میں ہم رو بحق اور رو بخلق رہتے ہیں۔ اسیطرح عیسےٰ علیہ السلام بھی ہونگے۔ مگر اس تحریر کے وقت وہ بات مرزا صاحب کے حافظے سے نکل گئی۔ اگر واقع میں ان کی ایسی حالت ہوتی تو بھول نہ جاتے۔ اب غور کیا جائے کہ آپ تو انبیا کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے

اور شکایت یہ کہ اپنی نبوت کا حسن ظن نہیں کیا جاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کو تقرب الٰہی میں اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

مرزا صاحب کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا ثابت نہیں۔ باوجود اسکے یہ عجائبات صادر ہوتے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر دعا کے خلاف عقل معجزات اُن سے کیونکر صادر ہو گئے اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ معجزات انھیں کے اقتداری افعال ٹھیرائے جائیں اور مرزا صاحب اسپر اسقدر اڑے ہیں کہ کتنی ہی حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں سنائیے ایک نہیں سنتے دیکھ لیجئے کہ تمام تفاسیر وکتب احادیث پر ان کی پوری نظر ہے اور وہ بہ آواز بلند سنا رہے ہیں کہ وہ معجزات خدا کے اذن اور حکم واجازت سے تھے اور انکی ذاتی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہ تھا مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ وہ کسی کی سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے اُن کے معجزوں کی خبر دی ہے تو ضرور اس کا وقوع ایسے طور پر ہوا ہے کہ اسپر ایمان لانے میں کوئی شرک نہیں مثلاً یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ کو اُن کی نبوت دلوں میں متمکن کرنا اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم کرنا منظور تھا اسلئے اُن کے دعوے کے وقت خود حق تعالیٰ ان چیزوں کو وجود بخش دیتا تھا تو کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ باوجودیکہ آیت قرآنیہ کے معنی پورے طور پر بن جاتے ہیں مگر صرف اس غرض سے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے ثابت ہوں تو اپنی مساوات فوت ہو جاتی ہے۔ قرآن کے معنی بگاڑ رہے ہیں جس سے حق تعالیٰ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی بات قرآن میں بیان کی جس سے لوگ مشرک ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی ہٹ دھرمیوں سے بہت احتراز کیا کریں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي اَصْحَابِ السَّعِيْرِ الآیہ یعنی فرشتوں کے سوال کے جواب میں دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ

میں ہوتے فَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ۔

مرزا صاحب عبارت مذکورہ بالا میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی آیات بھی باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اسکو طاقت بخشی گئی تھی انتہیٰ ہم بھی تو اسی آواز کو سنکر ایمان لائے ہیں کہ احیاء موتی اور ابراء اکمہ و ابرص وغیرہ عجائب اس قوت سے کرتے تھے جو ان کو حق تعالیٰ نے بخشی تھی۔ یہ کس نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذاتی اور فطرتی قوت سے جو ہر فرد بشر میں رکھی ہے یہ کام کرتے تھے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ عام فطرتی طاقت سے کام لیتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اگر یہی بات ہے تو مرزا صاحب میں بھی وہ فطرتی طاقت جو ہر فرد بشر میں مودع ہے موجود ہے میدان میں آکر دعوی وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وغیرہ کا کریں۔ اور جس طرح حق تعالیٰ کی اخبار سے ہمیں اسکی تصدیق ہو گئی ہے۔ اسی طرح اپنے دعوے کی بھی تصدیق کرا دیں۔ مگر یہ ان کی حد امکان سے خارج ہے یہ کاغذ کے سفید چہرے کو سیاہی سے زینت دینا نہیں ہے کہ قلم اٹھایا اور چند صفحے لکھڈالے۔ یہاں نہ قلم کی ضرورت ہے نہ زبان آوری کی حاجت۔ ادھر کُن باذن اللہ منہ سے نکلا ادھر جو چاہا فوراً وجود میں آگیا۔

مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر فرد بشر کی فطرت میں مودع ہے۔ مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں سو یہ افترائے محض ہے ممکن نہیں کہ اس دعوے پر کوئی آیت پیش کریں قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

براہین احمدیہ صفحہ (۴۳۵) میں انجیل یوحنا سے نقل کیا ہے کہ یروشلیم میں ایک حوض ہے اس کے پانچ اسارے ہیں ان میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی

بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی منتظر تھی کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر اس کو ہلاتا تھا پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا انتہیٰ۔ اور نیز براہین احمدیہ صفحۂ (۴۵۴) میں لکھتے ہیں۔ بلاریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عائد ہوتے ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتے انتہیٰ۔

اور ازالۃ الاوہام صفحۂ (۳۲۲) میں لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور اُن میں پھونک مار کر انھیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب یعنی مسمریزم تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ فتدبر فانہ نکتہ جلیلۃ ما یلقیہا الا ذو حظ عظیم انتہیٰ۔

مرزا صاحب خود ہی براہین احمدیہ صفحۂ (۳۳۰) میں لکھتے ہیں۔ انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے۔ بلکہ الٰہی شان تو ایک طرف رہی معمولی راستی اور صداقت کہ جو ایک مصنف اور دانشمند متکلم کے کلام میں ہونی چاہیئے انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا کس نے خون کیا انہیں تالیفات اربعہ نے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی انتہیٰ۔

اب دیکھئے کہ جن کتابوں کو محرّف مبدل ظلمانی خیال اور باعث گمراہی خود ہی بتاتے ہیں انہی کتابوں سے ایک قصہ نقل کر کے قرآن میں شبہات پیدا کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں ان کا مدار اس حوض پر تھا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے اور اُن کی نبوت کا ذکر جو قرآن میں ہے اور جو منشاء معجزات ہے وہ ایک فطرتی قوت تھی جو ہر فرد بشر میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مساوی کر دینے میں خوب ہی زور لگایا۔

مگر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت قرآنی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک وہ خبر نہ دیجائے جو رسولوں کو دی گئی۔ اللہ اس مقام کو بہتر جانتا ہے جسکو رسالت کیلئے خاص کرتا ہے۔ جو لوگ خود پسند ہیں گناہگار رہیں۔ ان کو عنقریب اللہ کے ہاں ذلت و رسوائی اور بڑا سخت عذاب ان کی فتنہ انگیزیوں کے سبب پہنچیگا۔ حاصل یہ کہ جو لوگ انبیا کی خصوصیات اور مراتب کو دیکھکر نبوت کی تمنا کرتے ہیں دنیا میں رسوا اور آخرت میں عذاب شدید کے مستحق ہوتے ہیں جسکو خدا کے کلام پر پورا ایمان اور تھوڑی سی بھی عقل ہو ممکن نہیں کہ کسی نبی کی برابری کا دعویٰ کرے

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب ایسا حوض عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھا کہ مایوس العلاج امراض والوں کو صرف اس میں ایک غوطہ لگانے سے شفا ہو جاتی تھی تو تمام روئے زمین کے بیمار وہاں جمع رہتے ہونگے تو پانچ اساروں میں ان کی گنجائش کیونکر ہوتی ہوگی اور جب یہ یقین تھا کہ جو پہلے حوض میں کود ے اسی کو صحت ہوتی ہے تو ہر شخص یہی چاہتا ہوگا کہ سبقت کر کے سرور صحت حاصل کر لے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص دوسرے سے کہے کہ تم صحت پا کر جلدی سے چلے جاؤ

ادہم اُس فرشتے کے انتظار میں یہاں سڑتے پڑے رہینگے اور اُن پانچ اساروں میں کس قدر گھوسم گھاسا اور خانہ جنگیاں ہوتی ہونگی۔ کتنے تو اسی بھیڑ میں دم گھٹ گھٹ کر مرتے ہونگے اور کتنے پانی میں گرا گرا کر ڈبوئے جاتے ہونگے اور کتنوں کا زدوکوب سے خون ہوتا ہوگا۔ پھر اُس فرشتے کے اترنیکا وقت معلوم نہونے کی وجہ سے لوگوں کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا ہی ہوگا جس سے ہوا میں عفونت اور سمیت پیدا ہوکر صدہا آدمی مرتے ہی ہونگے۔ غرض کوئی عاقل قبول نہیں کرسکتا کہ ایک غیر معین شخص کی صحت کے واسطے صدہا موتیں گوارا کی جاتی ہونگی۔ پھر اس فرشتے کو اتنا بخل یا آدمیوں سے عداوت کیوں تھی کہ کبھی کبھی پانی میں اترکر ہلا دیتا تھا۔ اگر گھنٹے یا آدھ گھنٹے پر پانی میں اترا کرتا تو کیا اسکو سردی ہوجاتی یا فالج وغیرہ کا مادہ پیدا ہوجاتا۔ اور اسکی وجہ کہ جو مریض سب سے پہلے اس میں کودے وہی شفایاب ہوجائے اگر کر اس میں زہریلا مادہ تھا تو ہر طرف تھا کیونکہ کوئی ایک جگہ معین نہ تھی جس سے شفا متعلق ہو۔

الغرض عقل کی رو سے یہ بات ہرگز سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے حوض کا کہیں بھی دنیا میں وجود ہوا ہو مرزا صاحب نے انجیل پر ایمان لاکر قرآن پر اس حوض سے ایسے ایسے اعتراضات قائم کردئے جن کی نسبت فرماتے ہیں کہ "وہ اعتراضات اُٹھ نہیں سکتے"۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن پر ایمان لاکر یہ نہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جو معجزات عیسٰے علیہ السلام کو دئے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ ان میں ایسے مصنوعی قصوں سے کسی قسم کا شبہ واقع ہو۔ اس لئے کہ حقتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ۔ یعنی عیسٰے علیہ السلام کو ہمنے کھلے کھلے معجزے دئے تھے۔ جن میں کوئی شک وشبہ ممکن نہ تھا۔۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح کے عمل الترب یعنی مسمریزم سے وہ مردے جو زندہ ہوتے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہوجاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مرجاتے تھے کیونکہ بذریعۂ عمل الترب روح کی گرمی اور زندگی صرف عارضی طور پر ان میں پیدا ہوجاتی تھی انتہی۔ قرآن شریف میں صاف طور پر

وَيُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللهِ ہو گر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ" کوئی مردہ انہوں نے زندہ نہیں کیا بلکہ۔ جیسے قریب الموت شخص کو جواہر مہرہ وغیرہ سے چند منٹ کیلئے گرمی آجاتی ہے اسی طرح عیسی علیہ السلام بھی چند منٹ کے لئے قریب الموت شخص کو کسی قسم کی گرمی پہنچا دیا کرتے تھے"۔ مگر اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ ابتک کوئی مسلمان اس کا قائل ہوا بلکہ مسیح کا نام اسلام میں احیائے اموات اور شفائے بیماروں کے باب میں ایسا مشہور اور ضرب المثل ہے جیسے حاتم کا نام جود وسخا میں۔ قرآن و حدیث سے مرزا صاحب کو وہیں تک تعلق ہے کہ اپنا مطلب بنے اور جب کوئی بات اُن کی مرضی اور مقصود کے خلاف نکلی تو پھر نہ قرآن کو مانیں نہ حدیث کو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے ہونگے کہ وہ مسمریزم سے حرکت دیا کرتے تھے (مسمریزم کو نکلا تو سو برس بھی نہیں ہوئے۔ چنانچہ فن مسمریزم کی کتابوں میں لکھا ہے کہ" یورپ وسطی میں۔ راین نام ایک بڑا دریا ہے جس کے کنارے پر چھوٹا سا قصبہ سپٹین نامی مشہور ہے اُس قصبے میں ۵ مئی ۱۷۳۴ء میں ایک مشہور ڈاکٹر جس کا نام انتونی مسمر تھا پیدا ہوا اور اُس نے اپنی بے حد کوششوں سے اس فن کو ایجاد کیا چنانچہ اسی کے نام سے مسمریزم مشہور ہوا۔ اب مرزا صاحب کے اس قول کو بھی یاد کر لیجئے جو فرمایا تھا کہ قرآن کا ایک لفظ کم و زائد نہیں ہو سکتا۔ دیکھ لیجئے قرآن کے کل الفاظ اپنی جگہ رکھے رہے اور مرزا صاحب نے عیسے علیہ السلام کے معجزات کا خاتمہ کر دیا۔

غرض مرزا صاحب نے جو معنی اس آیت شریف کے تراشے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے ابو منصور نے قولہ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ کے معنی تراشے تھے مسلمانوں کو ان کی پیروی میں سخت ضرر اُخروی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی جو لوگ خدا و رسول کی مخالفت کرتے ہیں خوار و ذلیل

ہو گئے جیسے وہ لوگ ذلیل ہوئے جو اُن سے پہلے تھے اور ارشاد ہے قولہ تعالیٰ

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ

جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا یعنی جو مخالفت کرے رسول اللہ کی جب کھل گئی اُس پر راہ ہدایت اور مسلمانوں کے رستے کے سوا دوسرا رستہ چلے تو جو رستہ اُس نے اختیار کر لیا ہے ہم اس کو وہی رستہ چلائے جائیں گے اور آخر کار اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس آیت شریفہ میں کمال درجے کی تخویف ہے اس لئے کہ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص نیا طریقہ ایجاد یا اختیار کرے اُس سے توفیق الٰہی مسدود اور منقطع ہو جاتی ہے اور صراط مستقیم سے علٰحدہ کر کے حق تعالیٰ اسکو ایسے رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جہنم میں نکلے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آج کل کے مسلمانوں میں جو فتور و قصور عمل ہو گیا ہے وہی طریقہ اختیار کیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کتب اہل سنت و جماعت میں جو طریقہ عمل و اعتقاد کا مذکور ہے وہ اختیار کیا جائے۔

مرزا صاحب کو اس کا بڑا ہی غم ہے کہ نیچری قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۵۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حال کے نیچریوں کے دل میں کچھ بھی عظمت قال اللہ و قال الرسول کی باقی نہیں رہی" انتہیٰ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اگر وہ مرزا صاحب کی اس قسم کی تقریریں کہیں سن لیں تو یہ کہنے کو مستعد ہو جائیں گے کہ مرزا صاحب کے دل میں بھی عظمت نہیں۔ جب ہی تو خدا اور رسول جن کی عظمت بیان کی جاتی ہے وہ اُن کی توہین کرتے ہیں۔ اور اپنی ذاتی غرض کے مقابلے میں نہ خدا کی بات مانتے ہیں نہ رسول کی

آپ نے دیکھ لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے جن کو متعدد مقاموں میں حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور آیات بینات کہا۔ مرزا صاحب نے اُن کے ابطال میں کیسی کیسی باتیں بنائیں۔ ان کو مشرکانہ خیال قرار دیا اور کہا کہ وہ معمولی طاقت بشری سے صادر ہوتے ہیں اور حوض کی وجہ سے وہ مشتبہ ہو گئے تھے۔ اور مسمریزم وہ اثر جو تھے۔ آب از سر گذشت چہ یک نیزہ وچہ یکدست۔

اور اس معجزے میں بھی مرزا صاحب کو کلام ہے جو اس آیۂ شریفہ میں مذکور ہے قولہ تعالیٰ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی اے بنی اسرائیل جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا اور لگے اُس کے بارے میں جھگڑنے اور جو تم چھپاتے تھے اللہ کو اس کا پردہ فاش کرنا منظور تھا۔ پس ہم نے کہا گائے کے گوشت کا کوئی ٹکڑا مردے کو مارو اسی طرح جیسے وہ مردہ زندہ ہوا اللہ مردوں کو جلائے گا اور اللہ تم کو نشانیاں دکھلاتا ہے کہ تم سمجھو کہ قیامت کا ہونا برحق ہے۔ تفسیر درمنثور و ابن جریر وغیرہ معتبر تفاسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین کی متعدد روایتوں سے یہ واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا مالدار شخص تھا اُس کو کسی نے قتل کر کے دوسرے قبیلے میں ڈال دیا اس غرض سے کہ قاتل کا پتا نہ لگے اس قتل سے قبیلوں میں سخت خصومتیں اور فساد پھیلا عقلا نے کہا کہ خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہیں ان سے دریافت کر لو اصل واقعہ ابھی معلوم ہو جاتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ایک گائے لانے کو کہا وہ لوگ اس کی تعمیل نہ کر کے فضول باتیں پوچھنے لگے کہ وہ کیسی ہونی چاہئے۔ اس کا رنگ روپ وغیرہ کس قسم کا ہو۔ غرض جن اوصاف کی گائے بیان کی گئی زر خطیر صرف کر کے اسکو خرید ا

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اُسکو ذبح کرکے ایک ٹکڑا اس کا مقتول پر مارو وہ زندہ ہوجائیگا پھر جو چاہو اسی سے پوچھ لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور وہ شخص زندہ ہوا اور قاتل کا نام بیان کرکے مرگیا۔ یہ خلاصہ قرآن وحدیث کا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ خیال کیا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت بھی کردی جائے تو یہ احتمال پیش ہوگا کہ ممکن ہے کہ زمین پر اترنے سے پہلے وہ زندہ کئے جائیں اس احتمال کو رد کرنے کی غرض سے تمام قرآن پر انہوں نے نظر ڈالی اور جن جن آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا اُن سب میں تاویل کرکے اپنی مرضی اور غرض کے مطابق قرآن بنالیا۔ چنانچہ اس آیت کو اس طرح رد کرتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۴۹) میں فرماتے ہیں کہ ایسے قصوں میں قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مُردہ زندہ ہوگیا تھا اور واقعی طور پر کسی قالب میں جان پڑگئی تھی بلکہ یہودیوں کی ایک جماعت نے خون کیا تھا ان کو یہ تدبیر سمجھائی گئی کہ ایک گائے ذبح کرکے لاش پر نوبت بہ نوبت اُس کی بوٹیاں ماریں اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو اس لاش سے ایسی حرکتیں صادر ہونگی جس سے خونی پکڑا جائے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتا لگ سکتا ہے انتہی۔ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ کسی عبارت سے زندہ ہونا نہیں نکلتا کیا یہ کافی نہیں کہ حق تعالیٰ تمام قصہ بیان کرکے فرماتا ہے کَذٰلِكَ یُحْیِی اللّٰهُ الْمَوْتٰى جس کا مطلب ظاہر ہے کہ جیسے یہ شخص زندہ ہوا اسی طرح حق تعالیٰ مُردوں کو زندہ کریگا مرزا صاحب کے قول پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جیسے بوٹی مارنے سے اُس کے حرکت ہوئی ویسے ہی خدا مُردوں کو زندہ کریگا یعنی کسی قالب میں جان پڑیگی۔ چونکہ مرزا صاحب حشر اجساد

کے قائل نہیں اس لئے یہ بات ان کے مذہب پر ٹھیک نہیں آتی۔

آیت موصوفہ سے اسیقدر معلوم ہوتا ہے کہ موسے علیہ السلام نے اُن لوگوں پر دو باتوں کی فرمائش کی تھی۔ ایک گائے کو ذبح کرنا۔ دوسری اُس کی بوٹی مقتول پر مارنا بقول مرزا صاحب۔ تیسری تدبیر یہ بھی بتائی گئی کہ قاتل مسمریزم کی مشاقی بھی حاصل کرلے۔ چونکہ وہ بغیر سیکھنے کے نہیں آتی اس لئے ضرور موسے علیہ السلام نے قاتل کو بلاکر مسمریزم کا طریقہ سمجھا دیا ہوگا کہ اس طرح سے بوٹی مارو تو لاش حرکت کریگی جس سے تم گرفتار ہوجاؤگے اور قاتل نے بھی اُسکو بطیب خاطر قبول کرکے مسمریزم میں مشاقی حاصل کرلی کیونکہ بغیر مشاقی کے مسمریزم کا عمل پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۱۲) میں لکھتے ہیں کہ ”عمل الترب یعنی مسمریزم میں مسیح بھی کسی درجے تک مشق رکھتے تھے“ یہ بات غور طلب ہے کہ ایسا عمدہ طریقہ قاتل کے گرفتار کرنے کا اس مقام پر قرآن میں کیوں بیان نہیں کیا گیا جہاں بوٹی مارنے کا ذکر ہے مسمریزم کا ذکر بھی ہوجاتا اور اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ پولس کو قاتل کے گرفتار کرنے میں بڑی مدد ملتی اور بہت سے بیجرم رہائی پاتے اب تو مسمریزم شائع بھی ہے۔ اگر مرزا صاحب گورنمنٹ کو یہ رائے دیں تو مرزا صاحب کی بڑی نام آوری ہوگی یہ بھی مرزا صاحب کی قرآن ومعارف دانی ہے جس کے سبب بے نظیر ہونیکا فخر ہے۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۲۶) میں فرماتے ہیں کہ ”خدائے تعالیٰ کی عنایت خاصہ میں ایک یہ بھی مجھ پر ہے کہ اُس نے علم حقائق معارف قرآنی مجھکو عطا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآنی حاصل ہو کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ انبیاء کے معجزات مبینہ قرآن کی حقیقت جو مرزا صاحب پر کھلی وہ مسمریزمی عمل تھا فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے

آج تک کسی پر نہ کھلی۔ مگر ظاہر بین تو یہی سمجھینگے کہ نصاری کو یہ کام کرتے دیکھکر آپ نے قیاس جمایا اگر مسمریزم کے خود موجد ہوتے تو کسیقدر اس خیال کی گنجائش تھی کہ آپکے کشف والہام کو اس میں دخل ہے۔ اب اس الہام کا افتخار حاصل ہے تو مسمر صاحب کو ہے جو کل مسمریزمی خیالوں کے استاد ہیں۔

مرزاصاحب کو اس باب میں جو الہام ہوا ہے وہ وہی الہام ہے جو مسمر صاحب کو ہوا البتہ اس قدر فرق ہے کہ وہ اُس کے موجد ہونے کی وجہ سے نیکنام ہوئے اور مرزاصاحب اس بات کے موجد ہیں کہ اسکو انبیاء کے معجزات قرار دیں ۔ اب ایسا الہام جو ابتداءً ایسے دل پر ہوا تھا جو تثلیث کی نجاست میں متلطخ تھا۔ کیونکر اس قابل سمجھا جاسکے کہ پاک دلوں کو مکدر اور نجس کرے اور اس یقین کے بعد کیا کوئی مسلمان لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ والے پاکیزہ دلوں کو اُس کا اثر کرنا خیال کرسکتا ہے یہ الہام مشتے نمونہ از خروارے ہے جس سے اور الہاموں کا حال بھی اہل فراست سمجھ سکتے ہیں۔

اگرچہ مرزاصاحب نے مسمریزم پر معجزے کا قیاس اس قرینے اور اٹکل سے کیا ہے کہ مسمریزم کا عمل ہے ہر شخص نہیں کرسکتا اور ایسا شخص لوگوں میں ممتاز بھی ہوجاتا ہے مگر ایسے اٹکلوں اور قیاسوں سے ہمارا دین مانع ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ۔ ترجمہ مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں اور خود بھی ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۴۵) میں لکھتے ہیں ایک نئے معنی اپنی طرف سے گھڑ لینا بھی تو الحاد اور تحریف ہے خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچائے آپ خود غور فرمائیں کہ حق تعالیٰ اکابر انبیاء کے معجزات کی خبریں دیکر اُن کی فضیلت اپنے کلام پاک میں بیان فرماتا ہے اُن معجزات کو مسمریزم قرار دینا کیا یہ نئے معنی نہیں ہیں اور بقول آپکے یہی تو الحاد ہے

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حق تعالیٰ نے جن انبیا کے معجزے قرآن شریف میں بیان کیے اُس کا مطلب یہی ہے کہ اپنی غیبی تائیدیں دیکر اُن سے ایسے ایسے افعال عجیبہ صادر کرائے جن کا صدور دوسروں سے ممکن نہیں اور یہ غیبی تائیدیں اُن حضرات کی عظمت اور علو شان پر دال ہیں۔ مگر مرزا صاحب جہانتک ہوسکتا ہے مسمریزم میں اُن کو داخل کرکے اُن کی توہین اور تذلیل کرتے ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۹) میں لکھتے ہیں "یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل مسمریزم ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اُسکو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ مرزا صاحب کے اس قول پر کہ میں بھی اگر چاہتا تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دکھلاتا۔ عمیر تبان کا قول یاد آتا ہے۔ جس کو ابن حزم نے ملل و نحل میں لکھا ہے کہ عمیر تبان نے کوفے میں نبوت کا دعویٰ کرکے بہت سے لوگوں کو فراہم کرلیا تھا جب اپنے اصحاب میں بیٹھتا تو اکثر کہتا کہ اگر میں چاہوں تو اس گھانس کو ابھی سونا بنا دوں۔ آخر خالد ابن عبد اللہ قیصری نے اُس کو قتل کیا انتہیٰ۔ غرض مرزا صاحب کی تقریر سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیا جو معجزے دکھلاتے تھے وہ در اصل عمل مسمریزم تھا جو مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ یہاں یہ امر محتاج بیان نہیں کہ جو لوگ ایسے قبیح کام کرکے اُن کو معجزہ من جانب اللہ بتائیں وہ کس قسم کے آدمی سمجھے جائینگے۔ حالانکہ حق تعالیٰ اُن کی فضیلت کی تصریح فرماتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ترجمہ وہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ایک کو دوسرے سے اللہ نے بعضوں سے کلام کیا اور

بعضوں کے درجے بلند کئے اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو نشانیاں صریح اور قوت دی ہم نے روح القدس سے انتہیٰ۔ اب اس کلام کے سننے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو جرأت ہو سکتی ہے کہ ان معزز حضرات میں سے کسی کی توہین و تذلیل کرے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ کو عزت ہے اور اُس کے رسول کو اور مسلمانوں کو لیکن یہ بات منافق لوگ نہیں جانتے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۳۹) میں فرماتے ہیں افسوس ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق و معارف قرآنیہ اور دقائق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں۔ محرمات اور بدعات ہی میں داخل کر لیتے ہیں۔ خود ہی غور فرمائیں کہ جب حقائق قرآنیہ یہ ہوں کہ حق کی حقیقت باطل یعنی معجزے کی حقیقت مسمریزم اور عزت کی حقیقت ذلت اور نبی معزز کی حقیقت ذلیل وغیرہ ثابت ہو رہی تو تھوڑی الٹ پلٹ میں اسلام کی حقیقت کفر اور کفر کی حقیقت اسلام ثابت ہو جانے کو کیا دیر لگیگی اور تعجب نہیں کہ اسی قسم کا خیال پختہ بھی ہو گیا ہو۔

افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو جس قدر کہ مسمریزم سے خوش اعتقادی اور اسپر وثوق ہے خدائے تعالیٰ کی قدرت پر نہیں اگر عقل کی راہ سے بھی دیکھا جائے تو خدائے تعالیٰ کا اُس مردے کو زندہ کرنا جس قدر اطمینان بخش ہے مسمریزم کی بدنما کارروائی سے نہیں ہو سکتا مگر مرزا صاحب کی عقل اُسی کی مقتضی ہوئی۔ سید احمد خاں صاحب بھی اس مردے کے زندہ ہونے کو نہیں مانتے چنانچہ تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا اور قاتل معلوم نہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہیں اور انہیں میں قاتل بھی ہے مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں جو لوگ در حقیقت

قائل نہیں وہ بسبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے۔ مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانے میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہے ایسا نہیں کرنے کا اور اسیوقت معلوم ہو جائے گا اور وہی نشانیاں جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھی ہیں لوگوں کو دکھا دیگا انتہی۔ خاں صاحب تو خدا کا نام تبرکاً لیا کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں بھی اپنا نام رہے اس لئے ان کا صفت احیائے موتی سے انکار کرنا بے موقع نہیں مگر مرزا صاحب سے حیرت ہے کہ اس مسئلے میں وہ بھی اُن کے ہم خیال ہوگئے اور صرف اتنی اصلاح کی کہ مردے کی حرکت مسمریزم کی وجہ سے تھی۔ خاں صاحب کی رائے مرزا صاحب سے کم نہ تھی۔ مگر چونکہ وہ فن تاریخ میں مہارت رکھتے تھے ان کو معلوم تھا مسمریزم کا اُس وقت وجود ہی نہ تھا۔ اس لئے اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے دیکھا کہ جو لوگ خلاف قرآن و حدیث حسن ظن سے اپنی بات کو مان لینگے اُن پر خلاف تاریخ مان لینا کیا دشوار ہے غرض ان لوگوں نے قرآن کو کھلونا بنا لیا ہے۔ اس کی کچھ پروا نہیں کہ خدا کے کلام کو بگاڑنا اور اُس کی مرضی کے خلاف تفسیر کرنا کس درجے کا گناہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں اس سے یہ غرض ہے حسن ظن والے سمجھ جائیں کہ وہ تفسیر بالرائے نہیں کرتے۔ اس آیۂ شریفہ میں بھی مرزا صاحب کو کلام ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔

ترجمہ ۔ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھکو کیونکر جلائیگا تو مردے تو فرمایا کیا تم نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں۔ لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تم پکڑ و چار جانور اڑتے پھر ان کو ہلاؤ اپنے ساتھ پھر ڈالو ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو پکارو کہ وہ آئیں تمہارے پاس دوڑتے اور جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔ انتہیٰ ۔ مقصود ان پرندوں کے ہلانے سے یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس بات میں پوری شناخت ان کی ہو جائے اور زندہ ہونے کے بعد ان کی آواز پر دوڑ آئیں اور ابراہیم علیہ السلام کو شناخت کی وجہ سے دوسرے پرندوں کا اشتباہ نہو ابن عباس فرماتے ہیں کہ صرھن کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے فصرھن اے قطعھن در منثور میں امام سیوطی رحمہ نے نقل کیا ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فصرھن قال ہی بالنبطیہ شققھن اور اسی میں یہ بھی عبارت ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال وضعھن علی سبعۃ اجبل واخذ الرؤس بیدہ فجعل ینظر الی القطرۃ والریشۃ تلقی الریشۃ حتی صرن احیاء لیس لھن رؤس فجئن الی رؤسھن فدخلن فیہا یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ان پرندوں کے ٹکڑے کر کے سات پہاڑوں پر رکھ دیئے اور سروں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر قطرے سے قطرہ اور پر سے پر ملنے لگے جس کو وہ دیکھ رہے تھے ۔ یہاں تک وہ زندہ ہو گئے اپنے اپنے سروں سے آملے ۔ ان روایات کے بعد اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں پرندوں کی بوٹیاں پہاڑوں پر رکھی گئیں جو زندہ ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر آگئے اور انہوں نے ان کے زندہ ہونے کو بچشم خود دیکھ لیا ۔ اور سیاق آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ ان کی درخواست یہ تھی کہ مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت دکھلائی جائے کما قال ربِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی

اس پر ارشاد ہوا کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں عرض کیا ایمان تو ہے لیکن میں اس سے اپنی خلت کا اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر میں فی الواقع خلیل ہوں تو یہ دعا مقبول ہو جائے درحقیقت انہوں نے اس دعا کی اجابت کو اپنی خلت کی نشانی قرار دی تھی۔ نفس احیائے موتے سے چنداں تعلق نہ تھا چنانچہ امام سیوطی رحمہ نے درمنثور میں لکھا ہے۔

عن ابن عباس رضؓ فی قولہ ولکن لیطمئن قلبی یقول انک تجیبنی اذا دعوتک وتعطنی اذا سألتک یعنی یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ اگر خلت متحقق ہے تو میری دعا قبول ہو گی

اور جو مانگوں گا وہ تو دیگا اور نیز درمنثور میں ہے۔ عن السدی یقول رب ارنی کیف

تحیی الموتی حتی اعلم انی خلیلک قال اولم تومن یقول تصدق بانی خلیلک قال بلی ولکن لیطمئن قلبی بخلولتک یعنی احیائے موتے کی دعا اس غرض سے کی کہ اس کے قبول

ہونے سے خلت کا یقین ہو جائے۔ ارشاد ہوا کیا اس کا یقین نہیں عرض کی یقین تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں جو دعا کی قبولیت پر موقوف ہے۔ اب اس سوال و جواب اور دوسرے قرائن پر غور کرنے کے بعد عقل سے تھوڑا سا کام لیا جائے کہ باوجود قدرت کے خدائے تعالیٰ اپنے خلیل کو نشانی دکھلا کر مطمئن فرمایا ہو گا یا نہیں ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے نہ بحسب روایات اس کا انکار ہو سکتا ہے نہ بحسب درایت۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہ کوئی پرندہ زندہ ہوا نہ خلیل اللہ کی دعا قبول ہوئی بلکہ دعا پر یہی حکم ہوا کہ مسمریزم کے ذریعے سے پرندوں کو اپنی طرف کھینچ لو تو معلوم ہو جائے گا کہ مردے بھی ایسے ہی زندہ ہونگے چنانچہ لکھتے ہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ جو قرآن میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ اُن کو اجزا متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے۔

یہ بھی مسمریزم کی طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک

ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف اپنی طرف کھینچ لے فتدبر ولا تغفل ۔ انتہی ۔

اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ فخذ اربعۃ من الطیر میں جو فا ہے گویا تفریع اسی دعا پر ہے

جو مردوں کو زندہ کرنے کے باب میں تھی جس سے ظاہر ہے کہ وہ دعا قبول

ہوئی اور پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم ہوا ورنہ صاف ارشاد ہو جاتا کہ یہ دعا کسی مردوں کو

زندہ کرنا تو اس عالم میں نہیں ہوسکتا بلکہ خلاف مرضی دعا ہوتی تو اس پر عتاب ہو جاتا

جیسے دیدار الٰہی کی درخواست کرنے والوں پر عتاب ہوا تھا جن پر بجلی گرائی گئی

اور وہ جلکر ڈھیر ہوگئے کما قال تعالیٰ قَالُوٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَہۡرَۃً فَاَخَذَتۡہُمُ الصّٰعِقَۃُ

غرض جب قرآن سے معلوم ہوا کہ دعائے احیائے موتیٰ قبول ہوئی تو اسکے بعد

بجائے احیائے موتے مسمریزم کا خیال کرنا گویا در پردہ یہ کہنا ہے کہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ

کو احیائے موتیٰ کی قدرت نہ تھی اور مسمریزم کے عمل کے بعد بھی اُن کا مقصود جو خلت کی نشانی

معلوم کرنا تھا حاصل نہ ہوا کیونکہ نشانی تو احیا رتھی اور اُس عمل سے جو معلوم ہوا اسیقدر

تھا کہ انسان کے روحانی تصرف سے جانور بھی مسخر ہو جاتے ہیں جس سے اُن کی دعا

کو کوئی تعلق نہیں اور اگر یہ غرض تھی کہ اس پر قیاس کریں کہ جیسے پرندے بلاتے

ہی آجائیں گے روحوں کو بھی خدائے تعالیٰ ایسا ہی بلالیگا تو یہ مثال قائم کرنے

کے لئے اس سے آسان طریقہ یہ تھا کہ کسی خادم کو پکارنے کا حکم ہو جاتا جو پرندوں سے

بھی پہلے پکارتے ہی آکھڑا ہوتا اور مسمریزم کی مشاقی حاصل کرنے کی زحمت جو ضرورت

سے زیادہ تھی اٹھانی نہ پڑتی ۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو احیائے موتے دیکھنے

سے خواہ خلت کی نشانی معلوم کرنا منظور ہو یا مشاہدۂ احیا اس مسمریزم سے دونوں

مقصود فوت ہیں اور ایمان بالغیب جو پہلے تھا وہی اُس کے بعد بھی رہا نہ دعا سے
کچھ فائدہ ہوا نہ اجابت دعا سے بلکہ بہت بڑا نقصان یہ لازم آتا ہے کہ خلقت کا جو پہلے
سے ایمان تھا نعوذ باللہ وہ بھی جاتا رہے اس لئے کہ باوجود قدرت کے جب اُسکی
نشانی نہیں دکھلائی جائے تو یہی یقین ہو گا کہ در اصل اُس کا وجود نہیں حالانکہ انبیا
اپنے اطمینان کے لئے جب کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو وہ ان کو دکھلائی جاتی ہے۔
چنانچہ زکریا علیہ السلام کے قصے سے ثابت ہے کما قال تعالیٰ قال رب انی یکون
لی غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر قال کذلک اللہ یفعل مایشاء قال رب اجعل لی
آیۃ قال آیتک ان لاتکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا حاصل یہ کہ جب فرشتوں نے زکریا
علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری سنائی کہ آپ کو ایک فرزند ہو گا۔
جس کا نام یحییٰ ہے عرض کی کہ اے رب مجھے کیونکر لڑکا ہو گا ایسی حالت میں کہ میں
بوڑھا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے فرمایا خدائے تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے
پھر عرض کی اے رب اسکی کوئی نشانی مقرر فرما جس سے حمل کا وقت معلوم ہو جائے
ارشاد ہوا کہ تین روز تک تم لوگوں سے بات نہ کرسکو گے سوائے اشارے کے
ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی تھی اور
اُن کی بی بی کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال کی اس وجہ سے ان کو استبعاد ہوا کہ ایسی حالت
میں کیونکر لڑکا ہو گا اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور نشانی جو قرار دیگئی
تھی اُس کا ظہور اس طرح سے ہوا کہ تین روز تک سوائے ذکر الٰہی کے اگر کوئی بات
کرنا چاہے تو زبان رک جاتی صرف ہاتھ یا پیر کے اشارے سے کوئی طلب ظاہر
کرسکتے تھے۔ غرض سنت الٰہی جاری ہے کہ انبیا علیہم السلام جب کسی بات کے

یقین یا اطمینان حاصل ہونے کے لئے کوئی نشانی طلب کرتے ہیں تو اُن کو دکھائی
جاتی ہے پھر خاص خلیل کو اُن کے خلت کے متعلق نشانی باوجود طلب کرنیکے نہ بتائی
جانا ہرگز قرین قیاس نہیں اور یہ ایسا بودا خیال ہے کہ کوئی مسلمان جسکو خلت کے
معنی معلوم ہوں اور قدرت آلہی کو جانتا ہو ہرگز اس طرف توجہ نہیں کرسکتا کہ مسمریزم
سے وہاں کام لیا گیا۔ مرزا صاحب کو صرف اتنا موقع ملگیا کہ آیت شریف فَخُذْ اَرْبَعَۃً
مِنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا میں
لفظ ذبح نہیں ہے اس لئے ہر پرندے کو چار پرندوں کا جزو قرار دیا جس کا مطلب
یہ ہوا کہ ہر پہاڑ پر ان چار پرندوں کا ایک ایک جزو یعنی ایک ایک پرندہ چھوڑ دو۔
اہل فصاحت پر پوشیدہ نہیں کہ مرزا صاحب ثم اجعل الخ کا جو مطلب بتاتے ہیں
کہ وہ پرندے پہاڑوں میں جدا کرکے چھوڑ دو اس کے لئے تو یہ الفاظ ثم فرقہن
فی الجبل کافی ہے اس مطلب کے لئے ثم اجعل علی کل جبل منہن جزءًا کہنا قطع نظر فصاحت
وبلاغت کے فوت ہوجانے کے مضمون بھی دوسرا ہو ہی جاتا ہے اس لئے
کہ اگر یہ مضمون بیان کرنا ہو (ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھدو) تو سوائے ثم اجعل
علی کل جبل منہن جزءًا کہنے کے یہ مضمون ہرگز ادا نہ ہوسکیگا۔ پھر جب مرزا صاحب
والا مضمون دوسرے الفاظ میں ادا ہوسکتا ہے اور یہ مضمون سوائے الفاظ آیت
شریفہ کے ادا نہیں ہوسکتا اور اسی مضمون کی تصدیق صحابہ خصوصًا ابن عباس رضؓ جیسے
صحابی کے قول سے ہو رہی ہے اور اس تصریح کے ساتھ کہ چار پرندوں کے
ٹکڑے سات پہاڑوں پر رکھے گئے تھے تو اسکو چھوڑ کر ایسا مضمون نکالنا جس سے
کلام پایۂ بلاغت وفصاحت سے گرجائے اور کلام آلہی پر ایسا بدنما دھبہ لگے

جسکو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا کس قدر جرأت کی بات ہے اگر مرزا صاحب مثلاً یہ
کہنا چاہیں کہ چار شخص جتنے معین کئے پھر اُن میں سے ہر ایک کو ایک گاؤں بھیجا تو
کیا یہ فرمائینگے ثم ارسلت الی کل قریۃ منہم جزءا میں سمجھتا ہوں کہ بجائے جزء کے واحدا
فرمائیں گے۔ بشرطیکہ اس بحث کا تعلق معلوم نہو اس لئے کہ ایسے موقع میں جب کوئی
پوری خبر بیان کرنا ہو تو جزءاً نہیں کہا جاتا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالنَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ دیکھ لیجئے ایک نبی بقول مرزا صاحب
تمام انبیا کا جزو ہے مگر بین جزءٍ منہم نہیں فرمایا یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے
کہ جس معنی کے مرزا صاحب قائل ہیں کہ واقع میں پرندے پہاڑوں پر چھوڑ دئے
گئے تھے اس معنی پر تو قرآن شریف کی عبارت غلط ٹھیرتی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا
پھر اسی پر اڑے رہنا ضمناً یہ دعویٰ ہے کہ اس مقام میں قرآن میں غلطی ہے۔

مرزا صاحب اپنی عیسویت پر یہ استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ کریم بخش
کی گواہی سے یہ ثابت ہے ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۰۰) میں کہ ایک بزرگ گلاب شاہ نام
نے پیشگوئی کی تھی کہ عیسیٰ لدھیانے میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالیگا۔ اگر وہ بزرگ
فی الحقیقت صاحب کشف تھے تو پیشگوئی اُن کی صحیح نکلی۔ مگر مقام تردد یہ ہے کہ
پھر انہوں نے عیسیٰ کیوں کہدیتے کہ ایک شخص ایسا کام کریگا اس کی وجہ یہ
ہوسکتی ہے کہ انہوں نے کشف میں مرزا صاحب کا دعوی عیسویت بھی دیکھ لیا تھا
اس لئے عیسیٰ کہدیا یعنی عیسیٰ ادعائی اور چونکہ قرآن میں غلطیاں نکالنا عیسیٰ معہود
کی شان کے منافی ہے اس لئے انہوں نے ضمناً یہ بھی کہدیا کہ اگرچہ عیسویت کے
مدعی ہوں مگر عیسیٰ نہیں ہوسکتے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی مجلس میں لوگ کہیں کہ

فلاں شخص شیر ہے اور ایک شخص کہے کہ شیر ایسا ہے کہ بکری سے ڈرتا ہے تو اسکا شیر کہنا اعتراف نہ سمجھا جائے گا بلکہ وہ منافی صفت بیان کرنا اس بات پر دلیل ہوگا کہ اس صفت کا ابطال اسکو مقصود ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ نے تفسیر کبیر میں سحر کے کئی اقسام بیان کئے ہیں منجملہ اُن کے ایک سحر اصحاب اوہام اور نفوس قویہ کا ذکر کیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ آدمی جب قوت وہمیہ اور نفسانیہ بڑھانے میں کوشش کرتا ہے تو وہ قوتیں اس قدر بڑھتی ہیں کہ اُن سے عجائبات صادر ہونے لگتے ہیں۔ اور دوسری قسم استعانت بالارواح الارضیہ لکھا ہے یعنی ارواح ارضیہ کی مدد سے امور عجیبہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ ساحر لوگ عملی تدابیر سے ارواح متأثر پر کچھ ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ مسخر اور فرمان بردار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ان من البیان لسحرا سے بھی اشارتا یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جیسے سحر ارواح ارضیہ میں تاثیر کرکے اُن کو مسخر کر لیتا ہے ایسا ہی بعض بیان بھی اپنے پر زور اثر سے اپنا مسخر بنا لیتے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے مرزا صاحب کی تقریر پر تاثیر گواہ ناطق ہے۔ غرض سحر میں بعض ارواح پر نفسانی اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ مسخر ہو جاتی ہیں پھر اُن سے وہ وہ کام لئے جاتے ہیں جو بالکل غیر معمولی اور حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ الحاصل سحر میں نفوس ساحرہ کی تاثیر بھی ہوتی ہے اور ارواح بھی اُس سے مسخر ہوتی ہیں جو مسمریزم میں ہوا کرتا ہے دیکھ لیجئے مسمریزم کی کتابوں میں وہی تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ جن سے شخص معمول کی روح مسخر ہو جائے اور ایسے کام کرنے لگے جو غیر معمولی اور ظاہراً خارق

عادات ہوں اس سے ثابت ہے کہ مسمریزم ایک قسم کا سحر ہے جس میں مسمر صاحب نے ترقی کر کے اسکو ایک مستقل فن سحر قرار دیا اور چونکہ وہ تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ خوارق عادات کی حد تک بھی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ معجزہ کا اس پر اطلاق ہو سکے کیونکہ معجزہ تو خاص اُس فعل کا نام ہے جو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کسی نبی کے ہاتھ پر اس غرض سے ظاہر کرے کہ سب عاجز ہوں اور کسی دوسرے کو اُس پر قدرت نہو۔ مرزا صاحب اُن چار پرندوں کے زندہ ہونیکو مسمریزمی قوت بتلاتے ہیں اور نیز عیسٰے علیہ السلام کے معجزات جو قرآن شریف میں مذکور ہیں ان کو بھی مسمریزمی عمل قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتیٰ باذن اللہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے یہ تھے کہ پرندے بنا کر اُن میں پھونکتے جس سے وہ زندہ ہو جاتے اور مادرزاد اندھوں کو بینا اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یہ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے اور مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۰۸) میں لکھتے ہیں کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع کی طرح عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے۔ یہ بات جاننا چاہیئے کہ سلب امراض کرنا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالنا درحقیقت یہ سب عمل مسمریزم کی شاخیں ہیں ہر ایک زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب امراض کرتے رہتے ہیں اور مفلوج و نیز برص و مدقوق

دغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت مسیح کے عمل مسمریزم سے وہ مردہ زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مرجاتے تھے۔ واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ جھوٹی حیات جو عمل مسمریزم کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے ایک جھوٹی جھلک کی طرح ان میں نمودار ہو جاتی تھی۔ ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ مسمریزم کے ذریعے سے پھونک کے ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر چڑھتا ہے۔

اب اہل ایمان غور فرمائیں کہ عمل مسمریزم جو یقینی طور پر سحر ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اسی عمل کے ذریعے سے الیسع اور عیسٰے علیہما السلام عجائبات دکھلا کر لوگوں کو مسحور کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو پرندوں کو زندہ کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جو مردہ زندہ ہوا تھا وہ سب مسمریزم ہی کے ذریعے سے تھا جس کا مطلب صاف و صریح طور پر ظاہر ہے کہ یہ انبیائے اولوالعزم ساحر اور جادوگر تھے نعوذ باللہ من ذلک اب ہر شخص قرآن پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ نبی کو ساحر کون لوگ کہا کرتے تھے اس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔

غرض مرزا صاحب جو معجزہ خارق عادت دکھتے ہیں اسکو حتی الامکان مسمریزم میں داخل کر دیتے ہیں جو ایک قسم کا سحر اور قوت بشری میں کے حد کے اندر ہے۔ اب مشکل یہ ہے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ ہر زمانہ

کفار معجزات کو سحر اور انبیا کو ساحر کہا کرتے تھے یہ کوئی نہیں کہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے انبیا کو ایک غیر معمولی قدرت دی ہے جس سے ان خوارق عادات کا صدور صرف باذن الٰہی ہوتا ہے۔ اگر مرزا صاحب بھی اسی کے قائل ہیں کہ ان معجزات کا صدور مسمریزمی قوت انسانی سے ہوتا تھا معلوم نہیں کہ ان دونوں مذہبوں میں مابہ الامتیاز کیا ہوگا۔ پھر اگر اسی مسمریزمی قوت کے آثار معجزات تھے تو مسمریزم کے عمل کرنے والوں کو بھی انبیا کہنا چاہئیے۔ اور اگر معجزہ خاص اور مسمریزم عام ہے تو تصادق کے لحاظ سے نبی کو من وجہ نبی اور من وجہ ساحر کہنا پڑیگا۔ اس آیہ شریفہ میں مرزا صاحب سے پہلے خانصاحب نے تفسیر میں بہت زور لگایا کہ ممکن نہیں کہ وہ پرندے خلاف فطرت زندہ ہوئے ہوں اور نہ کوئی عاقل ایسا سوال کرسکتا ہے کہ دنیا میں مردے کو زندہ کر دکھائے بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی کہ خواب میں یہ بات دکھلا دی جائے چنانچہ اُن کی درخواست منظور ہوئی اور خواب میں چار پرندوں کو زندہ ہوتے دیکھ لیا۔ مرزا صاحب نے یہ تفہیم کی اسکو خواب پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں مسمریزم سے کام نکل سکتا ہے جس سے مقصود بھی حاصل ہوجائیگا کہ معجزہ ثابت نہ ہوگا اور واقعہ کا بھی انکار نہوگا۔ الحمد للہ مرزا صاحب خدائے تعالیٰ کا بہت ادب کرتے ہیں ورنہ جیسے انبیا کو ساحر قرار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ وغیرہ معجزات کو شعبدہ کانہ خیال بتایا ممکن تھا کہ خدائے تعالےٰ کی نسبت بھی کچھ کہدیتے کہ ساحروں کے قصے بیان کرکے لوگوں کو نعوذ باللہ گمراہ کر رہا ہے بات یہ ہے کہ عقلا کی عادت ہے کہ ایسی کوئی بات دل میں آئے تو کسی ایسے پیرایہ میں ظاہر کر دیا کرتے ہیں کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کی رو سے مقصود بھی حاصل ہو اور تصریح قبیح سے بھی احتراز ہو یہ تمام دقتیں اور خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ مرزا صاحب کو نبوت کا دعویٰ ہے اور خارق عادات معجزہ ان سے ظہور میں آنا محال ہے اس لئے وہ معجزات کی توہین کے درپے ہوگئے۔ چنانچہ براہین احمدیہ

میں لکھتے ہیں جو معجزات بظاہر صورت ان مکروں سے متشابہ ہیں گو کہ وہ سچے بھی ہوں تب بھی محجوب الحقیقت اور اُن کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقتیں ہیں اور نیز براہین صفحہ (۴۲۸) میں لکھتے ہیں نہید پنجم۔ جس معجزے کو عقل شناخت کرکے اس کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دے وہ ان معجزات سے ہزار بار درجے افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور کتھا یا قصے کے در منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں اس ترجیح کے دو باعث ہیں ایک تو یہ کہ منقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال پیچھے پیدا ہوئے ہیں جب معجزات دکھلائے گئے تھے تو وہ مشہود اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونیکے باعث سے وہ درجہ اُن کو حاصل نہیں ہوسکتا جو مشاہدات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے ان کے لئے بھی وہ تسلی تام کے موجب نہیں ٹھیر سکتے۔ کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی ان کو دکھلاتے پھرتے ہیں گو وہ مکروفریب ہی ہیں مگر اب مخالف بد اندیش پر کیونکر ثابت کرکے دکھلائیں جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی نے سانپ بناکر دکھلا دیا اور کسی نے مردہ زندہ کرکے دکھلا دیا اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں یہ مشکلات کچھ ہمارے زمانہ ہی میں نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہوگئی ہوں انتہی۔ فی الحقیقت جو معجزات مشاہد و محسوس ہوں زیادہ تر مفید علم ہونگے اور بڑا فائدہ ان سے یہ ہوگا کہ محسوس ہونے کی وجہ سے انبیائے سابقین کی تصدیق اور زیادہ ہوگی کہ جب امتی لوگ ایسے ایسے معجزات دکھلاتے ہیں تو اُن کے نبی کے معجزات جو بالاصالت صادر ہوتے تھے ضرور اعلیٰ درجے کے ہونگے اور جتنے خلاف عقل معجزات کتابوں میں

سکتے ہیں سب کو مان لینے پر عقل مجبور ہو جائے گی اور گویا ان سب کا وقتِ واحد میں مشاہدہ ہو جائے گا اسی وجہ سے جس جس زمانے میں اولیاء اللہ کی کرامات لوگوں نے برأی العین دیکھ لی اُن کو وقوع معجزات میں ذرا بھی شک نہ رہا جو لوگ اس امت مرحومہ میں اولیاء اللہ کے معتقد ہیں کرامات کے تواتر سے معجزات کا اُن کو کچھ ایسا یقین ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت سے بھی کوئی معجزہ ثابت ہو تو اُس کے وقوع میں ذرا بھی تردد نہیں ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اگر معجزات صادر ہوں تو مسلمانوں کے اعتقاد کو اصلی معجزات کی تصدیق میں راسخ اور مستحکم کر دیں گے جس سے نبوت پر ایمان کمل ہو جائے گا اور نئی روشنی والے جو عقلوں کی اطاعت میں ایمان سے علحدہ ہوئے جاتے ہیں دین سے خارج نہوں گے۔ اور ادیان باطلہ پر حجت قائم ہو گی کہ جس نبی کے تابع کا یہ حال ہو تو متبوع یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہو گی۔ پھر اس مشاہدے کی بدولت جن کی طبیعت میں صلاحیت ہے وہ مشرف باسلام بھی ہوں گے اور حدیث شریف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مضمون پورے پورے طور پر صادق آ جائیگا۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان وغیرہ میں لاکھوں آدمی اولیاء اللہ کی کرامات دیکھکر مشرف باسلام ہوتے گئے جس سے دین کی روز افزوں ترقی ہوئی جیسا کہ بزرگان دین کے تذکروں اور تواریخ سے واضح ہے۔

مگر مرزا صاحب ان معجزات کو کتھا اور قصوں کے مد میں داخل کر کے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے وہ شعبدہ بازیاں ہوں۔ مسلمان تو پہلے ہی سے ضعیف الاعتقاد ہو رہے تھے اگر مرزا صاحب کی تقریر خدانخواستہ اثر کر جائے تو رہا سہا ایمان بھی گاؤخورد ہو جائے گا۔ اور پوری پوری نیچریت طبیعتوں میں آ جائیگی۔ مرزا صاحب کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ معجزے دکھلا جکے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی جس کا مقتضی یہ ہے کہ معجزے کل انبیاء کے بے اصل ٹھیر جاتے ہیں

ہاں جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ہر شخص کو بیّنہ اور نشانی طلب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ معجزہ نبوت کا لازمہ ہے۔ اگر فرمائیں کہ میں نے تو ظلی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جو اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پوچھا جائیگا کہ وہ کونسا ولی ہے جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرکے بطور تحدی معجزے دکھلانے کو کھڑا ہو گیا تھا جیسے کہ آپ معجزے اس غرض سے دکھلا رہے ہیں کہ نبوت ثابت ہو کسی تذکرہ یا تاریخ میں بتلادیں کہ فلاں ولی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں نبی اور رسول اللہ ہوں خدا نے مجھے بھیجا ہے اور جو شخص مجھپر ایمان نہ لائے وہ کافر اور دوزخی ہے اور اُس کے پیچھے نماز درست نہیں اور میرے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جائے اور میری بی بی کو ام المومنین کہو اور اُس کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں معجزے بھی دکھلاتا ہوں۔

الحاصل ظلی نبوت اگر بمعنی ولایت لیجائے تو اس کے لئے معجزہ شرط نہیں پھر معجزات دکھلانے کا دعویٰ ہی کیوں کیا اور اگر اُس نبوت کا دعویٰ ہے جسکے لئے معجزہ شرط اور لازم ہے تو اُن معجزات کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ایسی کھلی کھلی نشانیاں ہوں کہ ہر شخص سمجھ جائے کہ ان کا تعلق خاص خدائے تعالیٰ کی قدرت سے ہے اور بداہتاً یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امور آدمی کے اقتدار سے خارج ہیں۔ نہ مسمریزم کو ان میں دخل ہے نہ سحر کو ان سے تعلق۔ نہ کاہنوں کی کہانت کو گنجائش ملے جو پیشگوئیاں کرتے ہیں نہ عقل کا ان میں تصرف ہو

علامۂ زرقانی رح نے شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں اسّی سوار تھے انہوں نے بطور امتحان کسی ظرف میں ٹڈی رکھلائے اور آنکھ بند کرکے کہا فرمایئے کہ اس میں کیا ہے حضرت نے فرمایا سبحان اللہ یہ کام تو کاہنوں کا ہے اور کاہن وکہانت کا انجام دوزخ ہے۔ انہوں نے

کہا پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو۔ حضرت نے وہیں پڑی ہوئی چند کنکریاں اُٹھا کر فرمایا دیکھو یہ کنکریاں میری رسالت پر گواہی دیتی ہیں چنانچہ ان کنکریوں سے تسبیح کی آواز انہوں نے اپنے کانوں سن لی اور وہ سب فوراً بول اٹھیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں بیشک آپ رسول اللہ ہو۔ دیکھئے معجزہ اسکو کہتے ہیں کہ جس کے صدور میں سوائے قدرت الٰہی کے کسی اور چیز کا لگاؤ ہے نہ تصنع نہ شروط و قیود ہیں نہ پیچدار عبارتیں نہ دو پہلو دار فقرے کہ جن سے موقع پر گریز کا رستہ ملے جیسا کہ مرزا صاحب کے الہامات میں یہ سب باتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا صاحب کو عیسٰے علیہ السلام کے تمام معجزات میں صرف ایک معجزہ مسنداً اور قابل تصدیق معلوم ہوا جو براہین احمدیہ صفحہ (۴۶۱) میں لکھا ہے یہودا اسکریوطی کی خراب نیت پر مسیح کا مطلع ہو جانا اس کا ایک معجزہ ہی تھا جو اپنے شاگردوں اور صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھایا۔ اگرچہ اس کے دوسرے عجیب کام بباعث قصص محض اور بوجہ آیۂ مذکورۂ بالا (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ) کے مخالف کی نظر میں قابل انکار اور محل اعتراض ٹھیر گئے اور اب بطور حجت مستعمل نہیں ہو سکتے لیکن معجزۂ مذکورۂ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو انتہیٰ۔ معجزۂ مذکورۂ بالا کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک شخص نے عیسٰے علیہ السلام سے نشانی طلب کی انہوں نے کہا کہ کوئی نشان دیا نہ جائیگا اسی کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ ظہور میں آیا ہو جس معجزے کو خود قبول کرتے ہیں اسکی نسبت فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ظہور میں آیا ہو اس سے ظاہر ہے کہ دوسرے معجزات حیز امکان ہی سے خارج ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے معجزات عیسٰے علیہ السلام کے حق تعالیٰ نے قرآن میں بیان

تو ملتے ہیں ان کا ظہور مرزا صاحب کے نزدیک ممکن ہی نہیں جب قرآن کی تصدیق میں یہ حال ہے تو حدیث و اجماع کا کیا پوچھنا ہے۔

جن معجزات کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ یعنی انبیاء کھلے کھلے معجزے اپنی قوموں کو دکھلایا کرتے تھے ایسے معجزے ممکن نہیں کہ مرزا صاحب دکھلا سکیں اس لئے کہ وہ قوت بشری کے امکان سے خارج ہیں۔ اور مرزا صاحب کو معجزے دکھلانے کی ضرورت ہے اس لئے انہوں نے اصلی معجزات سے گریز کر کے یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کی دو قسمیں کر دیں ایک نقلی دوسری عقلی۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۰۱) میں لکھتے ہیں دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادات عقل کے ذریعے سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے جسکو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا اور نیز اسی کے صفحہ ۳۰۴ میں لکھتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کیطرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید نہیں کیونکہ حال کے اکثر صناع ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں۔

بلقیس رضؓ کے اسلام کا واقعہ سورۂ نمل میں بشرح و بسط مذکور ہے۔ ہدہد کا نامہ لیجانا تخت کا ایک لمحے میں صدہا کوس سے آجانا۔ صرح ممرد من قواریر یعنی شیش محل اسی سے متعلق ہیں۔ چونکہ کبوتر کی نامہ بری مشہور ہے شاید ہدہد کا بھی اسی پر قیاس کیا جائیگا کہ اسکو بھی تعلیم دی گئی ہوگی مگر ادنےٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ تعلیم پذیر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ وحشی الطبع ہے قفس سے چھوٹتے ہی اڑ جاتا ہے اور پھر واپس آنے کی توقع نہیں اور کبوتر کتنا ہی دور اڑے اپنے مالک کے گھر آجاتا ہے غرض ہدہد کے ذریعے

نامہ و پیام کرنا ایک ایسا معجزہ تھا کہ انسانی قوت کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں۔ اور اس سے بڑھکر تخت کے منگوانے کا معجزہ تھا۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ بلقیسؓ کو تخت سے نہایت دلچسپی تھی جب اُس نے سلیمان علیہ السلام کی طرف جانے کا قصد کیا تو اس تخت شاہی کو ایک ایسے مکان میں رکھا جس میں سات حجرے در حجرے تھے ساتویں حجرے میں اسکو رکھکر تمام حجروں کو مقفل کر دیا تاکہ کسی کا گزر وہاں نہ ہو پھر مزید احتیاط کے لئے پہرے چوکیاں اس مکان کی حفاظت کے لئے مقرر کئے۔ اب خیال کیجئے کہ جس تخت کے ساتھ ملکہ کو ایسی دلچسپی ہو اس میں کیسی کیسی خوردہ کاریاں اور صنعتیں خرچ ہونگی۔ یہی وجہ تھی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کی تمام ریاست و املاک سے صرف اسی تخت کو منتخب کر کے منگوالیا تاکہ اُن کا تعلق خاطر اس مرغوب و محبوب چیز سے نہ رہے چنانچہ مولانائے روم فرماتے ہیں۔

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد	بر زمان رفتہ ہم افسوس خورد
ترک مال و ملک کرد او آنچناں	کہ ترک نام و ننگ آں عاشقاں
ہیچ مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت	می دریغش نامد الا جز کہ تخت
پس سلیماں از دلش آگاہ شد	کز دل او تا دل او راہ شد
دید از دورش کہ آں تسلیم کیش	تلخش آمد فرقت آں تخت خویش
آں بزرگی تخت کز حد می فزود	نقل کردن تخت را امکاں نبود
خوردہ کاری بود تفریقش خطر	ہمچو اوصال بدن باہم دگر
پس سلیماں گفت گرچہ فی الاخیر	سرد خواہد شد برو تاج و سریر
لیک خود با ایں ہمہ بر نقد حال	جست باید تخت او را انتقال
تا نہ گردد خستہ ہنگام لقا	کودکانہ حاجتش گردد روا

پھر بلقیسؓ کی اقامت کے لئے ایک محل بنوایا جس کا فرش شیشے کا تھا اور اس کے تلے ایک حوض جس میں مچھلیاں چھوٹی ہوئی ان شفاف شیشوں سے نمایاں ہوتی تھیں جب بلقیسؓ آئیں تو سلیمان علیہ السلام نے کہا اھکذا عرشک یعنی کیا تمہارا بھی تخت ایسا ہی تھا اس کے جواب میں اس خیال سے کہ اتنا بڑا اپنا تخت اس مدت قلیل میں صحیح و سالم کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ بادی النظر میں یہ کہہ تو دیا کہ کانہ ھو یعنی یہ ہو بہو ویسا ہی ہے مگر سلیمان علیہ السلام کے سوال کو سوچا کہ اس سے عقل کا امتحان مقصود ہے اور تخت کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنا ہی تخت ہے جو معجزے سے صحیح و سالم پہنچ گیا ہے اور فوراً کہدیا کہ واوتینا العلم من قبلہا وکنا مسلمین یعنی ہمکو تو اس معجزے سے پہلے ہی آپ کا برگزیدۂ خدا ہونا معلوم ہو گیا تھا اور تب ہی آپ کو مان گئے تھے۔ اس سوال و جواب کے بعد بلقیسؓ سے کہا گیا کہ اس محل میں جاؤ انہوں نے وہاں پانی خیال کر کے پائچے اٹھا لئے کہا گیا اس کی ضرورت نہیں شیشے کا فرش ہے اس وقت انہوں نے کہا رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین یعنی میں نے بیشک اپنے نفس پر ظلم کیا کہ ایسے جلیل القدر نبی کے پاس آنے میں تاخیر کی جن کی سلطنت ظاہری کا یہ حال کہ پرند چرند جنات تک تابع فرمان اور سلطنت باطنی کی وہ کیفیت کہ محال کو تصرف باطنی اور معجزے سے واقع کر دکھاتے ہیں اور شفقت اور عزت بخشی کی یہ صورت کہ ایسا بے مثل و بے نظیر مکان آنے سے پہلے تیار کر رکھا غرض اس معذرت کے بعد اپنے قدیم ایمان کو اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین کہکر سلیمان علیہ السلام کی تسکین کر دی۔

اب دیکھئے کہ بلقیسؓ کا ایمان تخت دیکھنے کے وقت قرآن شریف سے ثابت ہے جس پر وکنا مسلمین گواہی دے رہا ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ شیش محل کا عقلی معجزہ دیکھکر

انہوں نے ایمان لایا۔ افسوس کا مقام ہے کہ صرف اس غرض سے کہ کوئی عقلی معجزہ ثابت کر کے اپنے عقلی تدابیر کو معجزے سے قرار دیں اور نبی بن بیٹھیں قرآن میں تصرف کر رہے ہیں کہ واقعات کی شکل بدل کر تحریف اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں بجہاں خود کو ضرورت ہوتی ہے تو فرماتے ہیں تفسیر بالرائے کرنا مسلمان کا کام نہیں اب ان کو کیا کہنا چاہیئے۔ اس سے بڑھکر قرآن میں کیا تصرف ہو گا کہ حق تعالیٰ عیسےٰ علیہ السلام کے معجزے کے باب میں فیکون طیرًا باذن اللہ فرماتا ہے کہ ان کی بنائی ہوئی چڑیاں پرندہ ہو جاتی تھیں اور وہ کہتے ہیں پرندہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ جس مٹی سے وہ چڑیاں بناتے وہ اپنے حال پر رہتی تھیں یعنی پرند نہیں بنتی تھیں کما مر۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ صفحہ (۱۵۹) میں جہاں وحی اور کتاب آسمانی کی ضرورت ثابت کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کی معرفت کا دعوی کرتے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتا لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتدا میں یہ خیال آیا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیئے اور ہماری ہی کوشش سے وہ گوشۂ گمنامی سے باہر نکلا وغیرہ پھر لکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم نہیں انتہی۔

جب عقل سے خدا کو پہچاننا بغیر وحی آسمانی کے بت پرستی سے کم نہ ہو تو عقل سے وحی الٰہی کو رد کرنے کا کیا حال ہونا چاہیئے اور نیز براہین احمدیہ صفحہ (۲۰۸) میں لکھتے ہیں پس اس صورت میں ہماری نہایت کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس اقل قلیل عقل کے پیمانے سے خدا کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں۔ اور نیز براہین صفحہ (۲۹۰) میں لکھتے ہیں اسے لوگو اس بات کے سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں کہ عقل انسانی مغیبات کے جاننے کا آلہ نہیں ہو سکتی انتہی فی الواقع یہ بات بدیہی ہے کہ زمانہ گزشتہ کے واقعات ہمارے

حق میں مغیبات ہیں جن میں عقل چل نہیں سکتی پھر اسکو آلہ بنا کر قرآن کو رد کیوں کر رہے ہیں۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ ان کے بنائے ہوئے پرندے طیر نہیں ہوتے تھے تو ہم کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ فرماتا ہے اور ان کا الہام اس کی تکذیب کرتا ہے تو ایسا الہام بیشک شیطانی ہے جس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں۔

تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ کلموں کا ایجاد کرنا شیشے کا فرش جمانا مرزا صاحب کے نزدیک معجزات ہیں جو نبوت پر دلیل ہو سکتے ہیں جیسا کہ انہوں نے سلیمان اور عیسےٰ علیہما السلام کے معجزات سے ثابت کیا۔ اس صورت میں یہ کہنا پڑیگا کہ امریکا اور یورپ میں جتنی کلیں ایجاد کرنے والے ہیں وہ سب انبیا ہیں پھر مرزا صاحب کی کیا خصوصیت۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ ہمیں الہام بھی ہوتا ہے سو یہ جواب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ شہد کی مکھی کو بھی الہام بلکہ وحی ہوتی ہے۔ کما قال وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اور ہر فاسق و فاجر کو بھی الہام ہوتا ہے کما قال تعالےٰ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا جب بھی مرزا صاحب کی خصوصیت نہ رہی۔

عقلی معجزات ثابت کرنے سے مرزا صاحب کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنی کارروائیاں وہ کمال دانائی سے کر رہے ہیں جن کی تہ تک ہر کسی کی عقل نہیں پہنچ سکتی معجزے سمجھے جائیں مثلاً براہین احمدیہ کو اس چالاکی اور حزم سے لکھا کہ بہت سے مولویوں نے اس کی تصدیق کر لی اور ان کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہم کن باتوں کی تصدیق کر رہے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہی الہام جو براہین میں لکھے تھے ان کی تفسیر کر کے مولویوں کا فر اور اپنے کو عیسےٰ موعود بنا لیا۔ اور نیز پیشگوئیوں میں ایسے مفید شروط و قیود لگاتے ہیں کہ ہر پہلو پر کامیابی ہو۔ مثلاً مسٹر آتھم کی موت کی پیشگوئی کی کہ اگر وہ رجوع الی الحق نہ کرے تو استنے سال میں مر جائیگا جب اس مدت میں

نہ مانا تو فرمایا کہ اس نے رجوع الی الحق ضرور کی تھی۔ اب وہ ہزار طرح سے کہے کہ میں نے رجوع الی الحق نہیں کی مگر سب کا ایک ہی جواب کہ دشمن کی بات کا اعتبار ہی کیا۔

جحا کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی دوست نے ان سے گدھا مانگا انہوں نے عذر کیا کہ وہ شخص لیگیا ہے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ گدھا پکارا اور اس دوست نے کہا کہ حضرت گدھا تو گھر میں موجود ہے جحا صاحب تھے بڑے ہوشیار فوراً جواب دیا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو میں خود کہہ رہا ہوں کہ گدھا نہیں ہے اور تم گدھے کی بات کا اعتبار کرتے ہو کیا گدھے کی گواہی بھی قبول ہو سکتی ہے۔

اخرس جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا اُس کے واقعے سے ظاہر ہے کہ کس دانائی اور عقلی معجزے سے اُس نے اپنی نبوت جمالی جس پر لوگ ایمان بھی لائے مگر اسلام اسکو اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جو کسی کذاب مفتری جعلساز کو دیکھنا چاہیئے۔ اس قسم کی کارروائیوں کو معجزات تو کیا استدراج بھی نہیں سمجھ سکتے غرض مرزا صاحب کے عقلی معجزے معجزات ہی سمجھے جائیں تو جتنے جھوٹے نبیوں نے اس قسم کے معجزے دکھلائے اُن کی نبوت کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی اس لئے کہ نبوت ملزوم ہے اور معجزات اس کے لازم مساوی اور قاعدہ مسلم ہے کہ لازم مساوی کے وجود سے ملزوم کا وجود ہو جاتا ہے غرض کہ ان معجزات کی تصدیق سے نبوت کی خود تصدیق ہو جائیگی اگرچہ شخص خاتم النبیین پر ایمان لایا ہو وہ ان کی نبوت کی تصدیق کو کفر جانتا ہے اسلئے مرزا صاحب کے عقلی معجزے اعتبار کے قابل نہیں۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۸۱)

میں لکھتے ہیں کہ یہی معجزہ آسمان سے اترنے کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مانگا گیا تھا اور اس وقت اس معجزے کے دکھلانے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار رسالت کرنے سے جہنم ابدی کی سزا تھی مگر پھر بھی خدا تعالےٰ نے یہ معجزہ نہ دکھلا

اور سائلوں کو صاف جواب ملا کہ اس وقت الابتلا میں ایسے کھلے کھلے معجزات خدائے تعالے ہرگز
نہیں دکھاتا تا ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے انتہیٰ۔ مرزا صاحب کی اس تقریر سے ظاہر
ہے کہ کھلے کھلے معجزات حق تعالے ہرگز نہیں دکھاتا مگر حق تعالے نے اس کا رد پہلے ہی
فرمادیا چنانچہ قرآن شریف میں انبیا کے معجزات کی نسبت بکرات ومرات آیات بینات کا لفظ
فرمایا ہے جس کے معنی کھلے کھلے معجزات کے ہیں۔ یہاں مرزا صاحب کو اس وجہ سے موقع
ملا کہ کفار باوجود کھلے کھلے معجزات دیکھنے کے اقسام اقسام کے معجزے طلب کرتے تھے
کوئی کہتا کہ زمین سے چشمے جاری کردو تاکہ زراعت خوب ہونے لگے۔ کوئی کہتا کہ اپنے لئے
بہت ہی شاداب باغ بنالیجئے جس میں نہریں نخلستان انگور کی ٹٹیاں وغیرہ بکثرت ہوں
کوئی کہتا کہ ایک سونے کا گھر تیار کر دکھائے۔ کوئی کہتا کہ آسمان توڑ کر اس کا ایک ٹکڑا گرا کر
دکھائے۔ کوئی کہتا کہ آسمان پر جاکر ایک کتاب ہمارے نام اُتار لائے۔ اس قسم کے واہی
فضول سوال ہر طرف سے ہونے لگے جس سے حق تعالے کا عتاب ان پر ہوا۔ اس پر
مرزا صاحب نے یہ بات جمالی کہ کھلے کھلے معجزات دکھلانے سے حق تعالیٰ انکار کرتا ہے۔
کیا شق القمر کھلی نشانی نہ تھی جسکی مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام میں تصدیق کرتے ہیں یا جمادات
ونباتات وحیوانات میں پورا پورا تصرف اس قابل نہ تھا کہ کھلی نشانی سمجھا جائے۔ معجزے کی
حقیقت اگر سمجھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ کفار کے اس قسم کے سوالات کیسے فضول اور
بے موقع تھے۔ بات یہ ہے کہ جب خدائے تعالے نے کسی نبی کو کسی قوم میں بھیجا تو
ان کو چند نشانیاں ایسی دیں کہ جنکو تھوڑی بھی عقل اور طبیعت میں راستی تھی وہ مان گئے
کہ بیشک یہ نشانیاں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں ممکن نہیں کہ کوئی مفتری اس قسم کا کام کرسکے
اس لئے وہ انبیا کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے تھے۔ اس کی توضیح کے لئے ہم

ایک مثال بیان کرتے ہیں اگرچہ خدائے تعالےٰ کے کارخانے کی کوئی مثال نہیں بن سکتی مگر سمجھنے کے لئے ان مثالوں سے تائید ملتی ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے اور اکثر اس کا تجربہ ہے کہ جب کسی کو اپنے مکان سے مثلاً کسی چیز کے منگانے کی ضرورت ہوتی ہے تو مالک مکان کسی اعتمادی شخص کے ہاتھ بطور نشانی کوئی ایسی چیز بھیجتا ہے کہ گھر والے جان لیں کہ وہ مالک مکان کی بھیجی ہوئی ہے۔ پھر وہ فرستادہ شخص جب وہ نشانی ان لوگوں کو دکھا دیتا ہے تو وہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ مقصود مالک کا اس نشانی کے بھیجنے سے یہ ہے کہ اس کو دیکھکر فرستادہ شخص کو اپنا اعتمادی سمجھیں اور جو کچھ کہے مان لیں اور اس کی تعمیل کریں۔ اسی وجہ سے کیسی ہی بیش قیمت چیز وہ طلب کرے تو فوراً دیدینگے اور اگر نہ دیں تو مالک مکان ان پر عتاب اور باز پرس کریگا کہ میں نے خاص اپنی ایسی نشانی بھیجی تھی جو تم اسکو جانتے تھے کہ وہ میری ہی بھیجی ہوئی ہے پھر تم نے اسکو دیکھکر میرے حکم کی تعمیل میں کیوں توقف کیا۔ اسی طرح اگر وہ لوگ اُس بھیجی ہوئی نشانی پر کفایت نہ کرکے یہ کہیں کہ فلاں نشانی لے آ مثلاً مالک کی پگڑی اُتار لا۔ مہر وغیرہ جب بھی قابل عتاب ہونگے اور مالک ان سے پوچھیگا کہ میں نے جو نشانی بھیجی تھی اس سے مقصود حاصل ہو گیا تھا کہ وہ شخص میرا ہی بھیجا ہوا ہے پھر اس پر کفایت نہ کرکے میرے بھیجے ہوئے شخص کی توہین کیوں کی گئی اور اس مسخرگی کی کیا وجہ کہ فلاں نشانی اور فلاں نشانی لا جس سے سراسر میری توہین ہوگئی اور میرا فعل لغو ٹھیرایا گیا۔ ادنےٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب ان بیہودہ سوال کرنے والوں سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ ہاں اس نشانی میں یہ ضرور ہے کہ مالک کے ساتھ اُسکو ایسی خصوصیت ہو کہ کسی جعلساز کی کارروائی اور دغا بازی کا اشتباہ نہ ہو سکے اور اگر مشتبہ نشانی کی تصدیق کرلیں جو کوئی شخص اپنی عقل سے بنا سکتا ہے جب بھی قابل باز پرس ہونگے

اس لئے کہ اکثر بدمعاش مشتبہ نشانیاں بتا کر لوگوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں اور بیوقوف انکی تصدیق کرکے نقصان اٹھاتے ہیں۔

اب غور کیجئے کہ نبی کی نشانی کس قسم کی ہونی چاہیئے۔ اگر بقول مرزا صاحب عقلی تدبیر ہی معجزہ ہو جیسے شیش محل وغیرہ تو کیا یہ سمجھا جائیگا کہ وہ خاص خدا کی دی ہوئی نشانی ہے۔ ہرگز نہیں وہ تو ہر شخص جسکو معمولی عقل سے کچھ زیادہ ہو بنا لے سکتا ہے۔

مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی رح نے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ایکبار کسی تدبیر سے بوتل میں سالم انڈا داخل کرکے قوم کے روبرو پیش کیا کہ دیکھو معجزہ اسے کہتے ہیں چونکہ وہ تدبیر کسی کو معلوم نہ تھی سب مان گئے اور اسی قسم کے اور عقلی معجزے دکھلاتا تھا جن کو جہلا آیات بینات سمجھتے تھے چنانچہ علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ جب وہ مارا گیا ایک شاعر نے مرثیہ لکھا جس کا مطلب یہ کہ اس نے کھلی کھلی نشانیاں مثل آفتاب ظاہر کیں کما قال۔

لہفی علیک ابا ثمامہ	لہفی علی رکنی یمامہ
کم آیۃ لک فیہم	کالشمس تطلع من غمامہ

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ بعض دوائیں ایسی بھی ہیں کہ اگر سوتے وقت اس کا بخور لیا جائے تو آئندہ کے واقعات معلوم ہوتے ہیں چنانچہ جھوٹے مدعی اسی قسم کے تدابیر سے پیشگوئیاں کیا کرتے ہیں۔

بولس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ سلطنت چھوڑ کر نصاریٰ میں درویشی ہیئت سے گیا اور انکا معتمد علیہ بنکر خوش بیانی اور پرزور تقریروں سے ان کو ان کے قبلے سے منحرف کردیا اور انکی جانو جلال کردے عیسےٰ علیہ السلام کو ان کا خدا ٹھیرا دیا۔

اسحٰق اخرس کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ دس برس گنگا رہا اور ایک رات کسی تدبیر سے چہرے کو سو بنا قرآن نہایت تجوید سے پڑھ علی روس الاشہاد یہ دعویٰ کیا کہ مجھ سے جاہل اور گنگے شخص کو نبوت ملی چنانچہ تمام کتب آسمانی مجھے یاد ہوگئے اور اب بفضلہ تعالےٰ عالم ہوں جو چاہے مناظرہ کرلے۔

خوبستانی کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ کوفے میں ایک مدت ریاضت شاقہ اٹھاکر اپنی پرزور تقریروں سے سب کا معتمد علیہ بن گیا اور آخر تقلید وغیرہ چھڑاکر من لم یعرف امام زمانہ کی حدیث پر زور دیا اور ایک شخص کو امام زمان بناکر ایک عالم کو تباہ کیا۔

بہافرید بن ماہ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک مہین قمیص جو کسی نے ویسی دیکھی نہ تھی پہنکر دعوے کیا کہ مجھے یہ خلعت خدا نے دی ہے اور اس کے ساتھ کئی الہام اور مکاشفات شریک کرکے نبی بن بیٹھا۔

محمد ابن تومرت کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ ایک عالم کو جاہل پاگل بناکر ساتھ رکھ لیا پھر ایک مجمع کثیر میں اسکو عالم بنادیا اور نجوم سے پیش گوئی کی جو سچی نکلی جس سے ہزارہا آدمی معتقد ہوگئے۔

فتوحات اسلامیہ میں ہے کہ ایک شخص نے مسیحیت اور دوسرے نے مہدویت کا دعوے ایک ہی زمانے میں کیا اور مسیح نے بہت سے عقلی معجزات دکھلائے جس سے لوگ دونوں کے تابع ہوگئے۔

مغیرہ ابن سعید جس نے ایک فرقہ مغیریہ قائم کرلیا تھا اس نے بھی عقلی ہی معجزات دکھلائے تھے جو از قسم نیرنجات و طلسمات تھے۔

مقنع نے چند عقلی معجزات دکھلاکر الوہیت کا دعوےٰ کیا۔

ہسنر یغ کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ اپنے گروہ سے متفق اللفظ کہلوا دیا کہ ہم ہر صبح و شام اپنے بزرگوں کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔

احمد کیال کا عقلی ہی معجزہ تھا کہ قرآن کے معارف اور علوم انفس و آفاق بیان کر کے لوگوں کو تقریر میں بند کر دیتا تھا جس کا دعوے تھا کہ اپنا سا مقرر کسی زمانے میں پایا نہیں گیا۔

فارس بن یحییٰ عقلی ہی معجزات سے عیسےٰ موعود بن گیا تھا۔

تفصیلی حالات ان لوگوں کے حسن ظن کی بحث میں لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لئے جائیں۔ اس کے سوا عقلی معجزے بہت ہیں کہاں تک لکھے جائیں۔ طالبین حق کے لئے استنے ہی کافی ہو سکتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ایک رسالہ موسوم باعجاز المسیح لکھکر اعلان دیا ہے کہ ستر دن میں یہ کتاب میں نے لکھی اور پیر مہر علیشاہ صاحب نہ لکھ سکے اس لئے یہ کتاب معجزہ ہے چنانچہ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کتاب اگر معمولی خط سے لکھی جائے تو چار جزو سے زیادہ نہیں ہے اس پر مرزا صاحب کا اپنے مکان میں لکھنا مخالفین کو اس اشتباہ کا موقع دیتا ہے کہ خود نے لکھی ہے یا کسی اور سے لکھوائی ہے

چنانچہ خود اسی اعلان میں فرماتے ہیں کہ مخالفین کا خیال ہے کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اسکو مدد دیتا ہے۔ ستر دن میں چار جزو کی کتاب لکھنا یا لکھوانا اگر معجزہ ہے تو باوجود قلت علم کے اس زمانے میں بھی ایسے معجزات بکثرت ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب کسی ادیب کے سامنے بیٹھکر قلم برداشتہ کوئی کتاب لکھدیں تو بھی وہ معجزہ نہیں ہو سکتا کیونکہ منشی ایسے کام کیا ہی کرتے ہیں چہ جائیکہ اتنی مدت میں ایک چھوٹا سا رسالہ

لکھا جائے اور اس میں دوسرے کی مدد کا گمان بھی ہو تو وہ کیونکر معجزہ سمجھا جائے۔ اگر مرزا صاحب کوئی اعلان جاری فرمائیں کہ اتنی ہی بڑی مسجع کتاب کوئی لکھدے تو میں نبوت کے دعوے سے توبہ کرتا ہوں تو ملاحظہ فرمالین کہ کتنے رسالے شائع ہوجاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ستر دن کی مہلت اس چار جزو کے رسالے کے واسطے جو قرار دی تھی اور مقابلہ کے لئے شاہ صاحب وغیرہ کو بلوایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی اس مقصود تھی کیونکہ سجعون کی تلاش اور تک بندی وغیرہ کے لئے کتب لغت وغیرہ کی مزاولت ضرور ہے اور اگر شاہ صاحب نے فی الواقع باوجود اقرار کے اس مدت میں کوئی کتاب نہیں لکھی تو بیشک مرزا صاحب کی ذکاوت طبع اور ممارست فن ادب اُن سے زیادہ ثابت ہوگی۔ مگر اس سے نبوت کا ثبوت محال ہے۔ عبارت میں تکلف کے سجعون کا فراہم کرنا اور صنائع و بدائع کا التزام زائد از ضرورت ہے جو صرف طبیعت آزمائی اور لیاقت نمائی کی غرض سے ہوا کرتا ہے۔ نبوت سے اُسکو کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے تکلفات مذموم سمجھے جاتے ہیں۔ بخاری شریف صفحہ (۸۵۷) میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کیف اغرم یارسول اللہ من لاشرب ولا اکل۔ ولانطق ولا استہل۔ فمثل ذلک یطل حضرت نے فرمایا انما ہذا من اخوان الکہان یعنی یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔ چونکہ اعجاز المسیح میں اسکا التزام کیا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کو اظہار لیاقت مقصود ہے۔ اس مقام میں مخالف فیضی کی تفسیر کو ضرور پیش کریگا جسکی نسبت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ صفحہ (۲۷۴) میں لکھا ہے کہ بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت سہل اور آسان ہے اور کوئی ایسی صنعت نہیں ہے جسکا انجام دینا انسان پر سخت مشکل ہوا ہے اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنے عربی اور فارسی املا میں اس قسم کی بے نقط عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں

بلکہ بعض منشیوں کی ایسی بھی عبارتیں موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقطہ حرف ان میں داخل نہیں انتہی۔

جب ذکاوت طبع ہی دکھانا منظور تھا تو کاش ایسی تفسیر لکھدیتے جس میں تمام حروف نقطہ دار ہوں جس سے مرزا صاحب کی ذکاوت کا حال بھی معلوم ہوجاتا کہ فیضی کے برابر ہے یا زائد۔ اور تمام مخالفین مان لیتے کہ مرزا صاحب ہمارے زمانے میں فخر روزگار ہیں اس موقع میں ہم فیضی کو ضرور قابل تحسین کہینگے کہ باوجودیکہ پورے قرآن کی ایسی تفسیر لکھی مگر نہ دعوے نبوت کیا نہ اسکو معجزہ قرار دیا اور مرزا صاحب چار ہی جزو کا رسالہ اور وہ بھی ایسا کہ تقریباً نصف میں تو سب وشتم اور مدح و ذم و خودستائی وغیرہ معمولی باتیں ہیں اور باقی نصف میں اکثر عیسویت سے متعلق مباحث ہیں جو ایک زمانے کی مشاقی اور مزاولت و ممارست سے مرزا صاحب کو حفظ ہیں ستر دن میں لکھکر اسکو معجزہ قرار دیتے ہیں یہ زمانے کے انقلاب کا اثر ہے اگر مرزا صاحب کا یہ دعوے ہے کہ وہ رسالہ الہام سے لکھا گیا ہے جیساکہ اس عبارت اشتہار سے ظاہر ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر وتوانا ہے جسکے آستانے پر ہمارا سر ہے اس صورت میں مرزا صاحب کے غلبہ کی آسان تدبیر یہ تھی کہ شاہ صاحب کو لکھ بھیجتے کہ آپ مع چند علما اور ہم کسی جگہ جمع ہوں پھر آپ جس سورۃ کی تفسیر چاہیں لکھنے کی فرمائش کردیں ہم بلاتکلف مسجع اور بلیغ و فصیح الہامی عبارت متصل کہتے جائینگے اور آپ لکھ لیا کریں۔ پھر جب مرزا صاحب اسی طرح عبارت لکھوا دیتے تو کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہ رہتی اور ایک ہی جلسے میں فیصلہ ہوجاتا اور ممکن ہے کہ اب بھی یہی تدبیر فرمائیں کیونکہ خدا کی مدد تو ابھی منقطع نہ ہوئی ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ انشاپردازی کیسی ہی بلاغت و فصاحت کے ساتھ بے نقط کیوں نہو اگر اعلیٰ درجے تک ترقی کر جائے تو بھی متنبی بنا سکتی ہے نبی نہیں بنا سکتی کیونکہ رسول کے ساتھ نشانی ایسی ہونی چاہیے کہ اسکو بھیجنے والے کے ساتھ خصوصیت ہو تاکہ پرسش کے وقت کسی کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ آلہی وہ نشانی جو ہمیں دکھلائی گئی تھی وہ تو ہم سے جیسے ہی آدمی نے اپنی عقل سے بنالی تھی کوئی بات مافوق العادت نہ تھی جو انسان کی قدرت سے خارج ہو۔

نشانی طلب کرنا انسان کے جبلت میں داخل ہے اسی وجہ سے جب کبھی خدا تعالیٰ نے کسی قوم میں رسول بھیجا اس کے ساتھ کوئی نشانی بھی ایسی دی جس سے پوری حجت قائم ہوجاتی تھی اور نہ ماننے والوں پر عذاب نازل ہوتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ یعنی اُن لوگوں کو رسولوں نے کھلی کھلی نشانیاں دکھلائیں۔ پھر جب انہوں نے نہ مانا تو اللہ نے ان کو پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے۔

اب دیکھئے کہ جن نشانیوں کے قبول نہ کرنے پر سخت مواخذہ ہو وہ کیسی کھلی خوارق العادات ہونی چاہئیں جس میں کسی قسم کی جعلسازی کا اشتباہ نہو اسی وجہ سے حق تعالے رسولوں کو بھیجنے سے پہلے ان کو نشانیاں دیا کرتا تھا چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہے اِذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي یعنی اے موسے تم اور تمہارے بھائی میری نشانیاں لیکر فرعون کی طرف جاؤ اور ان نشانیوں یعنی عصا اور یدبیضا کا امتحان پہلے ہی کرا دیا گیا جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ پھر

جب فرعون کے پاس وہ گئے تو پہلے یہی کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے اس کی نشانیاں
لیکر تیرے پاس آئے ہیں کما قال تعالیٰ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ
اور آخر یہی نشانیاں دیکھکر ہزارہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہوگئے اور جان کی کچھ پروا
نہ کی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا
مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ
نشانیاں اس قوت کی ہوتی ہیں کہ ایک ہی جلسے میں اجنبیوں کو ایسے مسخر کرلیا
کہ جان دینے پر مستعد ہوگئے۔ اور کل انبیا کی نشانیاں ایسی ہی ہوا کیں چنانچہ
حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً
قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا
أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا یعنی جب ان کے پاس ہماری
نشانیاں آئیں آنکھیں کھول دینے والی تو لگے کہنے یہ تو صریح جادو ہے
اور باوجودیکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے ظلم اور شیخی سے انکو نہ مانا
اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ نشانیاں دیکھکر کفار انکار تو کرتے تھے مگر ان کے
دل ان کی منجانب اللہ ہونے کا یقین کرلیتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک
وہ نشانیاں قدرت بشری سے خارج نہ ہوں کبھی اس قسم کا یقین نہیں ہوسکتا
اسی وجہ سے جہاں لفظ آیات کا استعمال قرآن شریف میں ہوا ہے ایسی ہی
چیزوں میں ہوا جو قدرت بشری سے خارج ہیں مثلاً قولہ تعالیٰ وَمِنْ آيَاتِهِ
اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وقولہ تعالیٰ وَمِنْ آيَاتِهِ
يُرِيكُمُ الْبَرْقَ وقولہ تعالیٰ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ

وغیرہ ذلک ہر چند یہ نشانیاں خاص قدرت الٰہی پر دال ہیں اور انبیاء سے متعلق نشانیاں ان کی نبوت پر دال تھیں لیکن حق تعالیٰ نے ان دونوں قسموں پر آیات ہی کا اطلاق فرمایا اس لئے کہ دونوں کا صدور خاص قدرت الٰہی سے متعلق ہے اسی وجہ سے کل آیات کا انکار قدرت الٰہی کے انکار کو مستلزم ہے اور عموماً آیات میں جھگڑنے والوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یُجَادِلُ فِی آیَاتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنی اللہ کی نشانیوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں وقال تعالیٰ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ آیَاتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ یعنی ایسا ہی گمراہ کرتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور شک میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر سند کے اللہ کی نشانیوں میں جھگڑتے ہیں اُن کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں۔ اسیطرح مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر۔ یہ بات یاد رہے کہ مرزا صاحب نشانیوں کے باب میں جو جھگڑتے ہیں ان کے پاس بھی کوئی سند نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ حوض کا قصہ قرآن کے مقابلے میں سند بن سکے ہرگز نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ آیَاتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی جن لوگوں کے پاس کوئی سند تو نہیں اور ناحق خدا کی نشانیوں میں جھگڑے نکالتے ہیں ان کے دلوں میں تو بس بڑائی کی ایک ایسی ہی ہوس سمائی ہے کہ وہ اپنی اس مراد کو کبھی پہنچنے والے نہیں۔ ان لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے رہو۔ بیشک

وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔
مرزا صاحب میں ایسی بڑائی کی ہوس سمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے برابر کسی طرح بنا میں مسیحائی کے درجے تک تو ترقی ممکن نہیں اس لئے ان کی تنقیص میں اپنا یہ مقصود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ یعنی اور جس دن گھیر بلائینگے ہم ہر فرقے سے ایک گروہ کو جو جھٹلاتے تھے ہماری نشانیاں پھر انکی مثلیں بنائی جائینگی یہانتک کہ جب وہ خدا کے روبرو حاضر ہوں گے تو خدا ان سے پوچھے گا کہ باوجودیکہ تم نے ہماری نشانیوں کو اچھی طرح سمجھا بھی نہ تھا کیا تم نے ان کو بے سمجھے جھٹلایا یا اور کیا کرتے رہے۔
اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب نے نشانیوں کی حقیقت سمجھی نہیں جب ہی تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خوارق عادات کا انکار ہی کردیا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ یعنی جو لوگ مخاصمانہ ہماری نشانیوں کے توڑنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ عذاب میں رکھے جائیں گے۔ ازالۃ الاوہام کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب آیتوں کے توڑنے کے کیسے پیچھے پڑگئے ہیں گویا انہوں نے اپنا کمال اسی میں سمجھ رکھا ہے یہ نشانیوں میں جھگڑنے والوں کی خرابیاں تھیں جن کو مرزا صاحب کبھی قرآن میں پڑھتے ہونگے مگر کچھ پروا نہیں کرتے اور جو لوگ اُن پر ایمان لاتے ہیں اُن کیلئے کیسی کیسی خوشخبریاں اور بشارتیں ہیں کہ نہ قیامت میں اُن کو خوف ہوگا نہ غم بلکہ

اپنی بیبیوں کے ساتھ جنت میں جاکر اعلیٰ درجے کے عیش میں ہمیشہ رہینگے جیساکہ

حق تعالےٰ فرماتا ہے یَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْكُمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۝ اب

ہر شخص مختار ہے چاہے ایمان لاکر یہ دولت بے زوال حاصل کرے یا جھگڑے کرکے

وہ عذاب و نکال حق تعالےٰ صاف فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ

شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔

اگر اللہ تعالےٰ کسی کو رسول بناکر بھیجے اور نشانی دکھلانا اسی کے ذمہ کردے کہ توہی

اپنی عقل سے کوئی بات بنالے ہیں اپنی خاص قدرتی کوئی نشانی تجھے نہ دونگا تو رسول کو

عرض کرنے کا حق ہوگا کہ آلٰہی کوئی بات عقل سے میں بنالوں تو آخر ان میں بھی عقلمند

لوگ ہیں اگر بھید کھل جائے یا ویسی ہی عقلی بات کوئی دوسرا بناکر پیش کردے تو صرف

میری رسوائی نہوگی بلکہ تیری قدرت پر بھی الزام آئیگا کہ کیا خدا کوئی ایسی نشانی نہیں

دکھلاسکتا تھا کہ آدمی کی قدرت سے خارج ہو اس سے تو رسالت کا مقصود ہی فوت

ہوجائیگا۔

اب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر غور کیا جائے کہ انکی کیسی کیسی

کھلی قدرتی نشانیاں تھیں کہ عقل کے وہاں پر جلتے ہیں جمادات، نباتات، حیوانات

میں بلکہ عالم علوی تک تصرف کر دکھایا کہ ایک اشارے سے قمر کو شق فرمادیا کیا ممکن

ہے کہ ایسی نشانیوں پر کوئی یہ الزام لگاسکے کہ حضرت نے اپنی عقل سے کام لیا تھا

جب ایسی ایسی خارق العادت کھلی کھلی قدرتی نشانیاں دیکھکر بھی پھر اور نشانیاں کفار نے طلب کیں تو حکم الٰہی ہوگیا کہ بس اب ان سے کہدیا جائے کہ جو نشانیاں دی گئی تھیں وہ میں نے تمہیں دکھلا دیں مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری منہ بولی نشانیاں بھی دکھلایا کروں۔ البتہ ان کو اس قدر حق تھا کہ انصاف کی رو سے یہ شبہ پیش کرتے کہ جتنی نشانیاں دکھلائی گئیں ان کے آسمانی ہونے میں تامل ہے مگر ممکن نہ تھا کہ اس قسم کا شبہ پیش کرسکتے ہاں بے ایمانی اور قصور عقل سے ساحر اور شاعر کہتے تھے اس لئے کہ ان کی طبیعتوں میں متمکن تھا کہ جو خلاف عقل کام ہو وہ سحر ہے چنانچہ جب اُن سے قیامت کا حال بیان کیا جاتا کہ تم مرکر پھر اُٹھوگے تو یہی کہتے کہ یہ تو کھلے طور پر سحر ہے کما قال تعالیٰ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ مگر یہ دعوے اس وقت قابل التفات ہوتا کہ کسی ساحر کو نظیراً پیش کر دیتے کہ شق القمر وغیرہ مافوق العادت کام اس نے کیا تھا یا کوئی ایسی کتاب پیش کر دیتے کہ فصاحت و بلاغت میں قرآن سے بڑھکر یا برابر ہے۔ غرض صدہا خارق العادت نشانیاں دکھلانے کے بعد حضرت کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ان کی فرمائشی نشانیاں بھی پیش کرتے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات وفات شریف تک جاری رہے بلکہ ابتک جاری ہیں مگر وہ کفار کے مقابلے میں اور بسبیل تحدی نہ تھے چونکہ حضرت کو تصرف فی الاکوان حاصل تھا جس چیز سے چاہتے ایسا کام لیتے جیسے خدمتگاروں سے لیا جاتا ہے مثلاً جب میدان میں حاجت بشری کا تقاضا ہوتا تو درختوں کو کہلا بھیجتے وہ باہم ملکر مثل بیت الخلا کے ہوجاتے اسی طرح جب پانی کی ضرورت ہوتی تو خشک کنوئیں کو

حکم ہو جاتا فوراً اس سے پانی اُبلنے لگتا اور اس قسم کے صدہا بلکہ ہزارہا معجزے متصل وقوع میں آتے جن میں نہ کسی کا مقابلہ پیش نظر ہوتا نہ تحدی۔ چونکہ ان میں تحدی مقصود نہ تھی اس لئے بعضوں نے ان خوارق کا نام معجزہ ہی نہیں رکھا کیونکہ یہ امور حضرت سے تو ہیں ایسے معمولی تصرفات تھے جیسے ہمارے تصرفات اپنے اعضا و جوارح میں ہوتے ہیں چنانچہ حکما بھی اس بات کے قائل ہیں جیسا کہ شیخ رئیس نے اشارات کے نمط تاسع میں لکھا ہے والنبی متمیز باستحقاق الطاعۃ لاختصاصہ بآیات تدل علی انہا من عند ربہ یعنی کمالات ذاتیہ کی وجہ سے نبی کو استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اطاعت کریں جسکی وجہ سے وہ تمام عالم میں ممتاز ہوتا ہے اس لئے کہ جو نشانیاں اسکو دی جاتی ہیں وہ یقیناً دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ نشانیاں اسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں کوئی دوسرا وہ نشانیاں نہیں دکھلا سکتا انتہی اور نیز شیخ نے اشارات کے نمط عاشر میں لکھا ہے ولا یستبعد ان یکون لبعض النفوس ملکۃ یتعدی تاثیرہا بدنہا او یکون لقوتہا کانہا نفس ناطقۃ للعالم یعنی عقلاً یہ بعید نہیں کہ بعض نفوس کو ایسا ملکہ اور قوت حاصل ہو کہ بدن سے متجاوز ہو کر دوسری اشیا پر اس کا اثر پڑے یا وہ نفس کمال قوت کی وجہ سے یہ درجہ رکھتا ہو کہ گویا تمام عالم کا نفس ناطقہ ہے اور اس میں ایسا متصرف ہے جیسے دوسرے نفوس اپنے ابدان متعلقہ میں تصرف کرتے ہیں۔

یہاں مرزا صاحب ضرور اعتراض کرینگے کہ یہ عقیدہ شرک فی التصرف ہے جیسا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیر وغیرہ میں کہا تھا مگر اُس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بعض صفات مختصہ اپنے بندوں کو بھی عطا کئے ہیں جیسا کہ سمع بصر علم قدرت ارادہ وغیرہ گو یہ صفات حق تعالےٰ میں علی وجہ الکمال اور اصالۃً ہیں اور بندوں میں ناقص طور پر

لیکن عطائے آلہی ہونے کی وجہ سے آخر بندہ بھی سمیع و بصیر وغیرہ کہلاتا ہے پھر ان میں بھی باہم تفاوت ہے مثلاً کوئی بہت دور سے باریک چیز کو صاف دیکھتا ہے اور کوئی نزدیک سے موٹی چیز کو بھی پورے طور پر نہیں دیکھ سکتا مگر بصیر دونوں کو کہینگے اسی طرح ہر شخص کو کچھ نہ کچھ تصرف بھی دیا گیا ہے کسی کو اپنے گھر پر کسی کو محلے پر کسی کو شہر پر کسی کو ملک و اقلیم پر پھر تصرف بھی اقسام کے ہیں کوئی اقلیم میں ایسا تصرف کرتا ہے جو دوسرا اپنے گھر میں بھی نہیں کرسکتا پھر جیسے حکام ظاہر پر تصرف کرتے ہیں ویسے ہی طبیب اور عامل آدمی کے باطن میں تصرف کرتے ہیں جس کے آثار ظاہر جسم پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسمریزم والا روح پر ایسا تصرف کرتا ہے کہ شخص معمول غیب کی خبریں دینے لگتا ہے۔ اور ساحر ارواح خبیثہ پر تصرف کرکے نادر امور ظاہر کرتا ہے جو ان ارواح کے تحت تصرف ہیں۔ غرض حق تعالے نے جسکو جیسی قوت تصرف عطا کی ہے وہ اپنے مقدورات میں اسکو پورے طور پر استعمال کرتا ہے اگر اختیاری تصرف مطلقاً شرک ہو تو کوئی شخص اس قسم کے شرک سے بچ نہ سکیگا اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ مخلوق کے کل تصرفات کا مدار حق تعالیٰ کی خلق پر ہے ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے تصرف سے کوئی چیز یا کوئی اثر پیدا کرے غایۃ الامر یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے آدمی اپنا تصرف خیال کرتا ہے حالانکہ در حقیقت وہ بھی تصرف آلہی ہے۔ اس صورت میں کیسا ہی خارق العادت تصرف فرض کیا جائے وہ تصرف آلہی سے خارج نہیں ہوسکتا بلکہ معمولی تصرفات مخلوق جب تصرف آلہی سمجھے جائیں تو خارق العادت تصرف بطریق اولی تصرف آلہی سمجھا جائیگا۔ غرض مسلمانوں کے عقیدے میں جب یہ توحید جمی ہوئی ہے تو ان کے پاس شرک آنے ہی نہیں پاتا

البتہ جو لوگ مخلوق کو مستقل فی التصرف سمجھتے ہیں ان کے مشرک ہونے کے لئے خارق العادت تصرف کی کوئی ضرورت نہیں۔ روزمرہ معمولی تصرفات ہی ان کو مشرک بنانے کے لئے کافی ہیں۔

اب ہم اس تصرف کا حال کسی قدر بیان کرتے ہیں جسکو ہر شخص اپنے وجدان سے اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے کہ یہ کام میں نے اپنے ارادے اور قدرت سے کیا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جب آدمی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اُس کام کا خیال آتا ہے جسکو ہاجس کہتے ہیں۔ قبل اس خیال کے آدمی اس سے غافل رہتا ہے۔ یعنی اُس خیال کے آنے سے پہلے آدمی میں وہ خیال نہیں ہو سکتا ورنہ تقدم الشئے علی نفسہ لازم آئیگا جو محال ہے۔ بسا اوقات آدمی کسی کام میں مشغول رہتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ کوئی خیال نہ آئے مگر وہ تو آہی جاتا ہے اور خبر تک نہیں ہوتی کہ کیونکر آگیا۔ پھر جب وہ نیا خیال آتا ہے تو پہلے سے جو خیال دل میں موجود رہتا ہے اُسکو ہٹا کر آپ اس کی جگہ قائم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کبھی اس خیال کے اسباب ظاہرا موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز کو دیکھنا یا سننا وغیرہ مگر وہ خیال تو آخر عدم ہی سے وجود میں آکر نہاخانۂ دل میں جلوہ گر ہوتا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وجود سے وجود میں آیا جو تحصیل حاصل اور محال ہے۔ پھر اُس معدوم کو وجود دینا نہ شرعاً مخلوق سے ہو سکتا ہے نہ عقلاً۔ اگر اُس ہاجس کا وجود آدمی کے اختیار میں ہو تو اول یہ لازم آئیگا کہ انسان بھی کسی معدوم شئے کو پیدا کرتا ہے حالانکہ وہ بدیہی البطلان ہے اور قطع نظر اسکے اگر وہ اختیاری ہو تو ہر مثل اختیاری کے وجود سے پہلے اسکا علم پھر ایجاد کا ارادہ پھر عزم شرط ہے حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ یکایک عدم سے وجود میں آتا ہے اور اگر اسکا علم و ارادہ پہلے سے موجود ہو تو اسمیں بھی یہی کلام ہوگا کہ انکا وجود ابتداءً ہوا یا انکا بھی پہلے سے علم وغیرہ تھا یہاں تک کہ امور غیر

وقعیہ تسلسل لازم آئیگا جو باطل ہے اس سے ثابت ہے کہ اس صورت خیالیہ کا وجود آدمی کے اقتدار و اختیار سے خارج اور خاص موجد حقیقی کے اختیار میں ہے جس نے اُسکو وجود عطا کرکے آدمی کے دل میں جگہ دی۔ اور اس کے تو حکما بھی قائل ہیں کہ موثر حقیقی تمام اشیا میں حق تعالیٰ ہے جیسا کہ علامہ صدر الدین شیرازی رحہ نے اسفار اربعہ میں لکھا ہے

وقول المحققین منہم ان الموثر فی الجمیع ہو اللہ بالحقیقۃ۔

الحاصل بدلائل یہ ثابت ہے کہ جو خیال آدمی کو آتا ہے اُس کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ

یعنی خواہ تم آہستہ کوئی بات کہو یا آواز بلند خدائے تعالیٰ تو اس بات کو بھی جانتا ہے جو سینوں میں چھپی ہوتی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ جس نے اسکو پیدا کیا وہ نہ جانے اس سے ثابت ہے کہ دل میں بات کا پیدا کرنا خدا ہی کا کام ہے مولانائے روم فرماتے ہیں۔

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در می رسد خیل خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرس اند	در پئے ہم سوئے دل چوں می سند

پھر اس خیال کا باقی رکھنا بھی حق تعالےٰ ہی کا کام ہے ممکن تھا کہ جیسے اس خیال جس کو خیال سابق کی جگہ قائم کیا تھا اُس کی جگہ دوسرے خیال کو قائم کر دیتا پھر احد الجانبین کی ترجیح بھی منجانب اللہ ہی ہے اس لئے کہ حدیث نفس کے وقت جو منازع دمضار کی وجہ سے تردد تھا اس کا منشا ہم وعزم کی حالت میں بھی موجود ہے باوجود اس کے عزم کی کیفیت جدیدہ کا ابتداءً موجود ہونا بغیر موجد کے ممکن نہیں۔ غرض خیال کے ابتدائی

وجود سے آخری درجہ عزم تک جتنے مدارج ہیں یعنی ہاجس خاطر حدیث نفس ہم اور عزم سب مخلوق الٰہی ہیں کسی درجے میں آدمی کے فعل کو دخل تام نہیں پھر عزم سے متصل فعل شروع ہوتا ہے اس کی کیفیت حکما کے نزدیک یہ ہے جس کو شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ حرکت ارادی جو اعضا سے متعلق ہے اس کی تکمیل اس قوت سے ہوتی ہے جو دماغ سے بواسطہ اعصاب اعضا میں پہنچی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عضلات جو اعصاب و رباطات وغیرہ پر مشتمل ہیں جب سمٹ جاتے ہیں تو وتر (جو رباطات و اعصاب سے ملتئم اور اعضا میں نفوذ کئے ہوئے ہے) کھنچ جاتا ہے جس سے عضو کھنچ جاتا ہے اور جب عضلہ منبسط ہوتا ہے تو وتر ڈھیلا ہو جاتا ہے اور عضو دور ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جب نفس کسی ادراک کے بعد کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو عضلات کو کشش وغیرہ دیکر کسی خاص وتر کے ذریعے سے جس عضو کو چاہتا ہے ایک خاص طور پر حرکت دیتا ہے۔

حکما نے تصریح کر دی ہے کہ عضلات آدمی کے جسم میں پانسو انتیس (529) ہیں اور اعصاب ستتر (77) ہیں یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ نفس کو سر سے پاؤں تک جس عضو کو حرکت دینی ہو پانسو انتیس (529) عضلات اور ستتر (77) اعصاب سے اس عضلہ اور اس عصب وغیرہ کو پہلے معین کرلے جو اس مقصود بالحرکت عضو سے متعلق ہے کیونکہ جب تک وہ خاص عضلہ اور عصب وغیرہ معین نہ ہو اور کیف ما اتفق حرکت دے تو بارہا ایسا اتفاق ہوگا کہ ہاتھ کو حرکت دینا چاہیں تو کبھی پاؤں کبھی آنکھ وغیرہ حرکت کرنے لگیں گی اور عضلات و اعصاب وغیرہ کا معین کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے تمام عضلات و اعصاب وغیرہ کو معین طور پر جان لے

کہ فلاں عصب اور وتر فلاں مقام سے جدا ہو کر فلاں انگلی تک مثلاً پہنچا ہے
اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ جہاں کئی ایک تار اکٹھا ہوتے ہیں تو ان تمام دن میں تار
اس تار کو معین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس مقام سے مختص ہو جہاں خبر
بھیجی جاتی ہے۔ اس موقع میں عقلا جس عضو کو چاہیں بکرات ومرات حرکت دیکر
غور وتعمق نظر سے کام لیکر اپنے وجدان کی طرف رجوع کریں کہ اس اختیاری حرکت
کے وقت کوئی عضلہ یا وتر یا عصب کی طرف اپنے نفس کو توجہ بھی ہوتی ہے
یا اندر کوئی عضلہ یا وتر وغیرہ بھی وجدان سے دکھائی دیتا ہے یا یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ہم کسی چیز کو کھینچتے ہیں جس سے وہ عضو کھنچتا ہے۔ ہم یقیناً کہتے ہیں
کہ کوئی ان امور کی خبر اپنے وجدان سے ہرگز دے نہیں سکتا اور ہم یہ بھی
کہ سکتے ہیں کہ کسی کو اس کی بھی خبر نہیں کہ اعصاب وغیرہ کو حرکت میں دخل بھی
ہے یا نہیں۔ ہاں اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم فلاں عضو کو حرکت دینا چاہتے ہیں
پھر ہوتا یہ ہے کہ ادھر خاص قسم کی توجہ ہوئی اور ادھر اسکو حرکت ہو گئی یہاں یہ
کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ عضلہ وغیرہ کو حرکت دینا بھی ہمارے اختیار سے خارج ہے
کیونکہ اختیاری حرکت ہوتی تو اس کا علم اور ارادہ ہوتا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ عضو کی حرکت
کا ارادہ بعینہ عضلہ وغیرہ کی حرکت کا ارادہ ہے اس لئے کہ جب ہمارے وجدان
ہی میں نہیں کہ عضلہ وغیرہ کوئی چیز بھی ہے تو پھر یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اسکی
حرکت کا ارادہ ہوا پھر جب بحسب تحقیق اطبا یہ ثابت ہے کہ بغیر عضلات وغیرہ کی
حرکت کے کوئی عضو حرکت نہیں کر سکتا تو ضرور ہوا کہ وہی ملتفت الیہ بالذات
ہوں گو مقصود بالذات ان کی حرکت نہ ہو حالانکہ ملتفت الیہ بالذات بھی عضو ہی کی

حرکت ہے یہ عموماً اعضا کی حرکت اور انفعال کا حال تھا اب آنکھوں کے فعل کا
حال سنئے کہ دیکھنے کے وقت حدقوں کو ایک مناسبت کے ساتھ پھیرنے کی
ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے کہ جب تک خطوط شعاعی دونوں آنکھوں کے
مرئی پر ایسے طور پر نہ ڈالے جائیں کہ جن کے باہم ملنے سے وہاں زاویہ پیدا ہو
وہ شئے ایک نظر نہ آئیگی کیونکہ ہر ایک آنکھ مستقل طور پر دیکھتی ہے اسی وجہ
سے احول دو دیکھتا ہے پھر دو خط کے ملنے سے شئے مرئی پر جو زاویہ پیدا
ہوتا ہے جس قدر کشادہ ہوگا مرئی بڑی نظر آئیگی اور جس قدر تنگ ہوگا چھوٹی
نظر آئیگی اسی وجہ سے ہر چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آتی ہے
اسکی تفصیل ہم نے کتاب العقل میں کسی قدر شرح و بسط سے لکھی ہے یہاں
صرف اسی قدر بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ جب مرئی کے ایک نظر آنے کا مدار خطوط
شعاعی کے ملنے پر ہے تو مرئی جس قدر دور یا نزدیک ہوتے جائیگی حدقہ کی وضع
بدلتی جائیگی یہاں تک کہ جب وہ بہت ہی نزدیک ہوجائیگی تو حدقے ناک کی جانب
قریب ہوجائینگے اور بہت دور ہو تو کانوں کی جانب مائل ہونگے ۔ اب ہم دیکھنے
والوں سے پوچھتے ہیں کہ ہر ایک گز یا ہاتھ کے فاصلے پر حدقے کو کس قدر مائل
کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسکو اپنے وجدان میں سوچیں اور اگر وجدان یاری
نہ دے تو کسی حکیم کی تقریر سے ثابت کریں کہ اس قدر فاصلے پر کوئی چیز ہو تو حدقونکو
اس وضع پر رکھنا چاہئیے اور اس قدر فاصلے پر اتنی حرکت دینی چاہئیے یہ بات
یاد رہے کہ کوئی حکیم اسکا اندازہ ہرگز نہیں بتا سکتا ۔ حالانکہ ہم جب کسی چیز کو دیکھنا
چاہتے ہیں تو بغیر اس کے کہ ہم کو اس کا طریقہ معلوم ہو یہ سب کچھ ہو جاتا ہے اور

ہماری خاص توجہ ہوئی اُدھر حدقوں نے اپنے موقع پر آکر نشست جمالی اور ہکو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ کام کس نے کیا علیٰ ہذا القیاس بات کرنے کے وقت حلق زبان وغیرہ کے عضلات کو کھینچنا اور ڈھیلے چھوڑنا اور مخرج پر جلد جلد لگانا بغیر اس علم کے کہ کہاں کون عضلہ کھینچا جاتا ہے اور ڈھیلا چھوڑا جاتا ہے اس پر دلیل واضح ہے کہ ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہیں ادھر بات کی طرف توجہ خاص ہوئی اور اُدھر زبان کی حرکت اور موقع موقع پر جہاں لگنا ہے شروع ہو گیا اگر کہا جائے کہ یہ افعال طبیعت سے صادر ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حکما نے اسکی بھی تصریح کردی ہے کہ طبیعت محض بے شعور ہے پھر اسکو یہ خبر کیونکر ہوتی ہے کہ نفس فلاں قسم کا کام کرنا چاہتا ہے اور فلاں چیز کو دیکھنا چاہتا ہے اور وہ چیز اسقدر فاصلے پر ہے اور نفس نے فلاں عبارت کو پڑھنا چاہا۔ اور اگر نفس طبیعت کو یہ سب بتا دیتا ہے تو اول تو یہ خلاف وجدان ہے اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو خلاف تحقیق حکما ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک نفس جزئیات مادیہ کا ادراک نہیں کرسکتا اور جتنے عضلات اور اوتار وغیرہ ہیں سب جزئیات مادیہ ہیں پھر ان مادیات کا ادراک اسکو کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ آدمی کی قدرت یہ سب کام کرلیتی ہے تو ہم کہیں گے کہ قدرت ارادے کے تابع اور ارادہ علم کے تابع ہے۔ جب تک کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اسکا ارادہ نہیں ہوسکتا اور جب تک ارادہ نہو قدرت کچھ کر نہیں سکتی کیونکہ بغیر ارادے کے اگر قدرت کام کرنے لگے تو چونکہ آدمی میں ہر کام کی قدرت ہے تو چاہیئے کہ ہر کام ہر وقت ہونے لگے اور آدمی کو دم بھر کی فرصت نہ لینے دے جس سے آدمی دیوانہ

ظہور ہو جاسے پھر ارادہ بغیر علم کے نہیں ہوتا ورنہ مجہول مطلق کی طرف طلب لازم آئیگی جو محال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تحریک عضلات وغیرہ میں صرف قدرت بیکار ہے۔

اب یہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ فعل کے وقت تحریک عضلات وغیرہ جو ہوتی ہے وہ خود بخود ہوتی ہے یا ہمارے ارادے سے یا خدا ے تعالے کے ارادے اور خلق سے چونکہ یہ ثابت ہے کہ کسی چیز کا وجود بغیر موجد کے نہیں ہو سکتا اس لئے خود بخود عضلات وغیرہ کی حرکت باطل ہے اور تقریر سابق سے ثابت ہے کہ ہمارے ارادے سے بھی حرکت نہیں ہوتی تو وہی تیسری صورت باقی رہ گئی کہ حق تعالے اعصاب وغیرہ میں حرکت پیدا کردیتا ہے۔ یعنی خود حرکت دیتا ہے اور وہ کام وجود میں آجاتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہئیے اس لئے کہ وہ حرکت ممکن ہے اور ممکن کے احد الجانبین کو ترجیح دیکر اسکو واجب بالغیر بنانا حق تعالے ہی کا کام ہے۔

الحاصل فعل کے سلسلے میں ابتدا جس سے لیکر وقوع فعل تک کوئی درجہ ایسا نہیں نکلتا کہ اس میں حق تعالے کا تصرف نہو اس سے ثابت ہے کہ جس طرح آدمی کی ذات وصفات مخلوق الٰہی ہیں اُس کے جملہ حرکات وسکنات وافعال بھی مخلوق الٰہی ہیں جیسا کہ خود حق تعالے فرماتا ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اور حدیث شریف میں جو دعا وارد ہے اللہم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منہا شیئاً فاذا فعلت ذلک بنا فکن انت ولینا واہدنا الی سواء السبیل یعنی الٰہی ہمارے دل اور پیشانی کے بال اور ہاتھ پاؤں وغیرہ جوارح

تیرے ہاتھ میں ہیں اُن میں سے کسی کا مالک ہمکو تو نے نہیں بنایا جب یہ معاملہ تو نے ہمارے ساتھ کیا تو اب تو ہی ہمارے کاموں کا ولی ہو جا اور ہمیں بیدست و پا رہنے دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے تصرف اور افعال جن کو ہم اپنے اختیار اور قدرت کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان میں سوائے ایک توجہ خاص کے ہمارا کوئی دخل نہیں اور اس کا بھی مدار خدائے تعالےٰ کے ارادے اور خلق ہی پر ہے۔ اور وہ توجہ انہیں اعضا سے متعلق ہوتی ہے جن کی حرکت سے ہمارے اغراض متعلق ہیں اور بعض اعضا ہم میں ایسے بھی ہیں کہ کتنی ہی توجہ کیجئے متحرک نہیں ہوتے اور بعض کبھی متحرک ہوتے ہیں اور کبھی نہیں اور بعض کے لئے ایک حد مقرر ہے اس سے زیادہ حرکت نہیں ہوسکتی بہرحال جس قدر ضرورت تھی حق تعالےٰ نے ہمارے جسم پر ہمکو ایک قسم کا تصرف دیا جسکی کیفیت اور حقیقت خود ہمیں معلوم نہیں مگر اس بات کا یقین بھی ہوتا ہے کہ افعال ہمارے ہی اختیار سے وجود میں آتے ہیں بلکہ اپنی دانست اور وجدان میں ایک قسم کی تکوین ہم اسکو سمجھتے ہیں۔

چونکہ حق تعالےٰ کو منظور تھا کہ اپنے رسول سب میں حسب شرافت ذاتی ممتاز رہیں اور ان کا دباؤ دلوں پر پڑے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا اس لئے ان کو یہ نشانی دی گئی کہ عالم میں تصرف کریں اور تصرف کی وہی صورت کہ ادھر ان کی توجہ خاص ہوئی اور اُدھر وقوع منجانب اللہ ہو گیا جیسے ہمارے افعال اختیاری میں ہوا کرتا ہے۔

پھر جو مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۹۶) میں لکھتے ہیں کہ اگر خدا اپنے

ذاتی اور ارادے سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دیسکتا ہے تو بلا شبہ وہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دیکر پورا خدا بنا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر چند وہ مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے مگر نہ اُن کو مسلمانوں کے عقیدے کی خبر ہے نہ قرآن کی سمجھ۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ نشانی دینا کسے کہتے ہیں اور خدا کا دینا کیسا ہوتا ہے۔ اور اگر جانتے ہیں تو خود غرضی سے خدائے تعالے کے کلام کی تکذیب کرنا جانتے ہیں حق تعالے صاف فرماتا ہے وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ یعنی عیلے کو ہمنے کھلی کھلی نشانیاں دیں کہتے ہیں خدا کسی کو ایسی نشانیاں دے ہی نہیں سکتا۔ حق تعالے فرماتا ہے وہ انبیائے مُوتے وغیرہ کیا کرتے تھے مرزا صاحب کہتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں۔ حق تعالے فرماتا ہے کسی رسول کی طاقت نہ تھی کہ بغیر ہمارے حکم کے کوئی معجزہ دکھائے کما قال تعالے وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اپنی عقل کے زور سے وہ معجزے تراشتے تھے جو معمولی اور فطرتی طاقت تھی جس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے خاص طور پر انکو کچھ نہیں دیا تھا حالانکہ حق تعالے فرماتا ہے وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا غرض کہ مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ اس قسم کے معجزے خداتعالی کسی کو دے ہی نہیں سکتا کیسی بھاری بات ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم ان یقولون الا کذبا۔ حالانکہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں کہ قرآن کی سب خبریں صحیح ہیں اور ان کو نہ ماننا بے ایمانی ہے چنانچہ اس کے صفحہ (۲۸۹) میں لکھتے ہیں اور جبکہ اس عالم کا مورخ اور واقعہ نگار بجز خدا کے کلام کے کوئی اور

نہیں ہو سکتا اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ نگار کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بادِ صرصر وساوس ایمان کی کشتی کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالتی جاتی ہے تو اس صورت میں کون عاقل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کر کے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ پھیرے جس پر اسکی جان کی سلامتی موقوف ہے تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ براہین میں اس قسم کی باتیں جو لکھی گئیں صرف زبانی اور معلماً نہیں مرزا صاحب کے دل میں ان کا کوئی اثر نہیں۔

انبیا کا درجہ تو ارفع ہے اوران کو خوارق عادات معجزات دکھلانے کی ضرورت بھی تھی تصرف فی الاکوان تو اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں وہنئت بالتوفیق والقدرۃ والامر النافذ علی النفس وغیرہا من الاشیاء والتکوین باذن اللہ الاشیاء فی الدنیا قبل الاخریٰ یعنی ولایت کے ایک درجے میں تمہارا حکم انفس وآفاق میں جاری ہونے لگیگا اور دنیا میں باذن خالق اشیا تمہیں صفت تکوین دیجائیگی اور دوسرے مقام میں اسی کتاب کے فرماتے ہیں ثم یرد علیک التکوین فتکون بالاذن الصریح لاغبار علیہ۔ قال تعالےٰ فِی بَعْضِ کُتُبِہٖ یَا ابْنَ آدَمَ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ وَاَطِعْنِیْ اَجْعَلْکَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنَ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِکَ بِکَثِیْرٍ مِّنْ اَنْبِیَائِہٖ وَخُصُوْصِہٖ مِنْ بَنِیْ آدَمَ یعنی بعد اتباع شریعت اور طے مقامات مخصوصہ کے صفت تکوین تمہیں دیجائیگی اور کھلے طور پر تم حق تعالےٰ کے اذن سے اشیاء کو موجود کر سکو گے۔ حق تعالےٰ نے بعض کتب میں فرمایا ہے۔

اے ابن آدم میں اللہ ہوں کوئی معبود میرے سوا نہیں جب کسی شئے کو میں کن کہتا ہوں تو وہ موجود ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر تو تیرے لئے بھی یہ قرار دونگا کہ جب تو کسی شئے کو کن کہے تو وہ موجود ہو جائیگی اور یہ بات بہت سے انبیا اور خاص خاص لوگوں کو بھی دی گئی۔ چونکہ مرزا صاحب فتوح الغیب سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں اس لئے یہ عبارتیں اس سے نقل کی گئیں۔ اس کے سوا بزرگان دین کے اکثر تذکروں سے ثابت ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ کو تصرف فی الاکوان دیا گیا اور برابر وہ تصرف کیا کرتے تھے اگر وہ واقعات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائیگی قطع نظر اس کے مرزا صاحب کو خود دعویٰ ہے کہ کن فیکون انکو بھی دیا گیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی خارق العادت تصرف طلب کیا جائے تو ضرور فرما دینگے کہ وہ تو شرک ہے جب قرآن کو ہم نے اس باب میں نہیں مانا تو خود اسکے کیونکر مرتکب ہو سکتے اس سے ظاہر اور مبرہن ہو سکتا ہے کہ کن فیکون کا دعویٰ صرف لفظی اور نمائش کے لئے ہے جس کے کوئی معنیٰ نہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ انکو بے انتہا معجزوں کا دعویٰ ہے مگر کن فیکون سے متعلق ایک بھی معجزہ انہوں نے نہیں دکھلایا تو مخالف کو ایک بہت بڑا قرینہ ہاتھ آگیا کہ مرزا صاحب کے جتنے معنوی دعوے مثلاً فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول وغیرہ ہیں سب اسی قسم کے ہیں جو کتابوں سے دیکھ دیکھ کر لکھ لئے گئے ہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۹۶) میں لکھتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام کے معجزات متشابہات میں داخل ہیں۔ اس سے مقصود یہ کہ انکا اعتقاد کرنیکی ضرورت نہیں مگر دراصل یہ بات نہیں بلکہ جو امور خدائے تعالےٰ کی ذات وصفات

سے متعلق قرآن میں ایسے ہیں جنکا سمجھنا غیر ممکن یا دشوار ہے ان پر ایمان لانے کی ضرورت ہے کیونکہ حق تعالےٰ متشابہات کے باب میں فرماتا ہے وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ مسئلہ استوا علی العرش میں سلف صالح سے مروی ہے کہ الاستواء معلوم والکیفیۃ مجہولۃ والسوال بدعۃ یعنی نفس استواء بلاکیف پر ایمان لانا ضرور ہے۔ ابراء اکمہ و ابرص اور احیا باذن اللہ وغیرہ معجزات میں کوئی ایسی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ جتنے بیمار طبیبوں کے علاج سے اچھے ہوتے ہیں آخر باذن اللہ ہی اچھے ہوا کرتے ہیں اسی طرح اکمہ اور ابرص بھی اچھے ہوتے تھے۔ اور مسمریزم سے تو یہ ہوا ہی کرتی ہے۔ رہگیا جان ڈالنا سو وہ بھی کوئی بڑی بات نہیں خدا سے تعالےٰ ہمیشہ اجسام میں جان ڈالتا ہی ہے جس سے مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔ البتہ اسقدر نئی بات ہوئی کہ عیسےٰ علیہ السلام نے بھی قم باذن اللہ وغیرہ کہدیا ہوگا پھر اس سے خدا کی قدرت میں کونسی نئی بات پیدا ہوگئی تھی کہ نعوذ باللہ صفت احیا معطل ہوگئی یا ان مردوں میں صفت عصیان پیدا ہوگئی تھی کہ خدا کے اذن سے بھی انکو جنبش نہ ہوئی۔ یہ اعتقاد مشرکوں کے اعتقاد سے بھی بدتر ہے کیونکہ مشرک بھی خدا سے تعالےٰ کو خالق عالم اور متصرف سمجھتے ہیں کما قال تعالےٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللہُ وقولہ تعالےٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا لَیَقُوْلُنَّ اللہُ۔

اب اس کے بعد قابل غور یہ بات ہے کہ مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ خدا سے تعالےٰ کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کر ان سے

باتیں کرتا ہے اور بعض وقت سمجھتے کرتا ہے۔ کسی کو اس میں شبہ نہیں کہ وجہ اور
ید وغیرہ متشابہات سے ہیں مگر مرزا صاحب کو اس کے سمجھنے بلکہ دیکھنے میں
ذرا بھی تامل نہوا اور عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کو صحابہ کے زمانے سے ابتک
کسی نے متشابہ نہیں کہا اور نہ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے۔ نہ عقل اُنکے
سمجھنے سے قاصر ہے اُن کو خودغرضی سے متشابہ میں داخل کر رہے ہیں عجیب
بات ہے۔

تمام روئے زمین پر جو اقوام بستے ہیں اُن میں تقریباً کل مسلمان،
یہود و نصاریٰ بت پرست اور مجوس ہیں۔ یہ سب خوارق عادات کے قائل
ہیں چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے پیشوایان قوم کے کارنامے عجیب و غریب
بیان کرتے ہیں جنکا وقوع آدمی کی عقل اور قدرت سے خارج ہے۔ اور
بن مانسوں کے جیسے تھوڑے لوگ ہونگے جو اس کے قائل نہیں۔ اگر فلاسفہ
خوارق عادات کے قائل نہوتے تو چنداں مستبعد نہ تھا اس لئے کہ خلاف
عقل اور خلاف طبیعت بات کو وہ جائز نہیں رکھتے مگر آخر عقلا ہیں دیکھا کہ
معجزات انبیاء کے بتواتر ثابت ہیں اور تواتر سے جو علم حاصل ہوتا ہے
وہ بدیہی ہوتا ہے جسکا انکار اعلٰے درجے کی حماقت ہے اس لئے انہوں
نے بڑے شد و مد سے وقوع خوارق کو مدلل کیا چنانچہ اشارات وغیرہ
میں اسکے دلائل مذکور ہیں۔

اس آخری دور میں سید احمد خاں صاحب کسی مصلحت سے
اسلام کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ دعوے کیا کہ اسلام کوئی

معین دین کا نام نہیں بلکہ وہ مفہوم کلی ہے جو ہر دین پر صادق آتا ہے اسکے
لئے نہ خدا کی ضرورت ہے نہ نبی کی۔ چنانچہ تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں
کہ جن لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں
میں تو اُن کو بھی مسلمان جانتا ہوں انتہے۔ اور تفسیر میں لکھتے ہیں ہزاروں
شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ وہ بغیر بولنے والے کے
اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو
کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں ہاں ان دونوں یعنی مجنون اور پیغمبر
میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون
بتاتے تھے انتہے یعنی کسی پیغمبر کا وجود مان بھی لیا جائے تو وہ ایک
دیوانے کا نام ہے کہ خشکی دماغ سے آوازیں سنتا ہے اور کسی خیالی شخص
کو دیکھتا ہے یعنی فرشتہ سمجھتا ہے جس کی وجہ سے کافر اسکو مجنون سمجھتے
تھے۔ اور تہذیب الاخلاق میں لکھتے ہیں کہ انسان کے دین اور دنیا اور اخلاق
اور تمدن اور معاشرت بلکہ زندگی کی حالت کو کرامت اور معجزے پر یقین یا
اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں انتہے۔ اسکی
وجہ یہی ہے کہ جب آدمی خوارق عادات کو دیکھ لے تو اسکو خالق کے وجود
پر فوراً یقین آجائیگا اور اس کے بعد نبوت یا ولایت پر۔ اور جہاں نبوت اور
ولایت دل میں جمی تو خاں صاحب کا منصوبہ بگڑ گیا اس لئے انہوں نے خوارق
کے نزدیک جانے سے روکدیا۔ جس قدر خدا و رسول کو اثبات حق کے
لئے معجزے کی ضرورت ہے اُسی قدر خاں صاحب کو اس سے نفرت اور

وحشت ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کو بھی مثل خان صاحب کے نیا دین قائم کرنے کی
ضرورت تھی مگر نہ ایسے طور پر کہ خان صاحب نے کیا کہ لوگوں کا دین تو بگاڑ دیا اور
اپنا کوئی نفع نہیں نہ نبوت اپنے لئے تجویز کی نہ امامت بلکہ مرزا صاحب نیا دین
ایسے طور پر قائم کرتے ہیں کہ اپنے لئے منصب نبوت اور امامت علیسویت وغیرہ
مسلم ہو اور خاندان میں عیسویت مستمر رہے۔ اس لئے ان کو بھی معجزوں سے وحشت
اور نفرت کی ضرورت ہوئی ورنہ اگر کوئی بمقتضائے جبلت انسانی نبوت کی
نشانی طلب کرتے تو مشکل کا سامنا تھا کیونکہ جیسے پیشگوئیوں میں کاہنوں وغیرہ
کی طرح باتوں سے کام نکل آتا ہے۔ خوارق عادات میں نہیں نکل سکتا
اس لئے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ معجزوں کے دو قسم کردئے نقلی اور عقلی
نقلی جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اُن کو تو قصوں کے ساتھ نامزد
کرکے ساقط الاعتبار کر دیا اور جو معجزات قرآن شریف میں ہیں اُن میں
دل کھول کر وہ بحثیں کیں کہ نہ کوئی پادری کر سکتا ہے نہ یہودی نہ ہنود و نہ مجوسی
اس لئے کہ وہ بھی آخر خوارق عادات کے قائل ہیں دلائل الزامیہ سے
فوراً اُن کا جواب ہو سکتا ہے۔ الغرض خوارق العادات میں ایک پہلو یہ اختیار
کیا کہ خان صاحب کی طرح ان کے قلع و قمع کی فکر کی اور اپنے زعم میں
ثابت کر دیا کہ اظہار معجزات میں انبیا کی طاقت ایک معمولی طاقت تھی جو
عوام الناس میں بھی موجود ہے اور خدا کی طرف سے کوئی نشانی اُن کو ایسی
نہیں دی گئی جو ما فوق طاقت بشری ہو۔ اور دوسرا پہلو یہ اختیار کیا کہ
خوارق عادات انبیا سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر کس و ناکس میں یہ صلاحیت

نہیں کہ اُن کو دیکھ سکے۔ چنانچہ براہین احمدیہ صفحہ (۴۶۱) میں لکھتے ہیں۔
معجزات اور خوارق عادات کے ظہور کے لئے صدق اور اخلاص شرط ہے
اور صدق و اخلاص کے بھی آثار و علامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان
نہو اور صبر اور ثبات اور غربت اور تذلل سے بہ نیت ہدایت پانے کے
کوئی نشانی کے ظہور تک صبر اور ادب سے انتظار کیا جائے تا خداوند کریم
وہ بات ظاہر کرے جس سے طالب صادق یقین کامل کے مرتبے تک
پہنچ جائے۔ لیکن جو لوگ خدائے تعالے کی طرف سے صاحب خوارق ہیں
ان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں
تماشا دکھاتے پھریں اور نہ یہ امور ان کے اختیار میں ہیں۔ بلکہ اصل
حقیقت یہ ہے کہ ان کے پتھر میں آگ بلاشبہ ہے لیکن صادقوں اور مخلصوں کے
ارادات ضرب پر اس کا ظہور اور بروز موقوف ہے۔

حاصل یہ کہ جو شخص مرزا صاحب سے ان کی نبوت کی نشانی طلب کرے
وہ پہلے اُن پر ایمان لائے اور نہایت عقیدت و ارادت سے غریب
و ذلیل ہو کر مودب بیٹھے پھر انتظار کرتا رہے کہ دیکھئے کب نشانی ظاہر
ہوتی ہے تاکہ میں اُن پر ایمان لاؤں اس وقت خارق عادات معجزہ ظاہر
ہوگا۔ اور جہاں کوئی شرط فوت ہوگئی یا قرینے سے معلوم ہوا کہ اس شخص
میں کینہ ہے یا مکابرہ کرنا چاہتا ہے تو معجزہ مرزا صاحب کے پاس نہیں آ
سکتا۔ عقلاً اس تحریر کی شرح خود اپنے وجدان سے کرلیں زیادہ
طول کلامی کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا تو کہنا ضرور ہے کہ قرآن وحدیث سے

نیز عقل سے ثابت ہے کہ نشانی اور معجزے کی ضرورت مخالفت اور نہ ماننے کے وقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی ابتداءً رسالت کو تسلیم کرے تو اس کے لئے نشانی کی ضرورت ہی کیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا فرطالب معجزے سے یہ کبھی نہ فرمایا کہ پہلے تم ایمان لاؤ اور منتظر بیٹھے چقماق کی طرح صدق کی ضرب لگائے جاؤ کبھی نہ کبھی کوئی نشانی دکھا دی جائیگی۔ فرعون کا واقعہ اظہر من الشمس ہے کہ موسی علیہ السلام کا وہ کیسا جانی دشمن تھا۔ پھر اس کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام نے کیسی کھلی نشانی ظاہر کی جو اب تک بطور ضرب المثل لکل فرعون موسیٰ کہا جاتا ہے۔

زبان و قلم سے جتنے کام متعلق تھے مرزا صاحب نے انکو بخوبی انجام دیا۔ الہامات کا سلسلہ متصل جاری رکھا۔ تالیف و تصنیف و اشاعت کی کمیٹیاں قائم کر دیں۔ مدرسے کی مستحکم بنیاد ڈالدی۔ عقلی معجزات ایسے دکھائے کہ جعلی نبوت کا نقشہ پیش کر دیا جسکو لوگ مان گئے مگر آخر اصلی اور نقلی کارخانے میں فرق ضروری ہے اس لئے جسکو معجزہ کہتے ہیں وہ نہ دکھلا سکے اور وہ ان سے طلب کرنا بھی تکلیف مالا یطاق ہے۔ انہیں کی ہمت اور رسائی عقل ہے کہ اس باب میں بھی وہ برابر سوال و جواب کئے جاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گو سیّد احمد خاں صاحب کو اقدمیت اور نئے دین کے بانی ہونے کی فضیلت حاصل ہے لیکن اُن کی عقل سے

مرزا صاحب کی عقل بدرجہا بڑھی ہوئی ہے اس لئے کہ خاں صاحب نے اسلام کی ایسی تعمیم کی کہ کوئی فردِ بشر اس سے خارج نہیں رہ سکتا اس سے ان کو کچھ حاصل نہوا اور مرزا صاحب نے جو اسلام کو اپنی امت میں محدود کر دیا اس سے ان کی وہ توقیر ہوئی کہ ان کی تصویر مکانوں میں اس اعزاز اور آداب سے رکھی جاتی ہے کہ شاید کرشن جی کی تصویر کو برہمن کے گھر میں بھی وہ اعزاز نصیب ہو۔

خاں صاحب نے نبوت کو جنون قرار دینے سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا مرزا صاحب نے نبوت کا ایک زینہ بڑھا کر وہ ترقی کی کہ قیامت تک مسیحائی کے سلسلے کو اپنے خاندان میں محفوظ کر لیا۔

خاں صاحب معجزات کا انکار کرکے دونوں جہان میں بے نصیب رہے۔ مرزا صاحب نے عقلی معجزات ثابت کرکے لاکھوں روپے حاصل کر لئے جس سے اعلےٰ درجے کے پیمانے پر مدرسے وغیرہ کے کام چلا رہے ہیں۔

نبوت کو عام فطرتی قوت دونوں نے قرار دیا مگر خاں صاحب بجز اس کے کہ نبوت گھر گھر کر گئی ان کو ذاتی کچھ فائدہ نہوا بلکہ ان کی امت کے لوگ ان کے بھی مقلد نہ رہے اپنی عقل کے مطابق رائے قائم کر لیتے ہیں اور مرزا صاحب نے اس قوت کو قیود و شروط لگا کر ایسا جکڑ بند کر دیا کہ اس زمانے میں تو اُن کے گھر سے نہیں نکل سکتی اور ان کی امت ان کی ایسی تبع ہے کہ ان کے کلام کے مقابلے میں خدا اور رسول کے کلام کو بھی نہیں مانتی۔

معجزات اور خوارق عادات کا جو انکار کیا جاتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ دین اور کتب دینیہ سے لوگوں کو چنداں تعلق نہ رہا۔ ورنہ معجزات کا انکار ایک ایسی چیز کا انکار ہے کہ جسکا علم ضروری ہے اسلیئے کہ ہزارہا صحابہ نے معجزات دیکھے پھر انہوں نے اپنی اولاد اور شاگردوں سے ان کے حالات بیان کئے پھر وہ کتابوں میں درج ہوئے اور ہر زمانہ اور ہر طبقے کے لوگ اس کثرت سے ان کی گواہی دیتے آئے کہ ان سب کا اتفاق کر کے جھوٹ کہنا عقلاً محال ہے۔ اسوقت لاکھوں کتابیں موجود ہیں جن میں معجزات وخوارق عادات کا ذکر ہے۔ مسلمان تو اس تواتر کا انکار نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے کہ دوسرے اقوام اس کا انکار کریں مگر انصاف سے دیکھیں تو انکو بھی انکار کا حق نہیں۔ اس لئے کہ اتنی کثرت کے بعد عقلاً بھی اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ہندوؤں سے سنتے سنتے کرشن جی کے وجود کا یقین ہو ہی گیا چنانچہ مرزا صاحب کو کرشن جی بننے کی رغبت اسی تواتر کی وجہ سے ہوئی ورنہ صاف فرما دیتے کہ کرشن جی کیسا اسکا تو وجود ہی ثابت نہیں۔

اگر مسلمانوں کی کتابیں جھوٹی ٹھہر جائیں تو اپنے اسلاف کے حالات اور ان کے وجود کی خبر دینے والی کونسی چیز ہمارے ہاتھ میں رہیگی کوئی ملت اور دین والا آدمی ایسا نظر نہ آئیگا جو اپنی دینی کتابوں کو جھوٹی قرار دیکر اپنے کو اس دین کی طرف منسوب کرے۔

جو بات بتواتر پہنچتی ہے اسکو یقین کر لینا آدمی کی فطرتی بات ہے

دیکھئے جب بچہ کئی شخصوں کی زبانی سن لیتا ہے یہ تمہارا باپ ہے تو اسکو یقین ہوجاتا ہے جسکے سبب عمر بھر اُسے باپ سمجھتا اور کہتا ہے۔ اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ آدمی کو حق تعالیٰ نے ایک صفت علم دی ہے جسپر اسکا کمال موقوف ہے علم سے مراد یہاں یقین ہے اگر فرض کیا جائے کہ کسی شخص میں صفت یقین نہو تو وہ پرلے درجے کا پاگل اور احمق ہوگا اس لئے کہ جب اسکو کسی بات کا یقین ہی نہیں ہوتا تو یہ بھی یقین نہوگا کہ میں آدمی ہوں اور نہ کھانے کو یقیناً کھانا سمجھیگا جس سے بھوک دفع ہوتی ہے اور نہ پانی کو پانی اور نہ کسی مفید چیز کو مفید سمجھیگا نہ مضر کو مضر۔ غرض کہ کسی چیز کا یقین نہوسکی تو ہے اس کی زندگی جانوروں کی زندگی سے بھی بدتر ہوگی اس لئے کہ آخر جانور اپنے فائدے کی چیز کو مفید سمجھکر راغب ہوتے ہیں اور مضر کو مضر یقین کرکے اس سے دور ہوتے ہیں۔ الحاصل انسان کو یقین کی صفت ایسی دی گئی ہے کہ اسی کی بدولت ہر ایک کمال حاصل کرتا ہے۔ پھر یقین حاصل ہونے کے چند اسباب قرار دئے گئے وجدان، مشاہدہ، تجربہ وغیرہ دیکھئے جب آدمی کو بھوک یا پیاس لگتی ہے تو اسکا وجدان گواہی دیتا ہے جس سے یقین ہوجاتا ہے کہ بھوک یا پیاس لگی ہے اور کھانے پینے کی فکر کرتا ہے جس سے بقائے شخصی متعلق ہے اسیطرح کسیکو دیکھنے یا اُسکی آواز سننے سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے ایسا ہی چند بار کسی چیز کو آزمانے سے یقین ہوجاتا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے یا اُس کی یہ خاصیت ہے اسی طرح جب کوئی بات متعدد اشخاص اور مختلف ذرائع سے سُنی جاتی ہے تو اُس کے وجود کا یقین ہوجاتا ہے کسی خبر کے سننے سے اکثر وہم کی کیفیت

پہلے پیدا ہوتی ہے پھر شک پھر ظن اُس کے بعد یقین ہوتا ہے - اس مثال سے
ان مدارج کی توضیح بخوبی ہوگی کہ جب کوئی شخص دور سے نظر آتا ہے تو پہلے وہم پیدا
ہوتا ہے کہ وہ فلاں شخص ہے مثلاً زید ہوگا پھر وہ جب کسی قدر قریب ہوتا ہے
تو ایک شکی کیفیت پیدا ہوتی ہے یعنی زید ہونے اور نہ ہونے کے احتمال برابر برابر
ہوگئے اور کسی ایک جانب کو غلبہ نہ ہوگا - پھر جب اور قریب ہو تو ایک جانب کو غلبہ ہو جائیگا کہ مثلاً وہ
زید ہے مگر ہنوز ایسا یقین نہیں کہ قسم کھا سکیں - پھر وہ جب اور نزدیک ہوا اور ایسے مقام تک
پہنچا کہ بصارت نے پوری یاری دی اور جتنے احتمالات زید نہ ہونے کے تھے سب رفع ہوگئے
اس وقت ابتداءً ایک ایسی اذعانی حالت دل میں پیدا ہوگی کہ بے اختیار رکہہ اٹھیگا
کہ واللہ یہ تو زید ہی ہے اور اسی پر وہ آثار مرتب ہونگے جو زید کے آنے پر مرتب
ہونے والے تھے مثلاً اگر دوست ہو تو استقبال کے لئے دوڑ پڑے گا اور
دشمن ہو تو کچھ اور فکر کریگا - بہر حال کیفیات قلبیہ ابتدائے رویت سے یقین
کے پیدا ہونے تک وقتاً فوقتاً بدلتے رہینگے اور آخر میں یقین کی کیفیت
پیدا ہوگی -

یہ **بات** ہر شخص جانتا ہے کہ اس کیفیت یقین پیدا ہونے میں اختیار کو
کوئی دخل نہیں اگر آدمی اُس وقت خاص میں یہ چاہے بھی کہ یقین پیدا نہ ہو
جب بھی پیدا ہو ہی جائیگا چنانچہ اس آیۂ شریفہ سے بھی یہی ثابت ہے
فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا
أَنْفُسُهُمْ یعنی معجزوں کو دیکھکر گو وہ انکار کرتے تھے مگر یقین ان کو
ہو ہی جاتا تھا - اسی طرح جب کوئی واقعہ کی خبر آدمی سنتا ہے تو پہلے

وہم اس واقعے کے وقوع کا ہو گا پھر جیسے جیسے مختلف ذرائع سے وہ خبر
پہنچتی جائیگی شک اور ظن تک نوبت پہنچیگی اور آخر میں جب جانب مخالف کے
احتمالات رفع ہو جائیں تو خود بخود یقین پیدا ہو جائیگا جسکے حاصل ہونے پر
انسان بالطبع مجبور ہے اسکی توضیح کے لئے یہ مثال کافی ہو سکتی ہے کہ
اندنوں جب اہل اخبار نے جاپان اور روس کے جنگ کا حال لکھنا
شروع کیا اور بالآخر جاپان کی فتح کی خبر دی تو جتنے مدراج یہاں ہمنے بیان
کئے سب کا وجدان ناظرین اخبار کو ہو گیا ہو گا کہ ابتداءً کسی ایک اخبار میں
جب یہ کیفیت دیکھی گئی ہوگی تو وہم پھر بحسب تواتر اخبار شک اور ظن اور یقین
ہو گیا ہو گا - اب جن لوگوں کو جاپان کی فتح کا یقین ہے اگر ان سے کوئی ناواقف
شخص کہے کہ حضرت کہاں جاپان اور کہاں روس اتنی دور کی ریاستوں میں لڑائی
کیسی - پھر جاپان کی حیثیت ہی کیا کہ روس سے مقابلہ کر سکے - جاپان بیچارہ
چین کا ایک صوبہ ہے خود چین روس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور بہت سا
ملک اس کے حوالے کر دیا - روس کے کئی صوبے ایسے ہیں کہ جاپان ان کی
برابری نہیں کر سکتا جیسا کہ جغرافیہ سے ثابت ہے پھر یہ کیونکر تسلیم کیا جائے کہ
جاپان نے اس عظیم الشان سلطنت روس کے ساتھ مقابلہ کیا اور فتح بھی پائی -
عقل اسکو ہرگز قبول نہیں کر سکتی - رہی اخبار کی خبریں سو وہ سب محتمل صدق و کذب
ہیں بلکہ قرائن عقلیہ سے کذب ہی کا پلہ بھاری ہے - پھر کوئی اخبار نویس اپنا چشم دید
واقعہ بھی نہیں لکھا جسکو ایک گواہ قرار دیں - سامع کی گواہی کا اعتبار ہی کیا - ہر ایک
اخبار دوسرے اخبار سے نقل کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سب اخباروں کا مدار

ایک اخبار پر ہے جس نے پہلے یہ خبر شائع کی تھی۔ معلوم نہیں اس نے کس مصلحت سے یا لوگوں کی عقل کے امتحان کی غرض سے یہ خبر شائع کی ہو۔ اور اگر بذریعہ تار اسکو خبر پہنچی بھی ہو تو تار میں بھی وہی عقلی احتمالات قائم ہیں۔ الغرض لیسے ایسے قوی احتمالات عقلیہ اور شہادت جغرافیہ کے بعد ہم ہرگز یقین نہیں کرسکتے کہ جاپان اور روس میں جنگ ہوئی اور جاپان نے فتح پائی۔ اب ہم ناظرین اخبار سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان احتمالات عقلیہ سے آپ کا وہ یقین جاتا رہیگا جو آپ نے زرخطیر خرچ کرکے بذریعہ اخبارات حاصل کیا تھا یا ان احتمالات کو آپ لغو اور اس کے قائل کو پاگل سمجھینگے میرا وجدان لوگوا ہی دیتا ہے کہ ناظرین اخبار پر ان احتمالات کا ہرگز اثر نہ پڑیگا اور وہ یہی جواب دینگے کہ جیسے اخبار ابتدائی جنگ سے خاتمہ تک ہمنے دیکھے ہیں جس سے وقتاً فوقتاً قلبی کیفیتیں ہماری بدلتی بدلتی یقین کی کیفیت تک نوبت پہنچی۔ اگر آپ بھی دیکھتے تو ہرگز یہ احتمالات قائم نہ کرسکتے اور اس تواتر کے مقابلے میں آپ کی عقل خود مقہور ہو جاتی اب اہل انصاف غور کریں کہ باوجودیکہ اخبار نویسوں کی نہ دیانت مسلم ہے نہ عدالت صرف تواتر کی وجہ سے جب ان کی خبر کا یہ اثر ہو کہ عقل مقہور ہو جائے تو اہل اسلام کے نزدیک معجزات کی ہزارہا خبریں ایسے لوگوں کی جن کی دیانت وعدالت بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کس درجے قابل وثوق ہونی چاہیے۔ اب دیکھئے کہ جو شخص ان کتابوں کو نہ دیکھکر احتمالات عقلیہ پیدا کرے اسکی بات کو مسلمان لغو سمجھیں گے یا قابل وقعت جو لوگ اس مقام میں احتمالات عقلیہ پیدا کرتے ہیں ان کو معذور سمجھنا چاہیئے اسلئے کہ انہوں نے صرف خبر کے معنی کا تصور کر لیا کہ الخبر یحتمل الصدق والکذب اور ذرائع وصول خبر کی اُن کو اطلاع ہی نہیں ہوئی

ورنہ ممکن نہ تھا کہ انکو نظر انداز کرسکیں جیسے جاپان کی فتح کی خبر کا حال معلوم ہوا۔
الحاصل جنکو اخبار معجزات کی کثرت ذرائع کا علم ہے گو ہر ایک معجزے کا
تواتر ثابت نہو مگر نفس معجزات کے وقوع کا وہ انکار نہیں کرسکتے اور جس طرح
مشاہدے سے یقینی علم ہوتا ہے اسی طرح تواتر سے وقوع معجزات کا انکو
علم ضروری ہوگا۔ عیسے علیہ السلام کی حیات اور نزول کا مسئلہ اسلام میں ایسا ظاہر
اور متفق علیہ ہے کہ ابتدا سے اب تک نہ علمائے ظاہر کو اُس میں اختلاف
ہے نہ اولیاء اللہ کو قرآن وتفاسیر واحادیث وغیرہ کتب اسلامیہ اُس کے
ثبوت پر گواہ ہیں۔ مگر مرزا صاحب باوجود اس تواتر کے اس کا انکار کرتے ہیں۔
ناظرین کرزن گزٹ پر ظاہر ہے کہ مرزا حیرت صاحب ایک زمانہ دراز
سے مرزا صاحب کا رد اُس اخبار میں کیا کرتے تھے مگر مرزا صاحب پر اُس کا کچھ
اثر نہ تھا آیات واحادیث واقوال میں گفتگو اور رد وقدح برابر کرتے رہے۔
مرزا حیرت صاحب بھی تو آخر مرزا ہیں اُنہوں نے دیکھا کہ وہ یوں نہ مانینگے اور عمر بھر
باتیں بنائے جائینگے اور اُن کی کج بحثوں سے لوگوں کے خیال میں یہ بات
متمکن ہوتی جائیگی کہ مرزا صاحب کو کوئی قائل نہیں کرسکتا جس سے اُن کی حقیقت
کا گمان عموماً جاہلوں کو پیدا ہوگا اس لئے انہوں نے ایک ایسے مسئلے میں گفتگو
شروع کی کہ عالم سے لیکر جاہل تک کسیکو اُس میں اختلاف نہیں اور جسکی وقعیت
کا اثر اسلامی دنیا میں یہانتک ہے کہ ہر سال لاکھوں روپے صرف کئے
جاتے ہیں اور اس تواتر کی وجہ سے ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوکر
ہزارہا روپے نذر ونیاز میں صرف کرتے ہیں یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شہادت اور واقعۂ کربلا کا انکار ہی کر دیا اور عقلی قرائن قائم کرکے بخاری وغیرہ کی معتبر احادیث کو رد کیا۔ اور کل کتب سیر اور تواریخ میں کلام کرکے اس بات میں ان سب کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ اب ہر چند علمائے شیعہ اور اہل سنت تواتر وغیرہ دلائل پیش کرتے ہیں مگر وہ ایک کی نہیں مانتے اور کج بحثیوں سے سب کا جواب دئے جاتے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ ایک بڑی کتاب کا سامان فراہم ہو گیا ہے اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے کہ جسطرح مرزا صاحب نصوص میں تاویلیں اور تواتر میں کلام کرتے ہیں اور عقل کے زور سے ہر موقع میں کچھ نہ کچھ گھڑ لیتے ہیں وہ بھی وہی کر رہے ہیں۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ جس طرح مرزا صاحب کی چل گئی اُن کی بھی چل جائیگی اور ان کی کتاب بھی مقصود پورا کرنے میں مرزا صاحب کی ازالۃ الاوہام سے کم نہو گی چنانچہ ابھی سے بعضوں نے ہاں میں ہاں ملادی اور ہمخیال پیدا ہونے لگے۔

قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا حیرت صاحب کو اس کتاب کے لکھنے سے یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ جب آدمی کج بحثی پر آجائے تو کیسی ہی روشن بلکہ اظہر من الشمس بات کیوں نہو اسس پر بھی وہم اور شک کی ظلمت ڈال سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ خدائے تعالےٰ ہی کے منکر ہیں برابر اہل حق کا مقابلہ کئے جاتے ہیں اور کوئی اثر براہین قاطعہ کا اُن کے دلوں پر نہیں پڑتا۔

مرزا حیرت صاحب نے باوجود اُس سخت مقابلے کے جو قادیانی صاحب کے ساتھ اُن کو تھا کہ کوئی پرچہ اُن کے اخبار کا ایسا نہیں نکلتا تھا جس میں قادیانی صاحب پر سخت حملہ نہ ہوتا۔ یکبارگی انکا تعقب چھوڑ کر مسئلۂ شہادت چھیڑ دیا اُس میں یہ مصلحت ضرور ہے کہ اس بحث میں بھی روئے سخن قادیانی صاحب ہی کی

طرف سے ہے کہ جس طرح آپ متفق علیہ مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ہم بھی اسی قسم کے بلکہ
اُس سے زیادہ تر روشن مسئلے کا انکار کرتے ہیں اگر تیزی طبع کا کچھ دعوے
ہے تو میدان میں آکر چون وچرا کیجئے اور جواب لیجئے مگر مرزا صاحب
باوجود اُس خصومت کے جو ایک مدت سے چلی آرہی ہے اور باوجود
اُس دعوے کے کہ میں حکم بنکر آیا ہوں اور ایسے امور کے فیصل کرنے کا
مامور ہوں تجاہل کرکے خاموش ہوگئے اور یہ غنیمت سمجھا کہ کسی طرح پیچھا تو
چھوٹا مگر یاد رہے کہ اس مسئلۂ شہادت کا اثر مرزا صاحب کی کارروائیوں پر
ضرور پڑیگا اور ادنےٰ عقل والے بھی سمجھ جائینگے کہ دونوں مرزا ایک ہی
قسم کا کام کر رہے ہیں۔ اور جسطرح انکار شہادت عقلی احتمالوں کے
پیدا کرنے سے کوئی عاقل کر نہیں سکتا اسی طرح عیسےٰ علیہ السلام کی حیات
ونزول کا انکار عاقل مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ ہم بھی اس مقام
میں ایک سچی پیشگوئی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کتنا ہی اشتعالک دیجئے
وہ مرزا حیرت صاحب کا مقابلہ نہ کرینگے اور اگر بالفرض کیا بھی تو ممکن نہیں
کہ کامیاب ہوسکیں۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ پیش نظر ہوتا ہے کہ تواتر جس کے بعد یقین
کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اُس کے لئے کتنے شخصوں کی خبر کی ضرورت
ہے سو اسکا تصفیہ خود ہر شخص کا وجدان کر سکتا ہے اس لئے کہ
یقینی کیفیت ایک وجدانی خبر ہے اگر یہ قرار دیا جائے کہ مثلاً سو آدمیونکی خبر
سے یقین ہو جاتا ہے تو بعض مواقع ایسے بھی ہونگے کہ سو تو کیا لاکھوں آدمیونکی

بات بھی قابل اعتبار نہ سمجھی جائیگی مثلاً کوئی جھوٹا نبوت کا دعوے کرکے کسی بات
کی خبر دے اور اُس کے ہزارہا پیرو بھی وہی خبر دیں تو یقین تو کیا وہم
بھی نہ ہوگا دیکھ لیجئے مرزا صاحب خبر دیتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام کی قبر کشمیر
میں ہے اور اُن کے اتباع بھی لوگوں سے یہی کہتے ہیں مگر اب تک کسی کو وہمی
طور پر بھی اس کا تصور نہ ہوا بہ خلاف اس کے مسلمانوں کو اپنے نبی کی خبر پر
وہ یقین ہوتا ہے کہ اگر اُس کے خلاف لاکھوں آدمی کہیں تو اس یقین پر ذرا
بھی برا اثر پڑ نہیں سکتا اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے کہ کل صحابہؓ
عدول اور سچے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان کو دو چار ہی صحابہ کا اتفاق
کسی خبر پر معلوم ہو تو اُسکے یقین کی کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور
منافق سو صحابیوں کی خبر کو بھی نہ مانیگا۔ الغرض اس یقین کی کیفیت پیدا ہونے
کا مدار حسن ظن پہ ہے جس قدر مخبروں پر حسن ظن زیادہ ہوگا اذعانی کیفیت
جلد پیدا ہوگی اور احتمالات عقلیہ جلد مقہور ہو جائینگے اور جس قدر
بدگمانی زیادہ ہوگی اسی قدر احتمالات عقلیہ زیادہ شورش کرینگے دیکھ لیجئے
مرزا صاحب کو چونکہ اسلاف پر بالکل حسن ظن نہیں اسلئے حدیث و تفسیر میں
ایسے ایسے احتمالات عقلیہ پیدا کر دیتے ہیں کہ ابتک کسی مسلمان کو نہیں
سوجھے علٰے ہذا القیاس خاں صاحب کا بھی یہی حال ہے۔

اب مشکل یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی ہدایت پر ہونے کی شناخت
حقتعالےٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ صحابہ کے سے اعتقاد ہم میں ہوں چنانچہ
ارشاد ہے قولہ تعالےٰ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا

یعنی حق تعالےٰ صحابہ سے مخاطب ہو کے فرماتا ہے کہ اگر تمہاری طرح وہ لوگ بھی اُن خبروں پر ایمان لائیں یعنی کامل اعتقاد رکھیں تو وہ ہدایت پر ہیں اب اگر احادیث ساقط الاعتبار کردئے جائیں تو کیونکر معلوم ہو کہ صحابہ کا اعتقاد کیا تھا مثلاً تمامی کتب اسلامیہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کا یہی اعتقاد تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قریب قیامت آسمان سے اترینگے جسکو ہر زمانے کے محدثین، فقہا، اولیاء اللہ اور جمیع علماء بیان کرتے اور اپنی تصنیفات میں لکھتے رہے جسپر آجتک کل امت گواہی دیرہی ہے اور ایک روایت بھی کسی کتاب میں نہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام مرکر مردوں میں جاملے۔ اس صورت میں اگر تمام کتب ساقط الاعتبار ہوں تو کیونکر معلوم ہو کہ اس مسئلے میں ہم صحابہ کے اعتقاد پر ہیں۔

مرزا صاحب کی یہ خودغرضی کا نتیجہ ہے کہ تمام امت کے ساتھ بدظنی کی جارہی ہے اور اس تواتر کو اتنی بھی وقعت نہیں دیگئی جو یورپ کے اخبار نویسونکو دیجاتی ہے۔ جتنا ہندوؤں کے کہنے سے مرزا صاحب کو کرشن جی پر اعتقاد ہے اس کا ہزارواں حصہ اس مسئلے پر نہیں حالانکہ کروڑہا اکابر دین اور مسلمانوں کی شہادت سے ثابت ہے۔

اب مرزا صاحب کے عقلی معجزات کا حال کسیقدر بیان کیا جاتا ہے انہوں نے اپنے عقلی معجزات ثابت کرنے سے پہلے یہ تمہید کی کہ اس دارالابتلا میں کھلے کھلے معجزات خدائے تعالےٰ ہرگز نہیں دکھاتا تا ایمان بالغیب کی صورت میں فرق نہ آئے جسکا مطلب ظاہر ہے کہ اگر کھلے کھلے

معجزات ظاہر ہوں تو ایمان بالغیب جو مطلوب ہے باقی نہ رہیگا۔ اس سے مقصد یہ کہ کھلے معجزات اس وجہ سے نہیں دکھاتے کہ کہیں لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق آجائے۔ جسکا مطلب یہ ہوا کہ ایمان و یقین کے درجے سے نکلکر عیاں کے درجے کو پہنچ جائینگے جو ایمان کے درجے سے بھی ارفع ہے۔ مگر بڑا ہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ جو معجزات تصرف عقل سے بالاتر ہیں وہ محجوب الحقیقت ہیں اور شعبدہ بازیوں سے منزہ کرنا انکا مشکل ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا یعنی وہ ایسے مشتبہ ہیں کہ انکا یقین بھی نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھلے معجزات میں بجائے اس کے کہ ایمان بالغیب میں فرق آئے شعبدہ بازی کے اشتباہ کا ایک حجاب اور زیادہ ہوتا ہے اب کونسی بات کو سچ سمجھیں۔ مرزا صاحب خاطر جمع رکھیں کہ اگر کوئی کھلا معجزہ دکھلائینگے تو کسی کے ایمان بالغیب میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ ہمت کرکے چند معجزے ایسے دکھلائیں کہ تصرف اور تدبیر عقلی سے بالاتر ہوں جیسے خود ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۰۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔ معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولے صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدائے تعالے کی غیر محدود قدرت نے ایک راست باز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اسکو دکھایا تھا انتہے۔ اگرچہ کہ معجزۂ شق القمر بھی مرزا صاحب کی تحقیق مذکورہ کے موافق محجوب الحقیقت ہے مگر اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالے کی قدرت میں ایسے معجزات کا دکھانا ممکن ہے جس سے راستبازوں کی عظمت ظاہر

ہوا کرتی ہے۔ پھر مرزا صاحب کی راستبازی کو کیا ہوا کہ کوئی ایسا معجزہ ابتک ان سے صادر نہ ہوا اور وہاں تو مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ بروزی طور پر نعوذباللہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو پھر معجزہ شق القمر دوبارا ہوجانا کوئی بڑی بات نہ تھی ہم نے اسکو بھی چھوڑا اقلاً اتنا تو ہوتا کہ کوئی زمینی خارق عادت دکھائی ہوتی۔ آخر جو معجزے بتا رہے ہیں اُن میں بھی اقسام کے کلام ہو رہے ہیں جیسے ہی ان میں بھی کلام ہوتے۔

عیسے علیہ السلام کی نسبت جو انہوں نے لکھا ہے کہ وہ فطرتی طاقت سے کام لیکر معجزے دکھاتے تھے جو ہر فرد بشر میں موجود ہے اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ خود بھی اسی طاقت سے کام لیکر معجزے دکھاتے ہیں اس صورت میں ضرور تھا کہ چند مادرزاد اندھے اور کوڑیوں کو مثل عیسے علیہ السلام کے چنگے کر دکھاتے۔ اور اگر یہ فرما دیں کہ جتنے لوگ قادیانی ہوگئے ہیں وہ مادرزاد اندھے اور کوڑہی ہی تو تھے تو ہم اُسکو نہ مانینگے اس لئے کہ وہ قبل قادیانی ہونے کے خدا اور رسول اور جملہ احکام قرآنیہ پر ایمان لائے تھے۔ اور اگر اس ایمان کو بھی کفر بتائیں تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ مرزا صاحب کے نزدیک اسلام کفر ہے۔

عقلی معجزات کا اختراع کرنا جو کسی نے نہ سنا ہوگا۔ پھر نقلی معجزات کی توہین۔ اور عقلی معجزات کی فضیلت اور تحسین وغیرہ امور اس بات پر دلیل ہیں کہ مرزا صاحب کی عقل معجزات دکھانے میں ید طولے رکھتی ہے۔ کیونکہ کل عقلا کا اتفاق ہے کہ جس عضو اور قوت سے جس قسم کا کام زیادہ لیا جائے

اسیطرح اسمیں زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے اور مرزا صاحب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ لڑکپن سے اسی کام میں مصروف ہیں تو انکی عقلی قوت کے بڑھ جانے میں کوئی تامل نہیں۔

عقلی معجزات کا نام سنکر عقلا کی عقلوں کو ضرور یہ خیال پیدا ہوگا کہ مرزا صاحب کی عقل مشاقی پیدا کر کے نبوت حاصل کرے تو کیا ہم اس قابل بھی نہیں کہ اس کے تراشیدہ معجزات کو سمجھ سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب بہت بڑے عاقل ہیں مگر عقلا کا دستور اور مقتضائے عقل ہے کہ جب بڑا کام کرنا منظور ہوتا ہے تو اُس میں کتب تواریخ و وقائع سے ہ ۔ دیکھ پہلے علمی مواد حاصل کر لیتے ہیں جس سے عمل میں آسانی ہوتی ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب ایک مدت دراز سے اسی طرف متوجہ ہیں ان کی نظر عقلا کی کارروائیوں اور اعجاز نمائیوں میں نہایت وسیع ہے اسکا احاطہ ہم سے متعذر ہے مگر باوجود کم فرصتی اور بے توجہی کے چند مثالیں جو ہمیں مل گئی ہیں وہ بیان کیجاتی ہیں اس سے ظاہر ہوگا کہ مرزا صاحب نے سابق کے عقلا سے کیسی مسابقت کی اور انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بعض امور میں انہیں کی عقل کے گھوڑے بڑھے رہے

ابوالریحان خوارزمی رحمہ نے الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں لکھا ہے کہ یوذاسف جو ملک طہمورث کے وقت میں ہندوستان آکر نبوت کا دعوے کیا تھا اور دراصل وہ ستارہ پرست تھا اس نے ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہ تہمت لگائی کہ وہ ستارہ پرست تھے اتفاقاً اُن کے قلفہ میں برص نمودار ہوا اس زمانے میں برص والے کو لوگ نجس سمجھکر اس سے مخالطت نہیں کرتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اپنے قلفہ کو قطع کر ڈالا

یعنی اپنی ختنہ کی جب کسی بتخانے میں حسب عادت گئے تو کسی بت سے آواز آئی کہ اے ابراہیم تم ایک عیب کی وجہ سے ہمارے پاس سے چلے گئے تھے اور اب وہ عیب لیکر آئے ہو چلو ہمارے پاس سے نکلو اور پھر یہاں کبھی نہ آنا یہ سنکر اُن کو غصہ آیا اور اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور مذہب بھی چھوڑ دیا اس کے بعد اُن کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور چاہا کہ اپنے بیٹے کو مشتری کے لئے ذبح کریں کیونکہ اس زمانے میں دستور تھا کہ ایسے مواقع میں اپنی اولاد کو ذبح کیا کرتے تھے جب مشتری کو ان کی سچی توبہ کی صداقت معلوم ہوگئی تو ایک دنبہ ان کے فرزند کے عوض میں دیدیا۔

اسیطرح مرزا صاحب نے بھی عیسٰے علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ مسمریزم سے وہ قریب الموت مردوں کو حرکت دیتے تھے یعنی جادوگر تھے۔ اور اپنے باپ نجار سے کلوں کی چڑیاں بنانا سیکھ لیا تھا۔ اور تالاب کی مٹی میں خاصیت تھی جس سے وہ چڑیاں بناتے اور کلوں کے ذریعے سے حرکت دیتے تھے اور کوڑی وغیرہ کا اسی مٹی سے علاج کرتے تھے۔ تعجب نہیں کہ یوزاسف کی تقریر نے مرزا صاحب کو اس طرف توجہ دلائی ہو کیونکہ "سخن از پہلوے سخن می خیزد"۔ اور اگر بغیر تقلید کے وہ خود انہیں کا اختراع ہے تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی طبیعت یوزاسف کی طبیعت سے کم ہے اسیطرح مسیح علیہ السلام کے سولی پر چڑھانے کا واقعہ انہوں نے اپنی طبیعت سے تراشا کہ انکو یہود نے سولی پر چڑھایا اور مرگئے سمجھکر شام سے پہلے اتار لیا اتفاقاً اس وقت آندھی چلی اور گڑبڑ میں وہ بھاگ گئے اور اپنے وطن گلیل میں مرے اور پھر کشمیر میں آکر مرے چنانچہ وہاں ان کی قبر موجود ہے۔

لا اللہ یہ قصہ نہ مسلمان کی کسی کتاب میں ہے نہ عیسائیوں کی کتاب میں اسیطرح
کمال وغیرہ کے حالات میں اپنی طبیعت سے واقعات اور اسباب تراشتے
ہیں۔ گر اہل علم ازالۃ الاوہام کو دیکھینگے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے زمانے میں مرزا صاحب
کی صفت یوذاسف کی طبیعت سے اس باب میں کم نہیں واقعات اور آیات
و احادیث کے نئے نئے مضامین تراشنے میں ان کو کمال ہے علما کو عقلی لطف
اٹھانے کے لئے یہ کتاب قابل دید ہے اور اگر بیچارے بے علم حسن ظن سے
اسکو دیکھیں تو ضرور گمراہ ہو جائینگے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص ابراہیم علیہ السلام
کے اصلی واقعات کو نہ جانتا ہو اور یوذاسف کی تقریر مذکور کو حسن ظن سے
دیکھے تو پھر اسکو اس بات کی تصدیق کرنے میں کہ ابراہیم علیہ السلام نعوذ باللہ
مجوسی تھے کون چیز مانع ہے۔ اس لئے بے علم اور نیم ملا کو مرزا صاحب
در خانصاحب کی تصانیف کا دیکھنا سم قاتل سے بڑھ کر ہے۔

تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر رح نے لکھا ہے کہ نہار الرجال بن عنفوہ
ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن پڑھکر
اہل یمامہ کی تعلیم کے لئے گیا جو سب مسلمان ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب
نے اسکو کسی تدبیر سے اپنے موافق کر لیا اس نے اہل یمامہ میں یہ بات
مشہور کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے
چونکہ وہ لوگ نومسلم اور دین کی حقیقت سے ناواقف تھے اور سب میں عالم
بلکہ معلم وہی نہار تھا پس انہوں نے حسن ظن سے اسکی تصدیق کر لی اور مسیلمہ کے تابع ہو گئے
چونکہ وہ ایک زبان آور عقلمند شخص تھا دعوے کیا کہ مجھ پر بھی وحی اترتی ہے

اور مسجع عبارتیں یہ کہکر پیش کرتا کہ مجھپر یہ وحی ہوئی ہے چنانچہ ایک وحی اس کی یہ ہے یا ضفدع بنت ضفدع نقی ما تنقین ۔ اعلاک فی الماء و اسفلک فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین ۔ اور ایک وحی اسکی یہ ہے والمبذیات زرعا ۔ والحاصدات حصدا ۔ والذاریات قمحا ۔ والطاحنات طحنا ۔ والخابزات خبزا ۔ والثاردات ثردا ۔ واللاقمات لقما اہالة وسمنا لقد فضلتم علی اہل الوبر وما سبقکم اہل المدر ۔ ریفکم فامنعوہ ۔ والمعیی فاووہ والباغی فناوءوہ ۔ علامہ خیر الدین افندی الوسی رح نے الجواب الفسیح لما لفقہ عبد المسیح میں عبد المسیح نصرانی کا قول نقل کیا ہے کہ اسکا یہ مصحف میں نے پڑھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک مصحف ہی تصنیف کرڈالا تھا اور دعوے یہ تھا کہ وہ الہامی کتاب ہے ۔ غرض اس نے اس تدبیر سے بنی بنائی قوم یعنی مسلمانوں کو اپنے قبضے میں کرلیکر زبانی ذر سے انکا نبی بن بیٹھا اور کوئی شریعت نئی تجویز نہیں کی بلکہ وہ سب پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بھی معترف تھے ۔

مرزا صاحب نے بھی یہی کام کیا کہ پہلے مسلمانوں کو اپنے موافق بنانے کی یہ تدبیر نکالی کہ براہین احمدیہ مخالفین اسلام کے مقابلے میں تصنیف کی جب معتقدوں کا اعتقاد راسخ ہو گیا تو بنی بنائی قوم کے نبی بن بیٹھے اور اعجاز مسیح لکھکر معجزہ بھی ظاہر کر دیا ۔ جیسے مسیلمہ نے مصحف لکھا تھا ۔ ضرورۃ الامام صفحہ (۲۵) میں لکھتے ہیں کہ میں قرآن شریف کے معجزے کے ظل پر عربی

بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے - انتہیٰ -
یہی وجہ تھی کہ مسیلمہ کذاب کی فصاحت و بلاغت کو اس احمق قوم نے نشانی
سمجھ لی جس سے گمراہ اور ابدالآباد کے لئے دوزخی بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت کی تصدیق اُن کے کچھ کام نہ آئی -

مرزا صاحب کی امت ہنوز اسی خیال میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی بھی تصدیق کرتے ہیں اس لئے مسلمان ہیں ذرا غور کریں کہ مسیلمہ کذاب
کی امت بھی تو حضرت کی تصدیق کرتی تھی مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسکا
کچھ اعتبار نہ کیا اور صحابہ نے حسب ارشاد نبوی جو پہلے سے ہو چکا تھا جہاد کرکے
ان سب کو قتل کر ڈالا - حق تعالےٰ نے آدمی کو وجدان بھی بڑی نعمت دی ہے
ذرا اسکی طرف توجہ کرکے دیکھیں کہ اگر یہ مرزا صاحب کا واقعہ صحابہ کے زمانے
میں وقوع میں آتا تو کیا یہ نبوت مسلم رہتی اور یہ ایمان کافی سمجھا جاتا -

مسیلمہ کذاب کا مختصر حال جو مواہب اور اسکی شرح میں مذکور ہے
بمناسبت مقام لکھا جاتا ہے کہ اسکی عمر مرتے وقت ڈیڑھ سو ۱۵۰ برس کی تھی - اس حساب
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس کی عمر سوا سو ۱۲۵ برس کی
تھی اور اُس زمانے میں رحمٰن یمامہ مشہور تھا - چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابتداءً پڑھا تو کسی نے کہا کہ اس میں تو مسیلمہ کا ذکر
ہے وہ مدینہ طیبہ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا مگر ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ آدھا ملک اسے اپنے
کو دیا جائے جس سے حضرت خفا ہو گئے پھر یمامہ آکر نبوت کا دعوےٰ کیا اور یہ

نامہ لکھا۔ من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد
فانی اشرکت معک فی الامر وان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر انتہی
حضرت نے اس کے جواب میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ
الی مسیلمۃ الکذاب سلام علی من اتبع الہدی اما بعد فان الارض للہ یورثہا
من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین انتہی۔

علامہ برہان الدین وطواط رحمہ نے غرر الخصائص الواضحہ
میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی اوائل خلافت میں سجاح بنت سوید
نے نبوت کا دعوے کیا چونکہ یہ عورت نہایت فصیحہ تھی اور جو بات کہتی
مسجع کہتی تھی اس لئے اس کے مسجع اور پرزور تقریروں نے لوگوں کو
مسخر کر لیا چنانچہ کئی قبیلے عرب کے اس کے ساتھ ہو گئے پھر اس نے بنی تمیم
کا قصد کیا چونکہ وہ بہت بڑا قبیلہ ہے۔ اس لئے ان سے کہا کہ اگرچہ میں نبیہ ہوں
مگر عورت ہوں اگر تم مجھے تائید دو گے تو سلطنت اور امارت تم ہی میں
رہیگی۔ انہوں نے قبول کیا ان دنوں مسیلمہ کذاب کی بھی شہرت تھی سجاح
نے کہا چلو اسکو آزمائیں گے۔ اگر فی الحقیقت نبی ہے تو مضائقہ نہیں ورنہ
اس کے قوم کو شرمندہ کرنا چاہیے اور ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوئی
جب مسیلمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو گھبرایا اور تحفے و ہدایا بھیجکر امن کا خواستگار
ہوا جب اس نے امن دیا تو چالیس شخصوں کو لیکر اسکی طرف روانہ ہوا
قریب پہنچکر اپنے رفقا سے کہا کہ ایک عمدہ خیمہ اس کے لئے نصب
کرکے بخور وغیرہ سے معطر کرو چنانچہ خیمہ آراستہ اور معطر کرکے اسکی

دعوت کی گئی جب وہ خیمے میں داخل ہوئی اور نبی و نبیہ کا اجتماع ہوا تو ادھر ادھر کی گفتگو اور موانست کے بعد سجاح نے پوچھا کہ تم پر کیا وحی ہوئی

مسیلمہ نے کہا الم تر کیف فعل ربک بالحبلی۔ اخرج منہا نسمۃ تسعی۔ من بین صفاق وحشی۔ کہا اس کے بعد کیا۔ کہا ان اللہ خلق النساء افواجا وجعل الرجال لہن ازواجا

فنولج فیہن غرا میلنا ایلاجا۔ ثم نخرجہا اذا نشئن اخراجا۔ فینتجن لنا سخالا نتاجا۔

سجاح نے کہا اشہد انک نبی اللہ۔ مسیلمہ نے کہا کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ تم ہی سے نکاح ہو اور تمہاری اور ہماری فوج ملکر کل عرب کو فتح کرے کہا اچھا۔ مسیلمہ نے یہ اشعار پڑھے۔

الا قومی الی النیک	فقد ہیئ لک المضجع
فان شئت ففی البیت	وان شئت ففی المخدع
وان شئت سلقناک	وان شئت علی اربع
وان شئت بثلثیہ	وان شئت بہ اجمع

اس نے آخر فقرے کو پسند کر کے کہا بہ اجمع فہو للشمل اجمع صلی اللہ علیک مسیلمہ نے کہا مجھے بھی ایسی ہی وحی ہوئی ہے۔

جب بعد کامیابی کے سجاح اپنے مقام پر گئی لوگوں نے حال دریافت کیا کہا کہ مسیلمہ برحق نبی ہے اسی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا لوگوں نے کہا کچھ مہر بھی دیا گیا کہا نہیں۔ کہا افسوس ہے تجھ جیسی عورت کا کچھ مہر مقرر نہو ساتھ ہی سجاح لوٹی مسیلمہ نے کہا خیر تو ہے کہا مہر کے لئے آئی ہوں کہا تمہارا موذن کون ہے کہا شبیب ابن ربعی کہا اسکو بلاؤ

جب وہ آیا تو مسیلمہ نے کہا سجاح کے مہر میں تم سب لوگوں سے صبح اور عشا کی نماز میں نے معاف کر دی سب قوم میں پکار دو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پانچ نمازیں مقرر کی تھیں اُن میں سے دو نمازیں مسیلمہ بن حبیب رسول اللہ نے معاف کر دیں چنانچہ بنی تمیم یہ دو نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

اس واقعہ سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ درود اس زمانے میں سوائے انبیا کے اور کسی کے نام کے ساتھ کہا نہیں جاتا تھا اسی وجہ سے سجاح نے مسیلمہ کو صلی اللہ علیک اس وقت کہا جبکہ اس کی نبوت کا اعتراف کیا۔

اب مرزا صاحب کے نام پر صلی اللہ علیہ جو کہا جاتا ہے وہ سجاح اور مسیلمہ کی سنت ہے اس لئے کہ پہلے جس مدعی نبوت کے نام پر یہ جملہ کہا گیا مسیلمہ کذاب ہی تھا۔

علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوے کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے قتل کا حکم دیا اُس کے روبرو سے ایک گدھا جا رہا تھا اتفاقاً وہ گر گیا اُس نے اسکو اپنا معجزہ قرار دیا کہ وہ اپنے کو سجدہ کرتا ہے پھر جب وہ اُٹھنے لگا تو کچھ کہدیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اُس کے حکم سے گدھا کھڑا ہو گیا۔

الغرض اتفاقی امور سے بھی عقلا اعجاز نمائی کا کام لے لیتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب نے کئی مواقع میں ایسا ہی کیا۔ طاعون جب ملک

قادیان میں آیا نہ تھا - مرزا صاحب نے اشتہار جاری کیا کہ انہ اوی القریٰ اور للکارا کوئی ہے کہ ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انہ اوی القریٰ - اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا - باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے - اور لکھا کہ قادیان محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تختگاہ ہے اور یہ تمام امتیوں کے لئے نشان ہے -

پھر جب طاعون قادیان میں پہنچ گیا تو اخبار میں شائع کرایا کہ طاعون حضرت مسیح علیہ السلام کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے دیکھئے عقلی معجزہ اسے کہتے ہیں کہ ایک طاعون سے کھلے کھلے دو عقلی معجزے ظاہر ہو گئے -

زلزلہ سے جوالا مکھی کا بتخانہ جب تباہ ہوا تو الحکم مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء عیسوی میں فرماتے ہیں کہ ان بتوں کے گرنے پر خدا کے جری کو یہ وحی ہوئی جاء الحق وزہق الباطل جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ آیت پڑھی جبکہ وہ بت جو بیت اللہ میں رکھے تھے توڑ دئے گئے - آج احمد قادیانی کے منہ سے خدا کی اس وحی کا پھر نزول ہوا - فی الحقیقت مشہور آیت کا پڑھ دینا بھی عقلی معجزہ ہے - مرزا صاحب ہی کا کام تھا کہ بر موقع کمال جرأت سے اپنے گھر بیٹھکر وہ آیت پڑھ دی -

ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۰۷) میں لکھتے ہیں جس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں اور اس نائب کو نیابت کا اختیار ملنے کے وقت

صفحہ ۱۱۴

تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے۔ طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجے کی جنبش دیجاتی ہے۔ اور تمام انسانوں کے استعدادات مخفیہ ظاہر ہوتے ہیں اور ذخائر علوم وفنون کا فتحیاب ہو جاتا ہے صنعتیں کلیں ایجاد ہوتی ہیں اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ اور یہ سب اپنا حال بیان فرماتے ہیں جو سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔ غرض یہ کہ جتنی کلیں امریکہ اور یورپ میں ایجاد ہوئیں مرزا صاحب کی معجزات ہیں۔

اربعین میں لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے مکے سے مدینے جانے کے لیئے اونٹوں کی سواری چلی آتی تھی اور قرآن وحدیث میں بالاتفاق یہ پیش گوئی تھی کہ ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ اونٹ بیکار کئے جائینگے اور کوئی ان پر سوار نہیں ہوگا چنانچہ **وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ** اور حدیث یترک القلائص فلایسعی علیہا اسکی گواہ ہے پس یہ کس قدر بھاری پیشگوئی ہے جو مسیح کے زمانے کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی تیاری پوری ہوگئی فالحمد للہ علی ذلک انتہی۔

آیۂ واذا العشار عطلت سورۂ اذا الشمس کورت میں ہے درمنثور میں امام سیوطی رح نے یہ حدیث نقل کی ہے واخرج احمد والترمذی وابن المنذر والحاکم وصححہ ابن مردویہ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ کانہ راے عین فلیقرأ اذا الشمس کورت الحدیث

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ قیامت کو برائے العین دیکھ لے تو اذالشمس کورت پڑھے۔ کیونکہ اس میں زمینی اور آسمانی انقلاب پورے مذکور ہیں کہ عشار یعنی گابھن اونٹنیاں جو عربوں کو نہایت مرغوب ہوا کرتی ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہ کریگا کل وحشی جانور اکٹھے ہوجائینگے یعنی چرندوں کو درندوں کا کچھ خوف نہو گا پہاڑ اڑ جائینگے سمندروں کا پانی خشک ہوجائیگا۔ تارے گرجائینگے آفتاب بے نور ہوجائیگا۔ آسمان خراب ہوجائینگے۔ غرض اونٹنیوں کے معطل ہونے سے مقصود بیان ہول وپریشانی ہے جو نفخ صور کے وقت قیامت کے قریب ہوگی۔ مرزا صاحب نے یہ سمجھا کہ حجاز ریلوے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوجائیگا۔ یہ دوسرا عقلی معجزہ ہے۔ مرزا صاحب نے حجاز ریلوے سے جو یہ کام لیا کہ وہ اپنی نشانی ہے اس سے زیادہ وہ اس سے کام لے بھی نہیں سکتے اس لئے کہ حج کو جانا بھی انکا عقلاً محال ہے کیونکہ ازالۃ الاوہام میں وہ تصریح سے کہتے ہیں کہ ہندوستان بلکہ قادیان دارالامان ہے پھر اس دارالامن سے کسی دارالاسلام میں وہ کیونکر جاسکتے تاکہ نوبت سواری کی پہنچے غرض اس ریل کو اپنی سواری اگر تجویز فرماتے ہیں تو این خیالست ومحالست کا مضمون صادق ہے اور اگر اونٹنیوں کا بیکار ہونا ہی علامت ان کے مسیح موعود ہونے کی ہے تو مارواڑ کی اونٹنیاں مرزا صاحب کی مسیحیت ثابت ہونے نہ دینگی اس لئے کہ باوجود ریل کے وہ ابتک بیکار نہیں ہوئیں پھر حجاز کی اونٹنیاں کیوں بیکار ہونگی۔

ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۲۲) میں لکھتے ہیں کہ آیت انا علی ذہاب

به لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک
مفسدہ عظیم ہوکر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہو گئے
کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ء مطابق ۱۸۵۷ء عیسوی ہیں جسکی نسبت
خدائے تعالے نے آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئیگا تو قرآن
زمین پر سے اٹھایا جائیگا۔ پس اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ۱۸۵۷ء عیسوی
میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائیگا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اسپر عمل نہیں کرینگے
جیساکہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۵۷) میں لکھتے
ہیں کہ حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت
دنیا میں آئیگا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائیگا اور جہل شیوع پا جائیگا
یہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لوکان الایمان معلقا
عند الثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا
جو طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت وانا علی ذہاب بہ لقادرون
میں بحساب جمل مخفی ہے۔

اس تقریر میں عقلی معجزہ مرزا صاحب کا یہ ہے کہ ۱۲۷۴ھ ہجری
قرآن کو غائب کر دیا پھر ۱۳۰۰ھ میں اسے ثریا سے اتار لایا کیونکہ ازالۃ الاوہام
صفحہ (۱۸۶) سے واضح ہے کہ مسیح کے ظہور کی تاریخ غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰ھ)
ہے مرزا صاحب کو قرآن غائب کرنے کے لئے اتفاقاً غدر کا موقع ہاتھ آگیا
مگر اس میں یہ کسر رہگئی کہ غدر تو ہندوستان کے لوگوں نے کیا تھا قرآن حرمین
عرب۔ روم۔ شام۔ بلخ۔ بخارا۔ افغانستان۔ چین وافریقہ وغیرہ سے

کیوں اٹھالیا گیا۔ مرزا صاحب نے روئے زمین کو ہندوستان میں منحصر کرکے سب کو
اس شعر کا مصداق سمجھا ؎

ہرآں کرمیکہ درگندم نہانست زمین وآسمان اوہمانست

ورنہ کبھی یہ نہ فرماتے کہ غدر میں قرآن زمین سے اٹھا لیا گیا۔ اور قرآن اگر ہندوستان
سے اٹھا لیا گیا تھا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں ضرور باقی تھا۔ پھر پچیس تیس
سال تک کیا کوئی دوسرے ملک کا مسلمان ہندوستان میں آیا ہی نہیں یا
کوئی ہندوستانی اس مدت میں حج کو ہی نہیں گیا جو وہاں سے اپنے اور اپنے
بھائیوں کی دین و دنیا کی بہبودیوں کا ذریعہ اور ایمان کا مدار وہاں سے لے آتا
اور مرزا صاحب کو ثریا سے اتار لانے کی زحمت نہ ہوتی اس بیان سے مقصود
یہ ہے کہ جہاں اتفاقی امر میں مرزا صاحب کو کسی قسم کا موقع ملجاتا ہے تو اسکو
استدلال میں پیش کر دیتے ہیں اور کسی بات کی پروا نہیں کرتے دیکھئے کس ڈھٹائی
سے کہتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا
جائیگا تاکہ جاہلوں اور امنا وصدقنا کہنے والوں کو یقین ہو کہ قرآن ہاتھ سے نکل ہی
گیا تھا اگر مرزا صاحب نہوتے تو کس سے یہ ہوسکتا کہ ثریا پر جاکر وہاں سے اسے
لے آتا۔

علامہ جوہری رح نے کتاب المختار میں لکھا ہے کہ حجاز کے کسی شہر میں
ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام سلیمان مغربی تھا اس کی عجیب حالت
دیکھی گئی کہ جو مہمان اس کے ہاں جاتا جس قسم کے کھانے کی خواہش کرتا غیب سے
اس کا سامان ہو جاتا تھا چنانچہ ہم آٹھ شخص اس کے ہاں گئے ہر ایک نے ایک

خاص قسم کے کھانے کی فرمائش کی شیخ اپنے خلوتخانے میں جاکر نماز اور دعا میں مشغول ہوا تھوڑی دیر کے بعد جب باہر نکلا تو ہر ایک کی فرمائش موجود تھی جس سے ہم حیران ہو گئے جوہری رہ لکھتے ہیں کہ میں نے اسکی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اسکی عورت شہر میں رہتی ہے شیخ کو جو کچھ منگوانا ہوتا ہے حجرے میں جاکر کل فرمائشیں لکھکر کبوتر کے ذریعے سے اس کے پاس بھیجدیتا ہے اور وہ عورت سب چیزیں تیار کر کے فوراً بھیجدیتی ہے۔ اس عقلی معجزے سے لوگ اس کے بہت معتقد تھے دور دور سے تحف و ہدایا اور زر خطیر اس کے پاس بھیجتے تھے جس سے وہ نہایت مرفہ الحال تھا۔

اس قسم کے عقلی معجزات کی تکمیل آدمی اپنی ذات سے نہیں کرسکتا کسی اعتمادی شخص کی تائید کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ یہ شیخ قانع اور خانہ نشین تھا ایک عورت ہی کی تائید اس کے لئے کافی تھی اور جو لوگ بلند ہمت اور مردمیدان ہوتے ہیں اور ایک بڑے پیمانے پر کام چلانا چاہتے ہیں ان کے لئے کئی ہزار مؤیدوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ابن تومرت کے حال سے ظاہر ہے کہ ایک بڑی جماعت عقلا و علما کی فراہم کر کے کام شروع کیا۔ ایک عبداللہ ونشریسی اسکو ایسا مل گیا تھا کہ اس کے سب کاموں کو اس سے فروغ ہوگیا۔ اولاً اسکو دیوانہ بناکر ساتھ رکھا پھر جب ایک بڑے مجمع میں معجزے کی ضرورت ہوئی تو مخفی طور پر اس سے کچھ کہدیا۔ یا تو ہمیشہ دیوانہ اور کثیف قابل نفرت حالت میں رہتا تھا یا نہایت فاخرہ عالمانہ لباس پہنکر مجمع میں آیا اور ایک پر تاثیر واقعہ بیان کیا کہ رات آسمان سے ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور میرا سینہ شق کر کے دل دھو کر قرآن اور موطا کو

وغیرہ کتب حدیث و علوم سے بھر دیا۔ جب اس کا امتحان لیا گیا تو واقعی عالم ثابت ہوا۔
ابن تومرت یہ حالت دیکھتے ہی بے اختیار رونے لگا کہ کس منہ سے میں خدا کا شکر
ادا کروں اس عاجز کی جماعت میں اس نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا کہ جن کے
فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور جس طرح ہمارے سید ہمارے مولیٰ روحی فداہ
سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک شق کیا گیا تھا اس عاجز کی
جماعت میں ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کر کے
قرآن وحدیث اور تمامی علوم لدنیہ سے بھر دیا یہ سب حضرت ہی کا
طفیل ہے۔
اس معجزے کے دیکھنے کے بعد ہزاروں حمقا معتقد اور جان دینے پر
مستعد ہو گئے۔ مرزا صاحب کی جماعت میں فاضل اجل حافظ حکیم مولوی
نورالدین صاحب ایسے مدبر شخص ہیں کہ مرزا صاحب کو ان پر ناز ہے۔
اور ہونا بھی چاہیئے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۷۸) میں تحریر فرماتے ہیں
کہ بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے
سست اور مذبذب ہو گئے تھے تب سب سے پہلے مولوی حکیم نورالدین صاحب
کا خط اس عاجز کے اس دعوے کی تصدیق میں کہ (میں ہی مسیح موعود ہوں)
قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے آمنا وصدقنا
فاکتبنا مع الشاہدین۔ حکیم نورالدین صاحب جیسے فاضل شخص جب
آمنا وصدقنا کہکر امتی بن جائیں تو پھر جاہلوں کی کیا کمی ہے۔ حکیم صاحب
کے سوا مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ بھی اس کمیٹی کے معزز ارکان

ہیں جن سے مرزا صاحب کو بہت کچھ تائید ملی اور ملتی جاتی ہے ضرورۃ الامام صفحہ (۲۹) میں لکھتے ہیں ایک جلیل الشان فاضل مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی اُن کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔ یہ لوگ دیوانے تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا انتہٰی فی الحقیقت حکیم صاحب جامع الکمالات اور بڑے عقلمند شخص ہیں مگر وہ نثر نویسی سے زیادہ مرزا صاحب کو مدد نہ دے سکے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ صفحہ (۴۶۸) میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ روپے کی سخت ضرورت تھی تو آریہ سماج کے چند آدمیوں کے روبرو دعا کی اور الہام ہوا کہ دس دن کے بعد روپیہ آئیگا اور یہ بھی الہام اُسی وقت ہوا کہ تم امرتسر بھی جاؤ گے چنانچہ دس دن کے بعد گیارھویں روز محمد افضل خانصاحب سپرنٹنڈنٹ بندوبست راولپنڈی نے ایک سودس روپے بھیجے اور بست روپے ایک اور جگہ سے آئے۔ سو یہ وہ عظیم الشان پیش گوئی ہے جس کی مفصل حقیقت پر اس جگہ کے چند آریوں کو بخوبی اطلاع ہے۔ اگر قسم دیجائے تو بھی گواہی دینگے انتہٰی۔

انصاف سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کی اس کارروائی میں ایک قسم کا اعجاز ہے اگرچہ احتیاطاً دس روز کے بعد کی قید لگائی تھی اس لحاظ سے کہ روپے کا معاملہ ہے ممکن ہے کہ بھیجنے والے صاحب وقت مقررہ پر جو خط وکتابت وغیرہ ذرائع سے قرار دیا گیا ہو گا نہ بھیج سکیں مگر ان پر آفرین ہے کہ

برابر وقت معین پر بھیجدیا جس سے عقلی پیش گوئی پوری ہوئی۔

براہین احمدیہ صفحہ (۴۷۱) میں لکھتے ہیں کہ نور احمد خاں صاحب الہام کے منکر تھے ان سے کہا گیا کہ خداوند کریم کے حضرت میں دعا کیجائیگی کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعا بپایہ اجابت پہنچکر کوئی ایسی پیش گوئی خداوند کریم ظاہر فرمادے جس کو تم بچشم خود دیکھ جاؤ چنانچہ دعا کی گئی اور علی الصباح بنظر کشفی ایک خط دکھایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں ڈاک خانہ بھیجا ہے اس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہوا ہے ای ایم کوئرلر اور عربی میں یہ لکھا ہے ھذا شاہد نزاع چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اس جہت سے پہلے علی الصباح میاں نور احمد صاحب کو اس کشف اور الہام کی اطلاع دیکر انگریزی خوان سے اس انگریزی فقرے کی معنی دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں جھگڑنے والا ہوں سو اس خط سے یقیناً یہ معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے شام کو ان کے روبرو پادری رجب علی کا خط آگیا جس سے معلوم ہوا کہ اس عاجز کو ایک واقعے میں گواہ ٹھیرایا ہے انتہیٰ۔

عقلی معجزے کے لوازم سے ہے کہ جو علوم جانتے ہیں ان کو ایسا چھپانا جیسا کہ کوئی راز کو چھپاتا ہے دیکھئے ونشر لیسی اور اخرس وغیرہ نے کس عالی حوصلگی سے علم کو چھپایا جو آخر میں معجزے کا کام دیا اسیوجہ سے مرزا صاحب انگریزی دانی کو چھپاتے ہیں تاکہ ان الہامات میں جو اکثر انگریزی زبان میں ہوا کرتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے معجزے کا کام دے۔ اہل دانش پر اس قسم کے معجزات سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزا صاحب کے لوگ ڈاک خانے میں

اور دوسرے شہروں میں متعین ہیں کہ اس قسم کی خبروں کی تحقیق کر کے فوراً لکھدیا کریں تاکہ معجزات کا رنگ نہ بگڑے۔

براہین احمدیہ صفحہ (۴۷۰) میں لکھتے ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خاں کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے یہ پیش گوئی بھی بدستور معمول اسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی اور یہ قرار پایا کہ انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاکخانے میں جاوے چنانچہ ایک آریہ گیا اور خبر لایا کہ موتی مردان سے دس روپے آئے ہیں۔ انتہیٰ۔

فی الواقع روپیہ بھیجے اور ڈاک خانے کی ایسے طور پر خبر رکھی کہ بھید نہ کھلنے پائے ہر کسی کا کام نہیں مرزا صاحب نے عقلی اعجاز کر دکھایا ڈاک خانے والے کی کس قدر استمالت کی ضرورت ہوئی ہوگی کہ خطوط تقسیم کرنے سے پہلے خبر دیدی یہی تو عقلی معجزات ہیں جو ہر کسی کا کام نہیں۔

براہین احمدیہ صفحہ (۴۷۰) میں لکھتے ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اس بات سے اس جگہ آریوں کو جن سے بعض خود جا کر ڈاک خانے میں خبر لیتے تھے بخوبی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارے میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاک خانے سے خط وغیرہ آتا تھا اسکو خود بعض آریہ ڈاک خانے سے لے آتے تھے اور ہر روز ہر ایک بات سے بخوبی مطلع رہتے تھے اور

خود اب تک ڈاک خانے کا ڈاک منشی بھی ایک ہندو ہے غرض جب یہ الہام ہوا تو ان، توں میں ایک پنڈت کے ہاتھ سے جو امور غیبیہ ظاہر ہوتے تھے لکھو لئے جاتے تھے یہ پیش گوئی بھی بدستور لکھوائی گئی اور کئی آریوں کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو پینتالیس روپے کا منیا ڈر جہلم سے آگیا اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک ٹھیک اسی دن منیا ڈر روانہ ہوا تھا جس دن اسکی خبر دی گئی تھی انتہٰے۔

مرزا صاحب کا جہلم والے صاحب پر کس قدر وثوق ہو گا کہ خود تاریخ منیا ڈر بھیجنے کی قرار دی تھی برابر اسی تاریخ انہوں نے بھیجا تا معجزہ جھوٹا نہ ہو جاوے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسے معجزات کے لئے ایک کمیٹی کی ضرورت ہے جو سب ہم خیال ہوں اور جہاں رہیں اپنے اپنے فرائض منصبی پورے ادا کرتے رہیں۔

اور یہ بھی براہین احمدیہ صفحۂ (۴۷۷) میں ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدرآباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے۔ اور اس میں کسیقدر روپیہ دینے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ خواب بھی بدستور روزنامہ مذکورۂ بالا میں اسی ہندو سے لکھایا گیا اور کئی آریوں کو اطلاع دیگئی پھر تھوڑے دنوں کے بعد خط آگیا اور نواب صاحب نے سو روپیہ بھیجا انتہٰے۔

ہمیں معلوم ہے کہ نواب صاحب صاحب کشف نہیں تھے ایک مخیر شخص تھے کسی کی سعی پر انہوں نے اقرار کر لیا جسکی خوش خبری متوسط نے دی اور مرزا صاحب نے اسکو خواب و خیال سمجھکر پیش گوئی کی مد میں لکھوا دیا جسکا ظہور

معجزے کے رنگ میں ہوا یہ سب اتفاق کی برکت سے ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے

دو دل یک شود بشکند کوہ را

اہل دانش اگر مرزا صاحب کے معجزات کا موازنہ اور مقائسہ سلیمان مغربی کے معجزے کے ساتھ کریں تو اس قسم کے معجزات میں اسی کا پلہ بھاری نظر آئیگا۔ اس لئے کہ اُس نے سوائے اپنی بی بی کے کسی سے مدد نہیں لی اور ہزاروں روپے جمع کر کے مرجع خلائق بن گیا۔ البتہ مرزا صاحب کے معجزے کسی ایک قسم میں منحصر نہیں اس میں ان کو بیشک تفوق حاصل ہے۔

مگر اس قسم کے معجزات کو مرزا صاحب جو عظیم الشان نشانیاں کہتے ہیں نا زیبا ہے اس لئے کہ اس قسم کے مغیبات کا دریافت کرلینا کئی طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کچھ روپیہ صرف کر کے لوگ فراہم کرلئے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً خبر دیتے رہتے ہیں افسران خفیہ پولس اسی طریقے سے ہر شخص کے گھر کی بلکہ دل کی بات معلوم کرلیتے ہیں۔

کاہن لوگ بھی اس قسم کی خبریں دیتے ہیں بلکہ وہ تو آئندہ کی خبریں بھی دیا کرتے ہیں چنانچہ امام سیوطی رح نے خصائص کبرے میں کئی روایتیں نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے سطیح اور شق وغیرہ کاہنوں نے مفصل خبریں دی تھیں کہ نبی آخرالزمان قریب مبعوث ہونے والے ہیں جو بتوں کو توڑینگے اور ملک فتح کرینگے۔

مروج الذہب میں امام ابوالحسن مسعودی رح نے لکھا ہے کہ کاہن

لگ جو غیب کی خبریں دیتے ہیں اس کے سبب میں اختلاف ہے حکمائے یونان و روم کہتے ہیں کہ وہ لوگ نفوس کا تصفیہ کرتے ہیں جس سے اسرار طبیعت کے منکشف ہوتے ہیں اس لئے کہ کل اشیا کی صورتیں نفس کلی میں قائم ہیں جن کے عکس نفوس صافیہ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جنات ان کو خبر دے جاتے ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ اوضاع فلکیہ کو اس باب میں دخل تام ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک قوت اور صفائی طبیعت اور لطافت جس سے کہانت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہمارا قول ہے اور احادیث سے بھی وہی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شیطان ان کے موافق ہوتا ہے جو اس قسم کی خبریں ان کو دیتا ہے۔ بہرحال اسباب کچھ ہی ہوں مگر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کاہن غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں۔

عامل لوگ حاضرات کے ذریعے سے بھی ایسی خبریں معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ اس زمانے میں یہ لوگ بکثرت موجود ہیں۔

مسمریزم کے ذریعے سے بھی مغیبات پر اطلاع ہوا کرتی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا اس لئے کہ اس کی موجد مہذب قوم ہے۔ اور اس کے تو مرزا صاحب بھی قائل ہیں کہ عیسے علیہ السلام مسمریزم ہی کے ذریعے سے عجائب دکھلاتے تھے اگرچہ یہ وجہ بیان کرکے اسکی مشاقی سے انکار کرتے ہیں کہ وہ کام قابل نفرت ہے مگر عقلا اسکو باور نہیں کرسکتے اس لئے کہ مرزا صاحب نے اتنا بڑا دعوئے مسیحائی اور مہدویت و محدثیت و مجددیت وغیرہ کا کیا ہے ممکن نہیں کہ عقلی معجزات دکھلانے کے لئے عقلی کوئی ذریعہ پہلے سے تجویز نہ کر رکھا ہو۔ اور یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہزارہا آدمی اس کے واقف اور عامل موجود ہیں اور بہت سی کتابیں بھی اس فن میں

تصنیف ہو چکی ہیں اور مرزا صاحب ایک مدت تک گوشہ نشین اور خلوت گزین بھی رہ چکے ہیں اور عیسٰی علیہ السلام کی مثلیت حاصل کرنے کی بھی ایک زمانے سے فکر ہو رہی ہے پھر مسمریزم کی مشق سے کون سی چیز مانع ہے رہا انکار سو مصلحت وقت کے لحاظ سے ایسے امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز پر عمل کرنا مقتضائے عقل ہے۔

بہر حال جب غیب کی خبروں پر اطلاع پانے کے متعدد ذریعے موجود ہیں اور انہیں ذرائع سے لوگ اس زمانے میں مطلع ہوا کرتے ہیں تو وہ حد طاقت بشری سے خارج نہ ہوا پھر وہ معجزہ کیونکر ہو سکتا تھا معجزے کی حد میں یہ امر داخل ہے کہ قدرت بشری سے وہ کام خارج ہو۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار معجزے کے وقت غیب کی خبر دینے سے انکار فرما کر وہ بات دکھلائی کہ امکان بشری سے خارج تھی۔

غرر الخصائص الواضحہ صفحہ (۱۷۰) میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کوفے میں نبوت کا دعوٰے کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سنکر فرمایا کہ اس سے کہا جائے کہ مادر زاد اندھے اور ابرص کو چنگا کرے اور جب تک یہ معجزہ وہ نہ دکھلائے اسکا دعوٰے مسموع نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ترجمان القرآن جن کو علم و حکمت عطا ہونے کی دعا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کی اور وہ مقبول بھی ہو گئے جس کے مرزا صاحب بھی معترف ہیں انہوں نے کیسے مختصر جملے میں تصفیہ فرما دیا۔ اب جو حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہ کو معتمد علیہ اور ان کی بات کو قابل اعتبار سمجھتے ہیں ان کے اس فیصلے پر راضی ہو کر مرزا صاحب سے صاف کہدیں کہ جب تک مادر زاد اندھے اور کوڑھی جسکو ہم تجویز کریں آپ چنگا نہ کریں آپ کا دعوٰے مسموع نہیں ہو سکتا۔

مرزا صاحب کے معجزات میں وہ الہام بھی داخل ہیں جو موقع موقع پر ہوتے رہتے ہیں مثلاً:-

(۱) میرے پر خاص الہام سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہوکر وعدے کے موافق تو آیا ہے ازالہ صفحہ (۵۶۱)۔

(۲) انا انزلناہ قریباً من القادیان جس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عیسے دمشق یعنی قادیان میں اترا ہے ازالہ صفحہ (۷۵)۔

(۳) کشف سے معلوم ہوا کہ غلام احمد قادیانی کے تیرا سو عدد ہیں یہی مسیح ہے ازالہ صفحہ (۱۸۵)۔

(۴) اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے کھلے کھلے طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دیکر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفہ کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں ازالہ صفحہ (۶۹۵)۔

(۵) قل انی امرت و انا اول المومنین۔ و اتانی مالم یوت احداً من العالمین ازالہ صفحہ (۷۰۳)۔

(۶) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ازالہ صفحہ (۷۶)۔

(۷) قل یا ایھا الکافرون انی من الصادقین ازالہ صفحہ (۸۵۵)۔

جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے عیسے علیہ السلام کو مار کر مرزا صاحب کو ان کی جگہ بجائے دمشق قادیان میں اُتارا اور خلیفۃ اللہ آدم بنا کر بشارت ان کی براہین احمدیہ میں دی اور ان کو وہ فضائل دئے جو عالم میں کسی کو نہیں دئے اور ان کی

اطاعت کرنے والا محبوب خدا ہے اور انکا مخالف کافر ہے۔ اور اس کے سوا یہ بھی فرماتے ہیں کہ خدا اُنہ سے پردہ اٹھاکر ان سے باتیں بلکہ ٹھٹھے کیا کرتا ہے اونکے تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ بیانات بھی معجزے نہیں ہوسکتے اسلیے کہ ابھی معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہے جو طاقت بشری سے خارج ہو اور یہ بیانات طاقت بشری سے خارج نہیں۔ دیکھیے مسیلمہ کذاب سے لیکر آجتک جتنے جھوٹے نبی اور مدعیان امامت وعیسویت ومہدویت وکشفیت وشاہدیت وغیرہ گذرے سب برابر کہا کرتے تھے کہ ہم پر وحی ہوتی ہے اور خدا سے باتیں کیا کرتے ہیں اور کسی کو تو خدا نے اپنا پیارا بیٹا بھی کہدیا۔ ان کی تعلیوں پر وہ حکایت صادق آتی ہے جسکو مولانائے روم رحمہ نے مثنوی میں لکھا ہے۔

آں شغالک رفت اندر خم رنگ | اندراں خم کرد یک ساعت درنگ
پس برآمد پوستش رنگیں شدہ | کہ منم طاؤس علیین شدہ
دید خود را سرخ و سبز و بود و زرد | خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
جملہ گفتند اے شغالک حال چیست | کہ ترا در سر نشاطی ملتویست
از نشاط از ما کرانہ کردۂ | ایں تکبر از کجا آوردۂ
یک شغالے پیش او شد کاے فلاں | شید کردی تا شدی از خوشدلاں
شید کردی تا بمنبر بر جہی | تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
پس بکوشیدی ندیدی گرمئے | پس ز شید آوردۂ بے شرمئے
صدق و گرمی خود شعار اولیاست | باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
کالتفات خلق سوئے خود کشند | کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند

غرض یہ کہ اپنے منہ سے وہ ہزار تعلیاں کریں مگر کیا کوئی عاقل ان کی تعلیوں کو [illegible] کہ سکتا ہے ہاں اسکو ہم مان لینگے کہ بقول مرزا صاحب وہ بھی ایک [illegible] ہے عقلی معجزات ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ جب تک خدا کی طرف سے اُن لوگوں کو نہ پہنچائے جائیں یہ سادہ لوح ہماری بات کو نہ مانینگے اس لیے حسب ضرورت الہام بنا بنا کر ان کو خدا کی طرف سے سنایا۔ اور قاعدے کی بات ہے جہاں لاکھوں آدمی ہوں وہاں صدہا بلکہ ہزارہا ایسے بھی ہوتے ہیں کہ [illegible] بات کی تحقیق سے ان کو کچھ غرض نہیں ہوتی ایسی باتوں کو سچ سمجھ [illegible] [illegible] سمجھکر مان لیتے ہیں۔

خیر الخصائص میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کسی بزرگوار کی ملاقات کو گئے دیکھا کہ قرآن شریف گود میں ہے اور زار زار رو رہے ہیں اور [illegible] شکوں سے قرآن کے اوراق تر ہیں پوچھا یہ کیا حالت ہے کہا میں نے اپنی لونڈیوں کے ساتھ چھاچھ کھائی تھی جس سے خدائے تعالے منع فرماتا ہے اب سوائے رونے کے اور کیا کرسکتا ہوں کہا کس نے تمہیں اس سے منع کیا کہا کیا [illegible] قرآن نہیں پڑھا حقتعالے فرماتا ہے یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ (اس آیت میں حایضہ عورتوں سے مقاربت منع کی گئی ہے۔ انہوں نے محیض کو مخیض بخائے معجمہ سمجھا جس کے معنی چھاچھ کے ہیں) غرض وہ آیت سنا کر کہا کہ اب میری توبہ قبول ہونے کی کیا صورت ہے۔ مولوی صاحب نے ان کی حالت اور اصرار کو دیکھکر کہا کہ تضرع اور عاجزی سے توبہ کی جائے تو قبول ہوتی ہے سنتے ہی انہوں نے سر سے

پگڑی اتارلی اور آستین چڑھا کر دست بدعا ہوئے اور یہ دعا کرنی شروع کی

اللہم انک تجد من ترحمہ سوای ولا اجد من یعذبنی سواک یعنی یا اللہ تجھے رحم کرنے کے لئے بہت لوگ ملیں گے لیکن مجھے عذاب کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں مل سکتا۔

الحاصل اس قسم کی طبیعت والوں کو جب خدا کا پیام پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ شعبدے اور نیرنجات و طلسمات اور کہانت و نجوم و مسمریزم وغیرہ سے کام لیکر ان کی کوتہ اندیش عقلیں مسخر کرلی جائیں۔ تو پھر ان سے آمنا وصدقنا کہنے میں کیا تامل۔ انہیں تدابیر سے ہر زمانے میں لاکھوں آدمیوں کو جعلسازوں نے پھانسا ویسی طبیعت اور خیال والے ابتک موجود ہیں۔ اور اسلام میں جو زمانہ خیر القرون کا تھا جب مسیلمہ کذاب واسود عنسی وغیرہ جعلسازوں کی چل گئی تو تیرا سو برس کے بعد چل جانا کونسی بڑی بات ہے۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ مرزا صاحب جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۸) میں لکھتے ہیں کہ ایک مومن کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ الہام اور کشف کا نام سنکر چپ ہو جائے اور لمبی چون وچرا سے باز آجائے انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک مسیلمہ وغیرہ کے الہام سنکر جو لوگ چپ رہے اور چون وچرا سے رک گئے وہ متدین تھے اور جو لوگ چون وچرا بلکہ ان کی سرکوبی کی وہ متدین نہ تھے معاذ اللہ اس کا تو کوئی مسلمان قائل نہیں بلکہ جھوٹے نبیوں کے الہاموں کو رد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ صفحہ (۲۴۲) میں اپنے پر الہام ہونیکی کیفیتیں نہایت دل چسپ بیان کرتے ہیں کہ وہ کامل روشنی کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے نور کو قوی طور پر دکھلا کر ملہم کے دل کو کامل یقین سے پُر کر دیتا ہے ۔ اور لکھتے ہیں مختلف لفظوں میں اثر کر معنی اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبادت کو تشابہات میں سے بکل الوجوہ باہر کر دے اور متواتر دعاؤں اور سوال کے وقت خدا تعالے ان معانی کا قطعی اور یقینی ہونا متواتر اجابتوں اور جوابوں کے ذریعے سے .بوضاحت تمام بیان فرمادے ۔ جب کوئی الہام اس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل النور اور یقینی ہے ۔ خدائے تعالےٰ ایک ایسی ہوشی لور ربودگی اس پر ظاہر کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی کھو دیتا ہے . بندہ جب حالت ربودگی سے جو غوطہ سے بہت مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج بھری ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اسکو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائب بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے ۔ گویا اُس عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے ۔ اور اپنے سوالوں کا جواب پاتا ہے اسطرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کی بات کا جواب دیتا ہے اور جواب نہایت فصیح

اور لطیف الفاظوں میں بلکہ کبھی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ ناآشنائے محض ہے اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی حالتوں سے باہر ہے اور کبھی مواہب عطیہ کی بشارت ملتی ہے اور منازل عالیہ کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور قرب حضرت باری کی مبارکباد دیجاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیش گوئی ہوتی ہے۔ اُن کلمات سے جس قدر ذوق و معرفت حاصل ہوتی ہے اسکو وہی بندہ جانتا ہے جسکو یہ نعمت عظمےٰ عطا ہوئی ہے۔ اور ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے اتار کران سے باتیں کرتا ہے اور بعض وقت ہنستے کرتا ہے۔ غرض وحی اور الہام کے حالات مذکورہ کچھ تو احادیث سے اور کچھ صوفیہ کے کلام سے ماخوذ ہیں اور کچھ مرزا صاحب کی ایجاد بھی ہے ہیں اس میں کلام نہیں کہ وحی اور الہام کے حالات ایک خاص قسم کے ہیں جن کو اہل الہام جانتے ہیں۔ مگر کلام اس میں ہے کہ مرزا صاحب کو بھی الہام ہوتا ہے یا نہیں ابتک انہوں نے اس دعوے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ممکن ہے کہ کسی قسم کی استغراقی حالت ان پر طاری ہوتی ہو۔ جسکو وہ بیخودی سمجھتے ہوں کیونکہ انسان پر جو خیال غالب ہوتا ہے اس میں انہماک ہوجاتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ہر وقت اُس کام کا خیال لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خواب میں بھی وہی نظر آتا ہے چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

ور بلبل بے قرار بلبل با شی		گر در دلِ تو گل گذرد گل باشی

شاعروں کی حالت مشہور ہے کہ جب کوئی عمدہ مضمون انکو سوجھتا ہے تو وہ بیخود ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ان کو خبر نہیں ہوتی اور بے اختیار وجد کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ مرزا صاحب میں ایک مدت سے مسیحیت کا خیال متمکن ہے اور اس کے لوازم کے اثبات کی فکر میں اکثر مستغرق اور منہمک رہتے ہیں اس وجہ سے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ جب کوئی نیا مضمون اس استغراقی حالت میں ان کو سوجھتا ہو گا تو ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہو گی جو کشف کے ساتھ مشابہ ہے۔ کیونکہ فکر کے دریا میں غوطہ لگانے کے بعد جو مضمون دستیاب ہوتا ہے اس وقت اس کی طرف کچھ ایسی توجہ رہتی ہے کہ کوئی دوسری چیز عالم خیال میں پیش نظر نہیں ہوتی اور دستیابی گوہر مقصود کا سرور اس کے دل پر ایسا محیط ہوتا ہے کہ بیخودی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس استغراقی حالت میں چمکتے ہوئے گوہر مقصود کا پیش نظر رہنا اس بات کو باور کراتا ہے کہ اُس مسئلے کا کشف ہو گیا حالانکہ دراصل یہ ایک خیالی کشف ہوتا ہے۔ حالت واقعیہ سے اسکو کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرزا صاحب کا نفس لطیف ہو اور جس طرح کاہنوں کے کشف کا حال حکما نے لکھا ہے اُن کو بھی کشف ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو ایسے بھی کشف ہوتے ہیں جو کسی شاعر نے لکھا ہے۔

رہزنِ دیں دزدِ ایماں را		شیخ در کشف دید شیطان را

از صفا بسکہ دل چو آئینہ ساخت　　آن لعین راہمیں کہ دید شناخت
بہ ملامت عتاب پیش گرفت　　بر سرش زد بے وریش گرفت
کہ چہا میکنی تو اے مردود　　شدہ از درگہ خدا مطرود
اے کہ گمراہ کردہ مردم را　　طوق اضلال حلقہ دم را
این ہمہ طاعت ورکوع وسجود　　بہر اغوائے خلق و مردم بود
ہم دیگر چو شیخ برد بکار　　شد ازاں ضرب دست خود بیدار
چوں ترش رو ز خواب شیریں جست　　دید ریش خودش بدست خود است
جنگ با دیو نفس آمد یاد　　خندہ زد بریش خود سر داد

اگرچہ شاعر نے اس حکایت میں کچھ شاعری سے بھی کام لیا ہوگا مگر اس میں شک نہیں کہ شیطانی الہام بھی ہوا کرتے ہیں جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا چنانچہ مرزا صاحب کی تحریر سے بھی کشف و الہام میں شیطان کی مداخلت ثابت ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۲۷) میں لکھتے ہیں کہ

میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کو الہام ہوا کہ مرزا صاحب جہنمی ہیں اور کبھی اپنے الحاد اور کفر سے باز نہ آئینگے اور ہدایت پذیر نہونگے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے استکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاصکر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اسکی آرزو

میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اُس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ اور نبیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اُس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا اور نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھا انتہی

مرزا صاحب کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل میں آتا ہے جس کی نبیوں کو بھی شناخت نہیں ہو سکتی چنانچہ چار سو نبی دھوکا کھا کر جھوٹے ثابت ہوئے اور اُن کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ الہام ہے یا وسوسۂ شیطانی۔ بقول مرزا صاحب جب نبیوں کے الہاموں اور مشاہدے کا یہ حال ہو تو مرزا صاحب کے الہام کس شمار و قطار میں ہیں۔ اسی کا موید یہ واقعہ بھی ہے جو نفحات الانس میں مولانا جامی رحمہ نے ابو محمد خفاف کے حال میں لکھا ہے کہ ایک جگہ مشائخ شیراز کا مجمع تھا جس میں ابو محمد خفاف رح بھی تھے گفتگو مشاہدے کے باب میں شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے معلومات بیان کئے ابو محمد رح سب سنتے رہے اور اپنی تحقیق کچھ بیان نہیں کی مومل جصاص رح نے کہا کچھ آپ بھی بیان

فرمائے۔ انہوں نے کہا یہ تحقیقات کافی ہیں موسل رہ نے اصرار کیا ان
ابو محمد رہ نے کہا کہ یہ جس قدر گفتگو تھی حد علم میں تھی حقیقت مشاہدے
کی کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ حجاب منکشف ہوکر معائنہ ہو جائے سب نے
کہا یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہا میں ایک بار تبوک میں نہایت مشقت
اور فاقے کی حالت میں مناجات میں مشغول تھا کہ یکایک حجاب اُٹھ گیا
دیکھا کہ عرش پر حق تعالےٰ جلوہ افروز ہے میں دیکھتے ہی سجدے
میں گرا اور عرض کیا کہ یا مولائی ماہذا مکانی و موضعی منک۔ یہ سنکر
سب خاموش ہو گئے۔ موسل رہ نے اُن سے کہا کہ چلئے ایک بزرگ سے
ملاقات کرآئیں اور ابن سعدان محدث کے ہاں اُن کو لے گئے وہ نہایت
تعظیم وتکریم سے پیش آئے موسل رہ نے اُن سے کہا اے شیخ جو
روایت آپ نے بیان کی تھی کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان
عرشا بین السماء والارض اذا اراد بعبد فتنۃ کشف لہ عنہ۔ ذرا سنا دیجئے
شیخ نے بسند متصل وہ روایت سنائی جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان و زمین کے درمیان شیطان
کا تخت ہے۔ جب خدائے تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے کہ کسی بندے کو
فتنے میں ڈالے یعنی گمراہ کرے تو شیطان اس پر منکشف ہو جاتا ہے
ابو محمد رہ نے سنکر کہا کہ پھر ایک بار اور پڑھئے شیخ نے اس کا اعادہ
کیا۔ ابو محمد رہ روتے ہوئے بے اختیار اُٹھے اور کئی روز غائب
رہے موسل رہ کہتے ہیں کہ جب ان سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا

کہ اتنے روز سے آپ کہاں تھے کہا اُس کشف و مشاہدے کے وقت سے جتنی نمازیں پڑھی تھیں ان سب کی قضا کی اس لئے کہ وہ سب شیطان کی پرستش تھی۔ پھر کہا کہ اب اس کی ضرورت ہے کہ جہاں اسکو دیکھکر سجدہ کیا تھا وہیں جاکر اس پر لعنت کروں چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر ان سے ملاقات نہوئی انتہی چونکہ ابو محمد خفاف رح سعید ازلی تھے گو چند روز امتحاناً اس مہلک فتنہ میں مبتلا رہے مگر جب حدیث شریف پہنچی تو فوراً متنبہ ہوگئے اور اس کشف و مکشوف دونوں پر لعنت کی۔ مرزا صاحب نے مثل اور معجزوں کے رویت آلہی کو عقلی معجزہ اگر نہ بنا ہو اور فی الواقع اس قسم کا کشف ان کو ہوا کرتا ہو تو ضرور ہے کہ اس حدیث کے پہنچنے کے بعد مثل خفاف رح کے کشف و مکشوف پر لعنت کریں مگر بظاہر اس کی امید نہیں معلوم ہوتی۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا صاحب کے کشف والہام میں اتنے احتمالات موجود ہیں تو اُن کے مخالفوں کو ان کشفوں اور الہاموں کے صحیح ماننے پر کونسی چیز مجبور کرسکتی ہے۔ پھر الہام بھی کیسے کہ کروڑہا مسلمانوں کے متواتر اخبار کے مخالف۔ کیونکہ کوئی اعلےٰ درجے کا طبقہ امت مرحومہ کا ایسا نہیں جن کے نزدیک عیسےٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور قیامت کے قریب اُن کا آسمان سے اُترنا ثابت نہ ہو۔ محدثین۔ فقہا اولیاء اللہ وغیرہم سب اس کے قائل اور اپنی مستند کتابوں میں اسکی تصریح کرچکے ہیں۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اپنے کشف والہام سے اس کی غلطی ثابت ہے اور خدا نے مجھے عیسےٰ بناکر

بھیجا ہے اس دعوے مجددیہ پر نہ کوئی گواہ ہے نہ حدیث میں اشارہ کہ قادیانی صاحب
سے خدا بالمشافہ باتیں کر کے ان کو ملہم بنا کر بھیجے گا۔
دس پانچ روپے کا کوئی کسی پر دعوے کرتا ہے تو اس خیال سے
کہ وہ جھوٹا سمجھا جاتا ہے کہ شاید طمع نے اس کو اس دعوے پر برانگیختہ کیا ہوگا
اور جب تک وہ گواہ ایسے پیش نہ کرے جو اپنا چشم دید واقعہ بیان کر دیا
اس کے دعوے کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ پھر مرزا صاحب لاکھوں روپے
جس دعوے کی بنا پر کما رہے ہیں بغیر گواہ کے اُس کی تصدیق کس عقلی یا نقلی
قاعدے سے ہو سکتی ہے۔

مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے
اُتار کر ان سے باتیں کرتا ہے یہ بات اس حدیث صحیح کے صراحتًا مخالف ہے

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینام

حجابہ النور لو کشفہا لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہٰی الیہ بصرہ من خلقہ م ۵
کنز العمال یعنی خدائے تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر اسکو اٹھا دے تو
جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک اُس کے انوار سب کو جلا دینگے
یہ حدیث مسلم شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب
کا وہ دعوے محض غلط ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب یہاں بھی یہی فرمائینگے
کہ بخاری نے یہ حدیث غلط سمجھکر چھوڑ دی مگر اہل اسلام سمجھ سکتے ہیں کہ
کل محدثین و فقہا و اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ مسلم کی کل حدیثیں صحیح ہیں
اگر مرزا صاحب اپنی دنیوی غرض کے لحاظ سے اس حدیث کو غلط سمجھیں تو

جند ان سب موقع نہیں اس لئے کہ ان کو اس سے فائدہ اٹھاتا ہے
مسلمانوں کو اس سے کیا فائدہ اگر دنیا ہی کا کچھ فائدہ ہوتا تو بھی ایک
بات تھی کہ آخرت کا حصہ دنیا ہی میں مل جاتا جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے
وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَ مَا لَهُ
فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ بخلاف اس کے کہ اگر دنیوی فائدہ
بھی نہ ہو تو خسر الدنیا والآخرہ کا مضمون صادق آجائیگا جس کو کوئی
عاقل پسند نہیں کرسکتا۔

اور حقتعالے فرماتا ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ
يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ
رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ
یعنی کسی آدمی کی تاب نہیں کہ خدا اُس سے دوبدو ہوکر کلام کرے
مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو
اُس کے پاس بھیجدیتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے جو اُسکو منظور ہوتا
ہے پہنچاتا ہے بے شک خدا عالیشان حکمت والا ہے۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام میں امام الزماں کی چھٹی علامت
یہ لکھتے ہیں کہ امام الزماں کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے کلوخ انداز در پردہ
ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ
کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدائے تعالے اُن سے بہت قریب ہو جاتا
ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے پر سے جو نور

محض ہے اتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی اور اس کے بعد صفحہ (۲۴۲) میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالے نے وہ تمام شرطیں اور تمام علامتیں جمع کی ہیں انتہےٰ۔ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے الہاموں میں خود اُن کو یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ خدا ہی کی طرف سے ہیں کیونکہ کلوخ انداز جیسے کلوخ پھینک کر بھاگ جاتا ہے ویسا ہی خدا بھی الہام دل میں ڈال کر علٰحدہ ہوجاتا ہے اور ولی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔ اور امام الزمان جو مرزا صاحب ہیں اُن کے الہام میں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ یقینا معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ الہام کرنے والا خدا ہی ہے۔ اسی غرض سے خدا کسی قدر پردہ اپنے چہرے سے اتار دیتا ہے کہ مرزا صاحب کو شک نہ پڑے کہ خدا کلام کر رہا ہے یا شیطان جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وجود اسے خدا ہمکلام ہوتا ہے اب دیکھئے یہ افترا ہے یا نہیں آیہ موصوفہ میں حق تعالے صاف فرماتا ہے کہ ان تین صورتوں کے سوا حق تعالے کے کلام کرنے کی کوئی صورت نہیں ایک وحی جو دل میں ایک بات پیدا ہوجاتی ہے جیسے اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔

دوسری پردے کے پیچھے سے جیسے موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام ہوا ہرچند موسےٰ علیہ السلام نے اس وقت دیدار کی بہت خواہش کی مگر لَنْ تَرَانِیْ ہی کا ارشاد ہوتا رہا۔

تیسری بذریعہ فرشتہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا کرتا تھا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان تینوں قسموں سے جو خدائے تعالے نے بیان کی ہیں کسی ایک قسم کا الہام ان کو نہیں ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ ان کو رحمانی الہام نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ شیطان ان کو اپنا چہرہ دکھلا کر الہام یعنی باتیں کیا کرتا ہے جیسا کہ ابو محمد خفاف رح کے واقعے سے ابھی معلوم ہوا اور مرزا صاحب اسکو سچ مچ خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ اس قسم کا نورانی چہرہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا اور نہ ہر شخص کو شیطان اپنا چہرہ دکھلاتا ہے آخر شیطان کو دیکھنا بھی کوئی معمولی بات نہیں اس کے لئے بھی ایک صلاحیت اور استعداد قابل درکار ہے جو عموماً نہیں ہوا کرتی اور پھر اندرونی تائیدیں بھی ان کو محسوس ہوئیں غرض ان اسباب و قرائن سے ان کو دھوکا ہو گیا خیر یہ سب صحیح مگر ان کا یہ کہنا کہ اس قسم کے الہام خدا ان پر کیا کرتا ہے حق تعالے پر افترائے محض ہے کیونکہ ان کے اس دعوے کی تکذیب خود حق تعالے کے ارشاد سے ہو گئی اب اس کی تصدیق کلام الٰہی کی تکذیب ہے۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اس کلام الٰہی کا ذرا بھی خیال نہ کیا قولہ تعالے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ یعنی اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری۔ اور حق تعالے فرماتا ہے وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ یعنی خدا ظالموں کے اعمال سے غافل نہیں اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ انکو اس دن

تک کی مہلت دے رہا ہے کہ جب اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہجائینگی۔ کافروں کو
حق تعالیٰ نے جابجا قرآن میں ظالم کہا مگر اپنے پر افترا کرنے والے کی نسبت
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی کافر کیسا ہی شقی ہو مفتری
سے شقاوت میں بڑھ نہیں سکتا۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے خیرخواہانہ لکھتے ہیں
کہ جب نص قطعی سے اُن کا مفتری ہونا اور حدیث بخاری شریف سے بوجہ دعوے
نبوت اُن کا دجال وکذاب ہونا ثابت ہوگیا تو دوسرے دعوے اور جمیع الہامات
اُن کے خود باطل ہوگئے اس لئے کہ الہام ربانی کے لئے تقدس اور ولایت شرط ہے
مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا دعوی الہام الٰہی
کی روسے پیدا ہوا اور قرآن کریم کی شہادتوں سے چمکا اور احادیث صحیحہ کی
مسلسل تائیدوں سے ہر ایک دیکھنے والی آنکھ کو نظر آیا انتہٰی۔ تقریر بالا سے مرزا صاحب
کے الہاموں کا خیال معلوم ہوگیا کہ اُن میں کوئی الہام آلٰہی نہیں اور کلام آلٰہی کی شہادتوں
سے ثابت ہوگیا کہ وہ خدائے تعالےٰ پر افترا کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ
اُن کو دجال وکذاب ثابت کر رہے ہیں اس لئے الکا دعوے عیسویت جو الہام
کی روسے پیدا ہوا تھا بالکل باطل ہوگیا اور انہوں نے جو الہاموں کا قلعہ بنا
رکھا تھا بیت العنکبوت ثابت ہوا اور غبار کی طرح اڑ گیا۔ اس لئے کہ شیطانی الہام
اعتبار کے قابل نہیں ہوتا۔

وحی چونکہ لازمۂ نبوت ہے اس لئے مرزا صاحب کو اپنی ادعائی نبوت کے
لئے وحی کا ثابت کرنا بھی ضروری تھا اس لئے براہین احمدیہ صفحہ (۲۲۲) میں لکھتے ہیں
جن اعلامات آلٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے انہیں کو علمائے اسلام اپنے عرف میں الہام

بھی کہا کرتے ہیں انتہی۔ مقصود یہ کہ ہم نبی ہیں اس لئے ہم پر وحی اترتی ہے گو علمائے اسلام اُسکو وحی نہ کہیں۔ مگر تقریر بالا سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو الہام الٰہی بھی نہیں ہوسکتا تا بوحی چہ رسد۔ ممکن ہے کہ دوسری قسم کا الہام ہوتا ہو مگر اُسکو وحی نہیں کہ سکتے۔

براہین احمدیہ صفحہ (۲۳۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد کاملہ محمدیہ میں ثابت ہے انتہی۔ افراد کاملہ کا الہام مرزا صاحب کو کیا نفع دیگا اگر الہام یقینی اور قطعی ہو تو بھی انہی لوگوں سے مختص ہوگا جن پر الہام الٰہی ہوتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر کس و ناکس یہ دعوے کرے کہ مجھ پر الہام ہوا کرتا ہے اسلئے وہ قطعی اور یقینی ہے۔

ضرورۃ الامام صفحہ (۲۳) میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ قوت اور انکشاف اسلئے اُن کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا اُن کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہوں اور دوسروں پر حجت ہوسکیں انتہی بالفرض اگر انکشاف تام ہوتا بھی ہو تو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کا انکشاف دوسروں پر کیوں حجت ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی پر دعوے کرے کہ تم نے مجھ سے اتنا قرضہ لیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ فلاں مقام اور فلاں وقت تھا اور مجھ پر یہ معاملہ ایسا منکشف ہے کہ گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کیا اُس کا یہ دعوئے الانکشاف ثبوت قرضہ کے لئے کافی اور مدعی علیہ پر حجت ہوسکتا ہے مرزا صاحب بھی اس کے قائل نہ ہونگے پھر مرزا صاحب کا دعوئ انکشاف اوروں پر کیوں حجت ہو اب تک نہ کوئی اس بات کا قائل ہوا نہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا الہام دوسرے پر حجت ہو ہاں یہ اور بات ہے کہ اولیاء اللہ

کا صدق و تدین اور دنیا و مافیہا سے بے تعلقی اور خود غرضیوں سے برأت پورے طور پر جب متحقق ہو جاتی ہے اور خوارق عادات بھی اس پر شہادت دیتے ہیں تو معتقدین بطور خود حسن ظن سے اُن کے الہاموں کو مان لیتے ہیں بشرطیکہ خلاف نصوص شرعیہ نہوں۔ یہ کسی ولی نے نہیں کہا کہ میرا الہام تمام مسلمانوں پر حجت ہے اور جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب قولہ تعالیٰ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ سے تکمیل دین ثابت ہو گئی حجت قائم ہو گئی تو پھر نئی حجت سے کیا غرض۔ اعتقاد اور عمل کے لئے کامل شدہ دین ہر مسلمان کے لئے کافی ہے اور جو بات اُس سے زائد اور خارج ہو وہ خوافضہ اور الحاد ہے جس کا نہ ماننا ضروری ہے۔

مرزا صاحب نے ضرورۃ الامام صفحہ (۱۸) میں سچے الہاموں کی دس علامتیں لکھی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کا دل گداز ہو کر خدا کی طرف بہتا ہے۔ اُس کے ساتھ لذت و سرور ہوتا ہے۔ اس میں شوکت و بلندی ہوتی ہے۔ وہ خدا کی طاعتوں کا اثر اپنے میں رکھتا ہے۔ انسان کو نیک بناتا ہے۔ اس پر تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں۔ وہ ایک آواز پر ختم نہیں ہوتا۔ اُس سے انسان بزدل نہیں ہوتا۔ علوم و معارف جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت برکتیں ہوتی ہیں انتہی ملخصاً بفحوائے ثبت العرش ثم انقش مرزا صاحب کو ضروری تھا کہ پہلے اس کا ثبوت دیتے کہ ان کو الہام الٰہی بھی ہوا کرتا ہے

براہین احمدیہ صفحہ (۲۵۶) میں فرماتے ہیں کہ پیشگوئیوں سے مقصود لذات

غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ شخص مؤید من اللہ ہے ان میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتی ہیں یا ان کا حال نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کے حال سے مشتبہ ہو جائے اور مابہ الامتیاز باقی نہ رہے بلکہ اُن کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے جس کے مشاہدے کے سبب سے طالب صادق بدیہی طور پر ان کو شناخت کر سکتا ہو انتہیٰ

اس سے معلوم ہوا کہ پیشگوئیاں الہام کے ساتھ مختص نہیں بلکہ کاہنوں وغیرہ کے ساتھ مشتبہ بنانے والی ہیں۔ اب رہا ایک عظیم الشان نور سو اُس کے مشاہدے کے لئے طالب صادق شرط ہے جسکو نظر نہ آئیگا وہ صادقوں سے نکال دیا جائیگا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ظلمانی نور بھی ظاہرا نور ہی ہوتا ہے جبکی شناخت ہر کسی کا کام نہیں نخفاف جیسے شخص دھوکا کھا گئے تھے۔ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا حال مشہور ہے کہ ایام سلوک میں ایک ایسا نور آپ پر ظاہر ہوا کہ شب دیجور میں آفاق کو منور کر دیا مگر آپ نے قرائن سے پہچان لیا کہ شیطانی نور ہے چنانچہ لاحول پڑھتے ہی وہ ظلمت سے مبدل ہو گیا۔ اگر ایسا عظیم الشان نور کسی کے شامل حال ہو تو بیچارے طالب صادق کو بھی سوائے گمراہی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے مسیلمہ کذاب پر لاکھ سے زیادہ آدمی ایمان لائے تھے۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۸۳) میں لکھتے ہیں سب کا یہی دعویٰ تھا کہ نور ہدایت درخشاں ہے کوئی دیکھنے والا طالب صادق چاہیئے۔ جتنے مدعیان نبوت تھے سب کا یہی دعویٰ تھا کہ بےایمان لوگ اس نور کو دیکھ نہیں سکتے۔ اب مرزا صاحب کا یہ دعوے کہ ایک عظیم الشان نور اُن کے شامل حال ہے جسکو انکا غیر معتقد دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکر تسلیم کیا جائے

مرزا صاحب کے اس قسم کے ادعا اور بہت ہیں چونکہ وہ اس سے فوائد حاصل کرتے ہیں اسلئے انہوں نے بہت سے رسالے لکھ ڈالے اور برابر لکھتے اور لکھواتے رہتے ہیں اور ہر وقت ایک نہ ایک نیا ایجاد ہوتا رہتا ہے کہاں تک کوئی اُن کا تعقب کرے ہم پر اس قدر واجب تھا کہ مسلمانوں کو اُن کی کارروائیوں سے مطلع کر دیں سو بحمد اللہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اہل اسلام کے روبرو پیش کر دی گئیں۔ اگر طالبین حق اسی پر غور اور بکرات و مرات اسکو ملاحظہ فرمائیں تو امید قوی ہے کہ مرزا صاحب کا حال اُن پر بخوبی منکشف اور ذہن نشین ہو جائیگا۔

اب ہم اُن کی چند پیش گوئیاں بیان کرتے ہیں اس میں غور کرنے سے مرزا صاحب کی ذکاوت اور عقل کا حال معلوم ہوگا۔

مرزا صاحب نے مسٹر عبد اللہ آتھم پادری سے کے ساتھ مباحثہ کر کے فیصلہ اس بات پر قرار دیا کہ پندرہ مہینے میں اگر وہ نہ مرجائے تو مرزا صاحب ہر سزا کے مستحق ہونگے۔ چنانچہ اُن کی تقریر یہ ہے کہ آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اُس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثے کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُس کی اُس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب

پیش گوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجھا کئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگینگے
اور بعض بہرے سننے لگینگے (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸) اور اسی کے ذیل میں
یہ بھی تحریر فرماتے ہیں میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا معمولی
بحثیں تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا میں اسوقت
اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک
جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ
میں نہ پڑے۔ تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھکو ذلیل
کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسّا ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی
دی جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کریگا ضرور کریگا زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی
باتیں نہ ٹلینگی (جنگ مقدس) انتہیٰ۔

ماحصل اس کا ظاہر ہے کہ اگر فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر
رجوع الی الحق نہ کریگا یعنی بخیال مرزا صاحب کا یا مسلمان نہ ہو گا تو مر جائیگا اور
جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور اگر ایسا نہو تو مرزا صاحب کا منہ کالا کیا جائے اور گلے میں
رسّا ڈالا جائے اور جو جی چاہے سزائیں دیجائیں۔

مرزا صاحب کو اس پیشین گوئی پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انھوں نے
دیکھا کہ مسٹر آتھم صاحب ایک بوڑھے شخص ہیں پندرہ مہینے کی وسیع مدت میں خود ہی
مر جائینگے اور اس پر ان کو خوف دلانے کی غرض سے قسمیں کھا کر کہا کہ خدا کی طرف سے
مجھے اطمینان دلایا گیا ہے اور اس اطمینان کو اس پیرائے میں ظاہر کیا کہ اگر خلاف

ہو تو اپنے کو وہ سزائیں دیجائیں جو کوئی غیرت دار آدمی ان کو قبول نہیں کر سکتا۔
جب ایسا معزز مسن شخص ایسی سزائیں اپنے واسطے مقرر کرے تو خواہ مخواہ آدمی کو
ایک قسم کا خیال پیدا ہو ہی جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے قوت واہمہ ایسی حرکات
پر مجبور کرتی ہے جو بالکل خلاف عقل ہوں۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قوت واہمہ عقل پر
غالب ہوا کرتی ہے جسکی تصریح حکمانے بھی کی ہے اور تجربے اور مشاہدات بھی
اس پر گواہ ہیں۔ اتھم صاحب اول تو بیچارے ضعیف جن کی طبیعت پیرانہ سری
کی وجہ سے متحمل نہیں اس پر عیسائی جن کے مذہب میں یہ مسلم ہو چکا ہے کہ خدا سے
ایک آدمی رات بھر کشتی لڑتا رہا اور صبح تک ایک دوسرے کو گراتے رہے اور
خدا اسسے سوائے اس کے کچھ نہ ہو سکا کہ صبح کے قریب کہا اے رب تو مجھکو چھوڑ
صبح ہو گئی جن کے خدا پر ایک آدمی کا ایسا اثر ہو تو ان کی طبیعت پر پر زور تقریر کا اثر
ہونا کونسی بڑی بات ہے۔ غرض مرزا صاحب نے علاوہ پیرانہ سری کے بالائی تدابیر
موت میں بھی کمی نہ کی اور اس مدت میں کئی دورے ہیضہ کے بھی ہوئے اور علاوہ کبر سنی
کے ضعف اور نقص صحت بھی تھا جیسا کہ عصائے موسی صفحہ (۴۵) میں لکھا ہے باوجود
اس کے کہ وہ نہ مرزا صاحب کے ہمخیال ہوئے اور نہ مرے اور پندرہ مہینے پورے
گذر گئے اب لوگ اس انتظار میں ہیں کہ مرزا صاحب ایفائے وعدہ فرمائینگے اور کچھ اجازت
دینگے مگر وہاں معاملہ ہی دگر گوں ہو گیا بجائے اجازت کے وہ گالیاں دینے لگے
چنانچہ تحریر فرماتے ہیں انہوں نے پشاور سے لیکر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور
دور کے شہروں تک نہایت خوشی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام پر ٹھٹھے کئے
اور یہ سب مولوی یہودی صفت اور اخبار والے ان کے ساتھ خوش خوش ہاتھ میں ہاتھ

لائے ہوئے تھے انتہے۔ سراج منیر صفحہ (۴۷) میں فرماتے ہیں اسے بے ایمانو
نیم عیسائیو دجال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو پیشین گوئی میں جو مندرج ہے کہ انقضائے
مدت پر مرزا صاحب کی عزت ہوگی اگر حسب پیشین گوئی یہی عزت تھی تو ہمارے
مولوی کیوں یہودی وغیرہ بنائے جا رہے ہیں ختم مدت پر جو عزت وقوع میں آئی وہ تو
یہی ہے جس پر مرزا صاحب برافروختہ ہیں اگر اس الہام کے رحمانی ہونے پر انکو وثوق
ہوتا تو اس الہام میں عزت کا جو ذکر ہے اُس سے مراد وہی عزت سمجھتے جو وقوع میں
آئی جس کی مولوی لوگ تکمیل کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی وہ الہام رحمانی
نہ تھا اس کے سوا مرزا صاحب ناحق مسلمانوں پر خفا ہیں انہوں نے تو مسٹر آتھم کے معاملے
میں پہلے ہی اپنے کشف و فراست سے دریافت کرکے اطلاع دیدی تھی کہ وہ پندرہ مہینے
کے اندر ہرگز نہ مریگا چنانچہ عصائے موسیٰ صفحہ (۴۴) میں لکھا ہے کہ اندھے حافظ صاحب
نے پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ آتھم پندرہ مہینے میں ہرگز نہ مریگا۔ انتہے - اور یہ بات مرزا صاحب
پر بھی پوشیدہ نہیں رہی اس لئے کہ انہوں نے بذریعۂ اشتہار اس مضمون کو شائع
کر دیا تھا تاکہ مرزا صاحب کو اس عذر کا موقع نہ ملے کہ ہمیں کسی مسلمان صاحب کشف
نے اطلاع نہیں کی کہ وہ نہ مریگا اور مریدوں بھی خبردار ہوکر ان کو صلاح خیر دی
کہ جب ایک مسلمان حافظ متقی اس شد ومد سے بطور تحدی اعلان دیرہا ہے
تو اُسکو مان لینا چاہیئے۔ حافظ صاحب موصوف فی الواقع مقدس شخص ہیں
ان کا تقدس اس سے ظاہر ہے کہ عصائے موسیٰ صفحہ (۴۲) میں لکھتے ہیں کہ وہ پہلے
عیسائی تھے خواب میں کوئی بات ایسی ان کو معلوم کرائی گئی کہ وہ عیسویت سے توبہ کرکے مسلمان
ہوگئے ایسے شخص کو واقعی الہام ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر مرزا صاحب ان کے

سے بچے الہام سے متنبہ ہو کر کسی حیلے سے اپنا دعوے واپس لیتے تو نہ نصاریٰ کو کامیابی ہوتی نہ مرزا صاحب کی تضحیک نہ اسلام پر ٹھٹھے کئے جاتے۔ یہ موقع حافظ صاحب کے ممنون ہونے کا تھا بجائے ممنونی کے ان کو گالیاں دی گئیں چنانچہ عصائے موسےٰ صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے حافظ صاحب کو سختی سے مفتری کذاب وغیرہ وغیرہ کہا انتہےٰ۔

اسکے سوا اور مسلمانوں نے بھی اس باب میں بہت کچھ گفت وشنود کی مگر مرزا صاحب اپنے دعوے سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے چنانچہ اسی عصائے موسےٰ صفحہ (۴۲) میں لکھا ہے کہ عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال و فہم ایک ہی پہلو یعنی اس کی موت کی طرف ہی رہا چنانچہ فیروزپور میں حافظ محمد یوسف صاحب کے برادرمن کے استفسار پر آپ نے بھی فرمایا کہ اس میں کوئی تاویل نہوگی ضرور یہی ہوگا انتہےٰ

غرض مرزا صاحب مسلمانوں کی جو شکایت کرتے ہیں اس موقع میں بے محل ہے کیونکہ انہوں نے تو پوری خیر خواہی کی تھی چاہئے تھا کہ خود کردہ را چہ علاج کہکر خاموش ہو جاتے البتہ خلاف شان اشعار اور اشتہارات وغیرہ مرزا صاحب کی شکایت میں چھپوائے گئے تھے اور ان کی ناکامی پر تضحیک بھی کی گئی جیسا کہ ان اشعار مطبوعہ سے معلوم ہوتا ہے جو رسالہ الہامات مرزا میں سے لکھتے ہیں کسیقدر اسمیں زیادتی معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ صائب

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را	عیسےٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند
ارے وہ خود غرض خودکام مرزا ہوا بحث نصاریٰ میں تو آخر	ہے منحوس و نافرجام مرزا مسیحائی کا یہ انجام مرزا

مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے	ہے اتہم زندہ اے غلام مرزا
مسلمانوں سے تجھکو واسطہ کیا	پڑا کھلا ہنی نام مرزا
غضب تھی تجھ پہ ستمگر چھٹی ستمبر کی	نہ دیکھی تو نے نکلکر چھٹی ستمبر کی
ہے کاذبانی بھی جھوٹا مرا نہیں اتھم	یہ گونج اٹھا امرسر چھٹی ستمبر کی
مسیح و مہدی کاذب نے منہ کی کھائی خوب	یہ کہتی پھرتی ہے گھر گھر چھٹی ستمبر کی
اب دام مکر اور کسی جا بچھائیے	بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے

اس قسم کے اشعار ناشائستہ بکثرت شائع کئے گئے مگر یہ کوئی چنداں برہم ہونے کے قابل بات نہ تھی اگر مرزا صاحب غور فرماتے اور تھوڑی دیر کے لئے حالت غضب سے علحدہ ہو کر انصاف سے دیکھتے تو یہی اشعار پیرایہ حسن و صداقت میں دکھائی دیتے مگر افسوس ہے کہ غصے نے جو ایک قوی شیطانی اثر ہے ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ مباحثہ جو پادریوں کے ساتھ کیا اس وقت سے ان کے ذہنوں میں یہ بات جما دی کہ یہ مقابلہ اسلام اور عیسویت کا ہے اور یہی آخری فیصلہ ہے جس کی خبر حق تعالےٰ نے بذریعۂ الہام دی ہے کہ بحث کا خاتمہ اور اسلام کا غلبہ اس پیشین گوئی پر ہو جائیگا۔ پھر مرزا صاحب اس پیشین گوئی کے جھوٹ ہونے پر بھی یہی کہتے رہے کہ دیکھو اسلام کی فتح ہو گئی جس پر ایک عالم میں بحسب تصریح مرزا صاحب تضحیک ہو رہی ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب اس میں بہت کچھ زور لگا کر تاویلیں کر رہے ہیں مگر وہ اس سے زیادہ بدنما ہیں۔ اس موقع میں مسلمانوں کو ضرور تھا کہ مرزا صاحب سے تبرا کریں اور پادریوں پر

یہ بات منکشف کرا دیں کہ ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں دعوے نبوت وغیرہ کرکے وہ پہلے ہی سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں ان کا ہار دینا اسلام اور علمائے اسلام پر کوئی اثر ڈال نہیں سکتا اور ان کے مقابلے میں ایک الہام حافظ صاحب کا شائع کرکے دکھلا دیا کہ اسلامی سچے الہام ایسے ہوا کرتے ہیں کہ ان میں باتیں بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی صرف مقصود کی ایک بات کہ مسٹر اتھم پندرہ مہینے کے اندر ہرگز نہ مریگا نہ اسمیں کوئی ابہام ہے نہ تاویل غرض اس تجربے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ اصل اسلام پر اس مباحثے اور الہام کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ مرزا صاحب کو بھی آخر اسلام کا دعوے ہے اسلام کو اس الزام سے بری کرنے کے لئے اگر ابہام کی بدعنوانی کو اپنی طرف منسوب کر لیتے تو کس قدر قابل تحسین ہوتے ورنہ مسلمانوں کے تبرا ہی کو غنیمت سمجھ لیتے جس سے اسلام تو اس کارروائی سے بری رہتا۔ اور دراصل سچ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو اس مباحثے میں دخل ہی کیا تھا وہ تو تماشا دیکھ رہے تھے کہ پرانی عیسائی مغلوب ہوتی ہے یا نئی جو مغلوب ہو اس کے لئے احدی الحسنیین حاصل ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب جو تحریر فرماتے ہیں کہ پشاور وغیرہ کے مسلمانوں نے اس ناکامی سے دین اسلام پر ٹھٹے کئے کیسی بے موقع بات ہے انہوں نے تو نئی عیسویت پر ٹھٹے کئے تھے کہ اس نوجوان عیسویت پر سال خوردہ انیس سو ۱۹۰۰ برس کی عمر والی عیسویت غالب ہو گئی اگر بالغرض مرزا صاحب اس پیشین گوئی میں صادق ٹھہرتے تو اس کا برا اثر پہلے مسلمانوں پر ڈالا جاتا ان کو گالیاں دیدیکر اپنی عیسویت کی تصدیق پر مجبور کرتے اور بہت سے بھولے بھالے مسلمان غالباً مائل بھی ہو جاتے۔

مرزا صاحب نے اس مباحثے میں جو الہامی طریقہ اختیار کر کے جیلوں سے کلام لیا اور اسکو عقلی معجزہ بنانا چاہا اس سے الہاموں کی سخت بے اعتباری ہو گئی اور طرفہ یہ ہے کہ اسی پر فخر فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے وہ نشانی دی گئی ہے اس سے تو وہی معمولی بحثیں اچھی تھیں جن کی نسبت حقارت کے طور پر فرماتے ہیں وہ تو اور لوگ بھی کر لیتے ہیں اس لئے کہ ان بحثوں میں اسکات خصم تو ہو جاتا ہے کیونکہ صدہا کتابیں پادریوں کے رد میں موجود ہیں وہی سطے شدہ مباحث پیش کر دیجائیں تو کافی ہیں اگر الہامی طریقہ اختیار کیا گیا تھا تو اس میں داؤ پیچ سخت معیوب اور شان الٰہی کے منافی ہے وہ تو ایسا زبردست طریقہ ہوتا ہے کہ انسانی قدرت اور عقلی ادراک اس سے عاجز ہوتی ہے دیکھئے جب کفار نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کلام کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باعلام الٰہی صاف و صریح الفاظ میں فرمادیا کہ تم بھی عرب کے فصحا سب اکھٹے ہو کر ایک چھوٹی سی سورت اس کے مثل بنا لاؤ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے جیسا کہ ارشاد ہے

قولہ تعالیٰ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وقولہ تعالیٰ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ

باوجودیکہ اس زمانے میں فصاحت و بلاغت کے بڑے بڑے دعوے والے موجود تھے مگر سب مل کر بھی ایک چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے اور عار شرمندگی کو قبول کر لیا۔

اسیطرح یہود نے جب مقابلہ کیا تو انسے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے ظاہر ہے کہ مقابلے کے وقت تمنا کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی مگر خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ مغلوب ہوں اس لئے کسی یہودی سے نہ ہو سکا کہ پیش ہو کر

تمنائے موت کرے کما قال تعالیٰ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ
آبدا آپھر نصاریٰ کے مقابلے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ مباہلے میں سب ہار گئے جسکا حال آئندہ
انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا اب دیکھئے کہ عرب میں بڑے فرقے یہی تین تھے ان کا
مقابلہ جو باعلام آلہی خاص طریقے پر کیا گیا وہ کیسے کھلے الفاظوں میں تھا نہ اس میں
کوئی شرط تھی نہ تاویل نہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کہ الفاظ کچھ ہیں اور مطلب کچھ
لیا جاتا ہے۔ اگر مرزا صاحب کے الہام میں منجانب اللہ ہونیکا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو
کھلے الفاظ میں مسٹر آتھم سے کہدیتے کہ تو اگر میری تصدیق نہ کریگا تو مارا مارا پھریگا
اور وہ ضرور مارا مارا پھرتا جس سے دیکھنے والوں کو قیل و قال کا موقع نہ ملتا کیا الہام
ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں اقسام کے حیلے اور باتیں بنانے کی ضرورت ہو اور
جب ان میں کلام کیا جائے تو گالیاں دینے کو مستعد چنانچہ لکھتے ہیں اسکا جواب
یہ ہے اے بے ایمانو نیم عیسائیو دجال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو کیا پیشگوئی
کے دو پہلو نہیں تھے پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرا پہلو رجوع الی الحق کے اختیار
کو اپنے افعال و اقوال سے آپ قوی نہیں کر دیا وہ نہیں ڈرتے رہے الخ۔
مرزا صاحب پر آتھم صاحب کا جب غلبہ ہوا تھا اس موقع میں اگر اس کی مکافات گالیوں
کی جاتی اور دل کھول کے آتھم صاحب کو گالیاں دیتے تو ایک مناسبت
کی بات تھی مگر مرزا صاحب نے ان کو چھوڑ کر تماشہ بینوں کے پیچھے پڑ گئے اور لگے
گالیاں دینے اگرچہ یہ مشہور ہے کہ کھسیانی بلی کھنبا نوچے مگر عقلا کی شان سے یہ بعید ہے
اگر مغلوب کو یہ حق دیا جائے کہ تماشہ بینوں کو گالیاں دیکر اپنا دل ٹھنڈا کرے تو
ایسے موقعوں میں داد دینے والا کوئی نہ ملیگا جو ابتدائی مقابلہ میں طرفین کا مطلوب ہوتا

اب مرزا صاحب کی اس کارروائی کو دیکھئے کہ عقل سے انہوں نے کس قدر کام لیا اول تو ایک بوڑھے شخص ضعیف القویٰ کو تجویز کیا اس پر ایک مدت یعنی پندرہ مہینے کی پھر قسمیں کھا کر وہ دھمکیاں موت کی دیگئیں کہ قوی اور تندرست آدمی بھی مارے فکر کے بیمار اور قوت واہمہ کا شکار ہو جائے۔ پھر جب وہ دل بہلانے کی غرض سے اور اس بدگمانی سے کہ کہیں خفیہ طور پر موت کی کارروائی نہ ہو بھاگا بھاگا پھرا تو اسی کا نام رجوع الی الحق رکھدیا جو الہام میں شرط بتائی گئی اگر مرزا صاحب کے بھاگنے ہی کا نام رجوع الی الحق ہے تو پھر مرزا صاحب اپنے سے بھاگنے والوں کو کافر اور مائلوں کو مومن کیوں فرماتے ہیں اس لحاظ سے تو معاملہ بالعکس ہونا چاہیئے جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے وَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ غرض اس سے ظاہر ہے کہ عبارت الہامی میں یہ قصداً پیش نظر رکھا گیا تھا کہ جب خواہ مخواہ ان تدابیر سے وہ گھر چھوڑ دیگا تو اس وقت یہ شرط کام دیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ آسمانی الہام سے فیصلہ قطعی اور واضح ہوتا اس شرط نے معاملہ کو ایسا پیچیدہ بنا دیا کہ کامیابی کی امید ہی نہیں اور جو معنی کہ مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

اگر بقول مرزا صاحب اس الہام کو آسمانی الہام فرض کریں تو اس سے بھی مرزا صاحب کی فضیلت اور حقانیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔

قولہ فی الالہام جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے پندرہ مہینے میں ہاویہ میں

گرایا جائیگا اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی۔ مرزا صاحب ہاویہ کے معنے دوزخ کے
نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے پریشانی ہے جس میں مسٹر آتھم مبتلا ہوا
اگرچہ آتھم کی پریشانی اس کے سفر کرنے سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا صاحب کی
پریشانی باطن بھی کم نہ تھی اسلئے کہ ان کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی صحیح نہ نکلے
تو عمر بھر کا بنا بنایا معاملہ بگڑ جاتا ہے اور ذلت کی تو انتہا نہیں کیونکہ خود ہی کا اقرار
ہے کہ مُنہ کالا کیا جاوے وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے
زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے خصوصاً ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام
پادری نظر لگائے ہوے ہیں اور دوسری طرف تمام ہندوستان کے مسلمان ہمہ تن
چشم وگوش ہیں کہ دیکھئے اس پیشین گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے پھر خوف صرف
ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا بھی خوف اسی الہام کے ایک گوشے میں دکھائی
دیرہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویز اقراری خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہرچند
مرزا صاحب اس موقع میں اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیشین گوئی
کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اسکے الہام ہونے میں شک پڑگیا اور بغیر الہام کے
آدمی کو ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی رہا جھگڑا شرط کا سو اگر
اُس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جائے تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق
نہیں ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بےعزتی ہو تو فکر
غالب ہوجایا کرتی ہے چہ جائیکہ احتمال ضرر ہی غالب ہو غرض ان تمام قرائن
سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم صاحب پریشان رہے مرزا صاحب
بھی بمقتضاے الحرب سجال کے پریشانی باطنی میں کم نہ تھے اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے

قولہ فی الالہام اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی اس کا ظہور مرزا صاحب ہی کی تحریر سے ہوگیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مقابل اسپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا صاحب کو گالیاں دینے کی ضرورت ہوئی جو دلیل مغلوبیت ہے یہ کوئی نئی بات نہیں عقلی معجزات کبھی الٹ بھی جاتے ہیں چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اُس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہونے کی غرض سے آب دہن لگایا اسکا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہوگیا اس کے سوا اور بھی نظائر ہیں نہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہوجاتا ہے

قولہ فی الالہام جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اُس سے عزت ہوگی ۔ اگرچہ مرزا صاحب اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ مقصود اس سے صرف اپنی عیسویت کا اثبات ہے اس جہت سے باطل اس پر محیط اور شامل ہوگیا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کہ کلمۃ حق اریدبہا الباطل پھر جب مشاہدے سے ثابت ہوگیا کہ مرزا صاحب کی کمال درجے کی ذلت ہوئی جس کا اظہار خود فرماتے ہیں تو بحسب قیاس استثنائی اُنکا سچ پر ہونا بھی باطل ہوگیا کیونکہ اگر سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی ادنے تامل سے ناظرین پر منکشف ہوگا کہ مرزا صاحب کا حق پر نہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہے ۔

قولہ فی الالہام اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے ۔ اور بعض بہرے سننے لگینگے پیشین گوئی کا صدق وکذب پندرہ مہینے کے گذرنے پر منحصر تھا اور مشاہدے سے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں

گواہوں سے اسکا کذب ظاہر ہو گیا اس ظہور پیشین گوئی کے وقت بیشک بعض ایسے
جن پر پورا حال مرزا صاحب کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھنچے جا رہے تھے
ضرور سوجاکھے ہو گئے اور حق کی راہ چلنے اور حق باتیں سننے لگے کیونکہ حق پسند
طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب
حرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ الہام اتہم کے صفحہ (۱۲) میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ
اس پیشین گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہو گئے یعنی اندھے سوجاکھے ہو گئے۔

قولہ فی الالہام اگر یہ پیشین گوئی جھوٹ نکلے تو میں ہر ایک سزا کے لئے تیار ہوں
اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ظاہر ہے کہ اللہ جلشانہ
نے ایسا ہی کیا کہ پیشین گوئی جھوٹ نکلی۔ عجیب خدائے تعالےٰ کی قدرت ہے کہ یہ
الہام کس غرض سے بنایا گیا تھا اور انجام کس حسن وخوبی کے ساتھ ہوا۔

اب مرزا صاحب کی توجیہات سنیئے۔ جو اس الہام سے متعلق ہیں۔ رسالہ
الہامات مرزا مولفہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب میں ضیاء الحق اور انوار الاسلام وغیرہ
تحریرات مرزا صاحب سے اُن کے یہ اقوال منقول ہیں کہ جو اتہم نے اپنی خوف زدہ
ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دیدیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیشینگوئی
کی عظمت سے ڈرتا رہا۔ ایک سخت غم نے اسکو گھیر لیا وہ بھاگا پھرا اس لئے درحقیقت
وہ ہاویہ میں رہا۔ مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا تھا۔ اور اس کے
دل پر وہ رنج وغم وپر خواسی وارد ہوئی جسکو آگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے
یہی اصل ہاویہ تھا۔ اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔ اور ہاویہ میں گرنیکا
لفظ اس پر صادق آگیا۔ اس کی یہ مثال ہوئی قیامت دیدہ ام پیش از قیامت

اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔

مرزا صاحب کا وہ الہام تھا تو یہ کشف ہے کہ اس کے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرمارہے ہیں جن سے اسکو سراسر انکار ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ آتھم صاحب نے دیکھا کہ اپنی موت پر مرزا صاحب کی کامیابی منحصر ہے ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزا صاحب کے جان نثار مریدوں کی فوج اپنے پیر و مرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سر کرنے میں سعی کریگی۔ اس لئے بمشورہ احزم واحتیاط انہوں نے ایک جگہ کی اقامت کو اس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا اور بطور تفریح جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے سیاحت اختیار کی جسکی بدولت نئے نئے شہر دیکھے دعوتیں کھائیں سیر وشکار کئے جس سے السفر وسیلۃ الظفر کے معنی بھی صادق آگئے۔ مرزا صاحب نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سفر قرار دیکر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھیرادیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ امراء و سلاطین لکھوکھا روپیہ دیکر یہ دولت حاصل کرتے ہیں خصوصاً گورنمنٹ کے معززین اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گلگشت جنان سے کم نہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۹۰) میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں انتہی پھر ان کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق غرض مرزا صاحب نے جسکو ہاویہ قرار دیا تھا وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اسواسطے تجویز کیا تھا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ وارد ہے اور اس کے معنی دوزخ کے ہیں کما قال تعالےٰ

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ اس سے غرض یہ
کہ دعوے کی شان وشوکت اور الہام کا کروفر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں
ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا مگر افسوس
ہے کہ وہ صرف لفظ ہی لفظ تھا۔ اگرچہ پندرہ مہینے تک بجائے خود رکھا
مگر اس کے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اس سے مراد فکر وتشویش
لی گئی اول تو فکر وتشویش ہی میں کلام ہے اس لئے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی
طور پر معلوم نہیں ہوسکتی اور اگر وہ تسلیم بھی کرلیجائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام
کے صدق کا اس کے دل پر اثر تھا قرائن سے تو ثابت ہے کہ مرزا صاحب کے
مریدوں کے خوف سے اسکو سفر کی ضرورت ہوئی۔

بہر حال مرزا صاحب نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس کے دل پر
اپنی پیشگوئی کا اثر ہوا تھا چنانچہ ضیاء الحق میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کا خوف ایک
مذہبی پیشگوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ شہر بشہر بھاگتا پھرے تو ایسا شخص
بلاشبہ یقینی طور پر اس مذہب کا مصدق ہوگیا ہے جسکی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی
اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں الخ۔

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا صاحب خود تصدیق کرتے ہیں
کہ یقینی طور پر اس کا رجوع الی الحق کرنا ثابت ہوگیا۔ اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون
یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ہاویہ میں گرایا نہ جائیگا۔ پھر جب الہام
کے سنتے ہی اس پر خوف اور عظمت طاری ہوگئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق
نرہا۔ مگر مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا اور

...ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آگیا جس کا ماحصل یہ ہوا کہ حسب الہام اُس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا۔ جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے۔ یہاں دو باتوں سے ایک بات ضرور ماننی پڑیگی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہو کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جسکو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اسکو الہام شیطانی ضرور کہا جائیگا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہو گئے۔ اور اگر یہ الہام انہوں نے بنا لیا تھا تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ انہوں نے خدائے تعالےٰ پر افترا کیا ہے اور کوئی مسلمان خدا پر افترا نہیں کرسکتا۔

مرزا صاحب جو رجوع الی الحق کا الزام مسٹر آتھم کے ذمہ لگا رہے ہیں اسکو وہ قبول نہیں کرتا اُس نے صاف کہدیا کہ مجھ پر مرزا صاحب کے الہام کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ مریدوں کے خوف وغیرہ کی وجہ سے سفر کے اختیار کرنیکی ضرورت ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور الہام ہی کا اثر تھا ورنہ یہی بات قسم کھا کر کہدی جائے اُس نے جواب دیا کہ ہمارے دین میں قسم کھانی جائز نہیں جیسا کہ انجیل متی میں مصرح ہے وہ فرماتے ہیں ایسے حیلے کام پر نہیں آتے قسم کھا کر نہ کہنا یہی ہماری کامیابی ہے۔ اس کا جواب ڈاکٹر کلارک نے دیا کہ ہم کہتے ہیں مرزا صاحب مسلمان نہیں ہیں اگر مسلمان ہیں تو مجمع عام میں سور کا گوشت کھائیں۔ اگر کہیں کہ سور کا گوشت مسلمانوں پر حرام ہے اس سے اسلام کا ثبوت

کیسے تو ہم کہتے ہیں اسی طرح بالاختیار حلف اُٹھانا عیسائیوں کو منع ہے ۔ پس جب
اتھم پکا عیسائی ہے تو وہ اپنی عیسائیت کا ثبوت قسم سے نہیں دیسکتا جس طرح آپ
اپنے اسلام کا ثبوت سور کھا کے نہیں دیسکتے انتہیٰ ۔

مرزا صاحب نے الہام میں جو شرط لگائی تھی کہ بشرطیکہ وہ حق کی طرف
رجوع نہ کرے اس میں یہی پیش نظر تھا کہ جب موت کی دھمکیوں سے وہ جان بچانے کی
غرض سے اپنا مستقر چھوڑ دیگا تو اسی کا نام تاثیر پیش گوئی اور رجوع الی الحق رکھا جائیگا
اور جب وہ اُس سے انکار کریگا تو قسم کی فرمائش کیجائیگی اور چونکہ ان کے مذہب میں
قسم درست نہیں اس لئے وہ قسم کبھی نہ کھائیگا اُس وقت یہ کہنے کا موقع مل جائیگا کہ اتھم
کی قسم نہ کھانے سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹا ہے یہانتک تو عقلی منصوبے چل گئے جو
اعلیٰ درجے کے عقلی معجزے تھے مگر ڈاکٹر کلارک کے عقلی معجزے نے ان سب کو گاؤ خورد
کردیا اور مرزا صاحب بھی اس کے تسلیم کرنے میں مجبور رہے اور یہ کوئی قابل استعجاب
بات نہیں عقلوں میں تفاوت ہوا ہی کرتا ہے ۔ مگر قابل توجہ یہ بات ہے کہ اگر وہ الہام
واقعی ہوتا تو کیا ڈاکٹر صاحب کی رائے اس میں بھی چل سکتی ادنے تامل سے معلوم ہوسکتا
ہے کہ مدار الہامات کا خاص علم و قدرت آلہی پر ہوتا ہے اور ممکن نہیں کہ کسی آدمی کی رائے
اس پر غالب ہوسکے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ الہام آلہی نہ تھا ۔

مرزا صاحب جو اتھم کے خوف کا نام رجوع الی الحق رکھتے ہیں اُس سے
غرض یہ کہ پیشین گوئی یعنی موت کا وقوع اسکی وجہ سے نہیں ہوا مگر ابھی معلوم ہوا کہ
اس الہام میں جو ہاویہ میں گرنا مذکور ہے اس کا وقوع تو بحسب اقرار مرزا صاحب ہی
ہوگیا اور یہ رجوع الی الحق کچھ کام نہ آیا مرزا صاحب اس رجوع سے دوسرا کام لینا چاہتے

کہ الہام کی تشریح میں جو کہا گیا تھا کہ آتھم بسزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائیگا اور نیز
کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں۔ منہا ما وعدنی ربی اذ جادلنی رجل من المتنصرین الذی اسمہ
عبد اللہ آتھم الی ان قال فاذا البشری ربی بعد دعوتی بموتہ الی خمسۃ عشر شہرا من
یوم خاتمۃ البحث فاستیقظت وکنت من المطمئنین۔ یعنی خود خدا نے مجھے بشارت
دی کہ پندرہ مہینے میں آتھم مرجائیگا۔ غرض کہ حق تعالے نے جو آتھم کی موت کی بشارت
دی تھی وہ اس رجوع الی الحق سے ٹل گئی۔ مگر الہام کی بشارت صاف کہہ رہی ہے
کہ اس کی موت ضروری تھی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رجوع کے معنی لوٹ جانے کے ہیں اور رجوع الی الحق اسیوقت
صادق آتی ہے کہ باطل کو چھوڑ دیا جائے چونکہ اس مباحثے میں حق وہی فرض کیا گیا تھا
جس پر مرزا صاحب ہیں تو ضرور تھا کہ وہ مرزا صاحب کا ہم خیال ہو جاتا جس سے
رجوع کے معنی صادق آتے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اس خوف کو بھی ایک
درجہ رجوع کا دینا چاہیئے۔ رجوع کا اس کو ایک درجہ دینا تو آسان ہے مگر مشکل
یہ ہے کہ اس تمام مدت میں حق کے قبول کرنے کا ایک اثر بھی اس سے ظاہر نہ ہوا
بلکہ برخلاف اس کے مرزا صاحب کو وہ دجال اور جھوٹا وغیرہ کہتا رہا جیسا کہ سائل الہامات مرزا
سے ظاہر ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ جو شخص جان بوجھکر حق کو قبول نہ کرے اور
مخالفت کرتا رہے وہ زیادہ تر سزا کا مستحق ہوتا ہے دیکھ لیجئے قرآن شریف سے
ثابت ہے کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو یقینی طور پر جانتے تھے جیسا کہ
حق تعالے فرماتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم مگر یہ معرفت باعث زیادتی عتو بہت
ہوئی کما قال تعالیٰ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ

علی الکافرین الحاصل اگر آتھم نے پیش گوئی کی عظمت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو معلوم کر لیا تھا تو اس کی سزا زیادہ اور بہت جلد ہونی چاہیئے تھی۔ اگر مرزا صاحب کے قابو میں آتھم صاحب آجاتے اور سزا دینے میں کوئی مانع نہ ہوتا تو کیا مرزا صاحب باوجود ان کو دجال اور جھوٹا کہنے کے اسکو پندرہ مہینے مہلت لینے دیتے ضرور فرماکر فوراً سزائے موت دیتے کہ باوجود حق کی طرف رجوع ہونے کے اور میری اور میرے الہام کی تصدیق کرنے کے مجھکو دجال اور جھوٹا بتا رہا ہے۔ الحاصل اس ثقہ میں ضرور تھا کہ جس طرح رجوع الی الحق نے اسکو ہاویہ سے نہ بچایا اسی طرح سزائے موت سے بھی نہ بچاتا۔

مرزا صاحب نے اس رجوع الی الحق کو مانع سزائے موت قرار دیا جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کیگئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کر لینگے تو موت سے بچ جائینگے اور انوار الاسلام وغیرہ میں ہے کہ آتھم کی موت اسلئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا۔ اور وہ رجوع الی الحق مانع دخول ہاویہ نہیں ہوئی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرا حالانکہ اصلی ہاویہ میں داخل ہونا بعد موت ہوگا قبل نہیں ہوسکتا اور مرزا صاحب کی تقریر سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ بعد سزائے موت داخل ہاویہ ہوگا کیونکہ بسزائے موت داخل ہاویہ ہونا قبل موت ممکن نہیں پھر اس کے کیا معنی کہ رجوع الی الحق سے موت تو ٹل گئی مگر ہاویہ میں گر گیا اس کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے نہ ولایت ہے نہ نبوت مگر وحی اور الہام ہو رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رجوع الی الحق نے موت سے

تو بچا لیا مگر ہاویہ سے نہ بچا سکا اس رجوع کو ناقص کہیں یا کامل اس اعتبار سے کہ موت جیسی چیز کو جسکی نسبت حق تعالےٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ روکدیا اعلیٰ درجے کی کامل سمجھی جائیگی مگر حیرت یہ ہے کہ ایسی رجوع کامل سزائے ہاویہ کو نہ روک سکی جس سے مراد سفر اور پریشانی لی گئی اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک موت سے زیادہ سفر کی وقعت ہے کیونکہ اس رجوع نے موت میں تصرف کر لیا مگر سفر میں نہ کر سکا۔

آیۂ **موصوفہ** اذا جاء اجلہم سے یہ ظاہر ہے کہ موت وقت مقررہ سے نہ آگے سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے اور الہام مذکور کہ رہا ہے کہ اتھم کی موت ٹل گئی اور مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۳۷) میں لکھا ہے اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے انتہیٰ۔ اب مرزا صاحب خود ہی تصفیہ فرمائیں کہ جب خدائے تعالےٰ کی خبر کے برخلاف جسکی تنسیخ ممکن نہیں وہ الہام خبر دیرہا ہے تو اسکو کیا کہیں اگر اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور فرمائیں کہ وہ الہام شیطانی تھا۔

مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ اتھم کی موت اس لئے نہیں ہوئی کہ اس نے رجوع حق کی طرف کیا تھا اور رجوع الی الحق کے معنے ابھی معلوم ہوئے کہ پیشین گوئی کا خوف اس پر طاری ہو گیا۔ اور یہ خوف اسی وقت طاری ہوا جب مرزا صاحب سے پیشین گوئی سنکر بھاگا بھاگا پھرا جس کی خبر مرزا صاحب کو فوراً ہو گئی تھی اس صورت میں مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ یہ اعلان دیتے کہ اتھم رجوع الی الحق کر چکا ہے اب وہ

پندرہ مہینوں میں نہ مریگا اور اسکو صاف لکھدیتے کہ تم نے رجوع الی الحق کرلی ہے
اس وجہ سے اب اس مدت میں ہرگز نہ مروگے ہاں ہاویہ میں یعنی سقر میں رہوگے
حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ وہ اسی مدت میں ضرور
مریگا اور اس میں کوئی تاویل نہوگی۔ اب دیکھئے اگر ان کا یہ قول سچ سمجھا جائے کہ
اس نے رجوع الی الحق کی ہے تو انکا وہ قول کہ وہ ضرور مریگا جھوٹا ثابت ہوتا ہے
اور اگر وہ قول سچ سمجھا جائے تو قطع نظر خلاف واقع ہونے کے اُسی سے ثابت
ہوتا ہے۔ کہ پندرہ ماہ تک مرزا صاحب نے اُس کے بھاگنے پھرنے کو رجوع الی الحق نہیں
سمجھا تھا۔ بلکہ یہی خیال کرتے رہے کہ بوڑھا تو ہے اگر مرجائے تو کامیابی ہے ورنہ ہتھوٹے
کہہ دیا جائیگا کہ رجوع الی الحق کی وجہ سے نہیں مرا۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اس الہام سے خدا کو مرزا صاحب کی کامیابی
مقصود تھی تو جس طرح آتھم کو رجوع الی الحق کی ہدایت کی تھی مرزا صاحب کو یہ الہام
کیوں نہیں ہوگیا کہ صاف کہدو کہ وہ رجوع کرچکا ہے اب اس مدت میں نہ مریگا۔
برخلاف اس کے مرزا صاحب سے بھی کہلواتا رہا کہ اسی مدت میں وہ ضرور مرجائیگا۔ کیا
ایسے الہام خدائے تعالیٰ پر افترا نہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی کی مقبولیت کسی قوم میں ہوجاتی ہے تو اس کی ایسی
باتوں پر نگاہ نہیں پڑتی اور ہر بات چل جاتی ہے۔ آپ حضرات نے پولس مقدس کے
حالات کتابوں میں دیکھے ہونگے کہ کیسی کیسی خلاف باتیں انہوں نے کیں کل حرام
چیزوں کو حلال کردیا قبلہ سے منحرف کیا تثلیث کو ذہنوں میں جمادیا مگر سب چل گئیں
اور پھر بھی مقدس ہی رہے۔ پولس مقدس صاحب کی سحر بیانی اور تقدس کا کیا اثر ہوا

تقریباً انیس سو سال سے آج تک رو بترقی ہے یہ بات یاد رہے کہ پولس صاحب بہ
ایسے تقدس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایسے مقدس حضرات سے زمانہ خالی نہیں رہتا پولس صاحب
نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ترقی دی تھی کہ ان کو خدا بنا دیا مرزا صاحب اپنی ترقی میں
سی کے محتاج نہیں خود ہی عیسیٰ سے بنے نبوت تک ترقی کر گئے اور اب کن فیکون ہیں
اپنے خالق کے ساتھ اپنی شرکت بتا رہے ہیں اور ہر طرف سے آمنا و صدقنا کے
نعرے خوش اعتقادوں کے بلند ہیں اور یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب
کیا کر رہے ہیں یہ اسی کمال تقدس کا اثر ہے جو مدتوں کی خلوت نشینی اور گوشہ گزینی
سے حاصل فرمایا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عبارت الہام میں مذکور ہے کہ جو فریق عمداً
جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ میں ہاویہ
میں گرایا جائیگا۔ اس الہام میں جانب مقابل فریق قرار دیا گیا جو بمعنی گروہ اور جماعت
ہے جیسا کہ قرآن شریف سے واضح ہے قولہ تعالیٰ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ
اس سے بڑھکر کیا ہو کہ کل جنتی ایک فریق اور کل دوزخی ایک فریق قرار دئے گئے
چونکہ اس الہام میں صراحتاً مذکور ہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کہکر عاجز انسان کو خدا بنا رہا
ہے وہ ہاویہ میں گرایا جائیگا اس لئے بمقتضائے الہام کل فریق عیسائی کا پندرہ ماہ میں ہاویہ
میں گرنا ضرور تھا اس لئے کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں جو سہواً یا خطاءً عیسیٰ علیہ السلام کو
خدا بنایا ہو وہ تو جو کچھ کہتے ہیں عمداً کہتے ہیں پھر جب وصف عامہ پر حکم مرتب ہو رہا
ہے تو مرزا صاحب کو کوئی حق نہیں کہ اس کلام میں جسکو کلام الٰہی بتلا رہے ہیں تصرف
کرکے لفظ فریق کو اس جماعت کے ساتھ خاص کریں جو مباحثے میں شریک تھی جیسا کہ نور الاسلام

ہیں لکھتے ہیں کہ فریق سے مراد آتھم نہیں بلکہ وہ تمام جماعت ہے جو اس بحث میں اسکے معاون تھی۔ مرزا صاحب نے اس الہام کے بعد یہ نہیں کہا تھا کہ خدائے تعالے نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فریق سے مراد خاص جماعت ہے اور نہ اسکی تخصیص الفاظ الہام سے ہوتی ہے بلکہ اُس میں عام طور پر ہے کہ جو فریق انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ اس کلام کی تحریف انہوں نے اس خیال سے کی ہے کہ کہیں اس کلام سے گورنمنٹ کا پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرنا نہ سمجھا جائے مگر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کلام کلام الہامی نہ تھا اس لئے کہ وہ فریق اس مدت میں ہاویہ میں نہیں گرا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے کہا تھا کہ اس مدت میں کل عیسائی ہاویہ میں گرائے جائینگے مرزا صاحب بظاہر گورنمنٹ کے خیر خواہ اپنے کو بتاتے ہیں مگر ایسی منحوس پیشینگوئی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ظاہر داری ہے خیر اس سے کوئی بحث نہیں کلام اس میں تھا کہ فریق کا لفظ جو متصف بصفت عامہ کیا گیا تھا وہ صحیح نہیں لیکن اس تعمیم میں یہ مصلحت پیش نظر ضرور تھی کہ اس مدت طویلہ میں کہیں تو کوئی عیسائی مریگا اس وقت یہ تعمیم کام دیگی اور فوراً اس الہام کے ذیل میں داخل کر لیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پادری رابٹ جو اس مباحثے میں شریک بھی نہ تھا جب مرگیا اور اسکے دوست ڈاکٹر کلارک کو اس کا غم ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی عرصے میں رابٹ ناگہاں مرگیا جس کے مرنے سے ڈاکٹر کلارک کو جو اسکا دوست تھا صدمہ پہنچا (دیکھو اشتہارات الہامی) اب یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ فریق سے مراد ایک جماعت ہے جسکی نسبت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق پندرہ ماہ کے عرصے میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کیلئے موجود ہوں

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کلارک وغیرہ کل جماعت اس مدت میں مرجاتی حالانکہ اس میں سے
کوئی نہیں مرا اور جو شخص مرا سو وہ ایک اجنبی شخص تھا جو مباحثے میں شریک ہی نہ تھا
مرزا صاحب نے اُس کی موت سے بھی اپنا کام نکالا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
اگر آتھم رجوع الی الحق کی وجہ سے بچ گیا تھا تو یہ پوری جماعت کیونکر بچی انکا تو رجوع الی الحق
ہونا بھی ثابت نہیں ہوا شاید یہاں یہ فرمائینگے کہ اُن کا مباحثہ کرنا ہی رجوع الی الحق تھا
اگرچہ رد ہی کرنے کیلئے کیوں نہو آخر حق کی طرف رجوع تو متحقق ہوا اسکو بھی رجوع کا
ایک درجہ دینا چاہئے اس میں شک نہیں کہ یہ توجیہ بھی چل جائیگی جیسے آتھم کے رجوع
الی الحق کی توجیہ چل گئی تھی مگر اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کس قدر رکیک ہو گی
اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کلارک کے مقابلے میں مرزا صاحب نے عین
عدالت میں اقرار کیا کہ فریق سے مراد اُس الہام میں صرف آتھم تھا ڈاکٹر کلارک وغیرہ
کو اس پیشگوئی سے کوئی تعلق نہیں گویا سر عدالت یہ اقرار فرماتے ہیں کہ رابرٹ
کی موت کے صدمے کی نسبت جو کہا گیا تھا وہ غلط تھا۔ دیکھئے فریق کی ابتدا کہاں سے
تھی اور گھٹتے گھٹتے کہاں تک نوبت آپہنچی۔ دیکھئے اس الہام کا سلسلہ کس قدر طویل ہے
کہ احاطہ بحث میں آ نہیں سکتا پوری بحث اس کی مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب نے
الہامات مرزا میں لکھی ہے جو قابل دید ہے۔
تاریخ خمیس میں مواہب اللدنیہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ ایک عورت نے
مسیلمہ کذاب سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کنوؤں میں پانی جوش مارتا ہے آپ بھی ہمارے
نخلستان وغیرہ کے لئے دعا کیجئے کہا وہ کیا کرتے ہیں کہا ڈول میں کلی کرتے تھے اور وہ
پانی کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے اس نے بھی ایسا ہی کیا مگر اثر یہ ہوا کہ جس قدر پانی

موجود تھا وہ بھی سوکھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آب دہن سے آشوب چشم
اچھا ہوگیا تھا اُس نے بھی کسی آفت زدہ کی آنکھ میں تھوک لگایا اس کا اثر یہ ہوا کہ
بصارت ہی زائل ہوگئی۔ ایک بار کسی کی بکری کے تھن پر اس غرض سے ہاتھ پھیرا
کہ دودھ زیادہ ہو اثر یہ ہوا کہ دودھ بالکل خشک ہی ہوگیا۔ بنی حنفیہ میں ایک کنواں
کھودا گیا تھا برکت کیلئے اس میں آب دہن اُس کا ڈالا گیا۔ اثر یہ ہوا کہ پانی کنوئیں کا
جو میٹھا تھا کڑوا ہو گیا۔ ایک عورت نے اُس سے شکایت کی کہ میرے
بہت سے لڑکے مرگئے اب صرف دو ہی رہ گئے ہیں ان کی درازی عمر کیلئے
دعا کیجئے چنانچہ چھوٹے لڑکے کی چالیس برس کی عمر مقرر کی۔ جب وہ گھر آئی تو بڑا لڑکا
ایک کنوئیں میں گر کے مرگیا تھا اور چھوٹا جس کی عمر چالیس سال کی مقرر کی تھی حالت نزع
میں پڑا تھا۔ غرض کہ اسی دن ان دونوں لڑکوں کا کام تمام ہوگیا اسی قسم کے اور
واقعات بھی لکھے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو مخذول
کرتا ہے۔ عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ بظاہر تو ازروئے قانون قدرت ومشاہد
واقعات اُس کا میعاد مقررہ مرزا صاحب کے اندر مرجانا عجائبات سے نہ تھا بلکہ بلحاظ
کبر سنی وضعف ونقص صحت اور ان اسباب سے بڑھکر مرزا صاحب کی دھمکی موت سے
خوف زدہ ہونے کی حالت میں بہت ہی اغلب تھا۔ اور یہ لکھا ہے کہ اس عرصے میں
وبا کے بھی کئی دورے ہوئے باوجود ان تمام اسباب کے مسٹر آتھم اس مدت میں تو نہیں مرا بلکہ
اُس کے بعد اور آٹھ ماہ زندہ رہے۔ اگر لاپستا خرون ساعۃً سے قطع نظر کیا جائے تو یہ آٹھ ماہ
کی زندگی گویا اس الہام میں رخنہ اندازی کیلئے تھی۔ اور یہ تو یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر
مرزا صاحب کے الہامات کو وقعت دینا منظور الٰہی ہوتا تو بجائے پندرہ ماہ کے

نہیں ۱۱ اُن کی زبان سے کہلوا دیتا - اسی طرح جب مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگا تو اہل قادیان سمجھ گئے کہ اب طاعون کا آنا وہاں ضرور ہوگیا - اور اسی وقت سے ان کو خوف پیدا ہو گیا - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طاعون سے قادیان کو سخت صدمہ پہنچا -

جس طرح آتھم کی موت کی ایک وسیع مدت مقرر کی گئی تھی اُس سے زیادہ مدت لیکھرام کی موت کے الہام میں مقرر کی گئی - چنانچہ سراج منیر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ لیکھرام کی نسبت یہ الہام ہوا کہ عجل جسد لہ خوار لہ نصب وعذاب اور اس کے بعد خدائے کریم نے یہ ظاہر کیا کہ یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اُس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا کیا جائیگا اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادات اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے میں تیار رہوں -

اور یہ بھی الہام اُس کی نسبت کرامات الصادقین میں لکھا ہے فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنۃ چنانچہ وہ چھری سے مارا گیا انتہٰی - مرزا صاحب نے ایک طولانی چھ سال کی مدت جو اس کی موت کیلئے مقرر کی تھی احتیاطاً تھی ورنہ قرائن تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی مدت اُس کے لئے درکار نہیں - کیونکہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت بے ادبیاں اور گستاخیاں کی ہیں جسکی وجہ سے تقریباً چھ کروڑ صرف ہند کے مسلمانوں کا ایسا دل دکھایا کہ جس سے اُن کو اپنی زندگی ناگوار ہوگئی اور اُس کے جانی دشمن ہو گئے کیا ممکن تھا کہ اتنی اسلامی فوج کے ہاتھ سے وہ بچ سکتا - کیا قیاس سے یہ دور ہے کہ ایک جماعت اسکو سزا دینے کی طرف

متوجہ ہوئی ہو اور مرزا صاحب بھی اُس سے واقف ہوں۔ اہل فراست سمجھ سکتے ہیں کہ اُن کا شعر جو اس پیشین گوئی کے بعد اور اس کی موت سے پہلے لکھا ہے کیا کہہ رہا ہے۔ وبشرنی ربی وقال بشرا ۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب غرض قطع نظر اس سے کہ وہی قرینۂ مذکورہ ایسا قوی اور قطعی ہے کہ ہر شخص اس پیشین گوئی پر جرأت کرسکتا تھا ایسی کھلی بات کے لئے الہام کی ضرورت نہیں اس قسم کی باتوں کا الہام ایسا ہے جیسے کوئی کسی سے کہے کہ مجھے الہام ہوا کہ تم کبھی نہ کبھی مرجاؤگے۔

مرزا صاحب نے ان معجزات کا طریقہ ڈاکٹروں سے حاصل کیا ہے کیونکہ ایک زمانے سے ڈاکٹر وغیرہ مدبروں نے بیمے کا طریقہ ایجاد کر رکھا ہے کہ آدمی کی ایک عمر مشخص کرکے اُسکو کہہ دیتے ہیں کہ تم اس مدت کے اندر نہ مروگے اور اگر مرجاؤگے تو اتنے ہزار روپے ہم تمہارے ورثا کو دینگے اور اس مدت میں کچھ ماہانہ اُن سے لیا کرتے ہیں۔ پھر وہ قرائن خارجیہ و داخلیہ کو دیکھکر اکثر کامیاب ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی رقم کی آمدنی سے لکھوکھا روپے پیدا کر رہے ہیں اگر ایسی پیشین گوئیاں معجزۂ نبوت قرار دیجائیں تو انبیا کی کثرت ہو جائیگی اور مرزا صاحب کی بھی خصوصیت باقی نہ رہیگی

مرزا صاحب نے لیکھرام کی نسبت جو خارق العادات اور ہیبت ناک موت کی پیشین گوئی کی اُس کا منشا یہی ہے کہ جب انہوں نے قرائن سے سمجھ لیا کہ وہ مارا جائیگا تو اسی کا نام ہیبت ناک اور خارق موت رکھدیا حالانکہ اس قسم کی صدہا موتیں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا صاحب کو پہلے الہام کے وقوع کا یقین نہ تھا اور کیونکر ہوسکتا آئندہ کے منصوبے کبھی بگڑ بھی جاتے ہیں اس لئے احتیاطاً دوسرا الہام ہوگیا اس غرض سے کہ اگر خارق عادت وموت نہ ہویا نہ سمجھی جائے تو وہ دوسرا الہام کام میں آئے۔

پہلا الہام تو اس وجہ سے الہام نہیں سمجھا گیا کہ خارق عادت موت نہ ہوئی مگر دوسرا الہام بھی ربانی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس کی عبارت میں ست سنة ہے حالانکہ صحیح عبارت ست سنین ہے اور ممکن نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے کلام میں غلطی ہو

نزول الامام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے معجزے کے ظل پر عربی بلاغت وفصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جو عبارت لکھینگے وہ نہایت فصیح وبلیغ ہوگی اور الہام والی عبارت غلط ہوسکتی ہے اب اگر وہ الہام ہے یعنی خدا کی کہی ہوئی عبارت ہے تو یہ سمجھا جائیگا کہ مرزا صاحب کو خدا سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہونے کا دعوے ہے۔ اور اگر الہام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب خود عبارت بناکر اسکو الہام قرار دیتے ہیں جو نہایت بدنما کارروائی ہے۔

اور اس سے مخالفین کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی اصلی حالت معلوم ہوگئی کہ گو وہ فاضل اور ذہین ہیں۔ مگر فن ادب میں مشاق نہیں۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسالہ اعجاز المسیح کو مشتہر کرکے جو وہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ اپنی تصنیف ہے اب اس کی تصدیق کوئی نہ کرسکیگا اسلئے کہ ایسی پر تکلف اور مسجع عبارت جو اس قابل ہو کہ بطور اعجاز پیش کی جائے دست سنة) لکھنے والا شخص ہرگز نہیں لکھ سکتا کسی عالم نے ان کو لکھدیا ہے اور اس زمانے میں یہ کوئی بڑی

بات نہیں دیکھ لیجئے کہ روپے کے لالچ سے کئی ایک مولوی پادری بن گئے جن کے نام مشہور ہیں وہ صاف کہتے ہیں الدنیا زور لایحصل الا بالزور۔

مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی یہ بھی ہے جسکو اشتہار میں شایع کیا تھا کہ خدائے تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کیلئے سلسلہ جنبانی کرو (یعنی اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لاؤ) اور اُن کو کہدے کہ یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہے اور اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدائے تعالےٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائیگا انتہیٰ۔

مرزا صاحب نے اس نکاح کی نسبت بڑا ہی زور لگایا اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے پیام پہنچا دیا کہ اگر نکاح نہ کردیگا تو چنان ہوگا اور چنیں ہوگا۔ مگر اس بزرگ نے ایک نہ مانی اس کے بعد مرزا احمد بیگ صاحب کے نام خط لکھا کہ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت غبار ہو لیکن خدا جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیر فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدائے تعالےٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اسکی نسبت دل صاف کرلیتا ہے سو ہمیں خدائے تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اب ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتے

سے آپ انحراف نہ فرمائیں اور آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشگوئی اس عاجز کی ہزارہا
لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی
ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی
جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو ہزارہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس
پیشگوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ آپ اپنے ہم
سے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے معاون نہیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں
آپ پر نازل ہوں۔ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے
مجھے الہام کیا ہے انتہے۔ مرزا صاحب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے
آسمان پر سے ان کو کہدیا کہ نکاح تمہارے ہی ساتھ ہوگا اور اسکی سلسلہ جنبانی کر دی معلوم
نہیں باوجود اس کے پھر کیوں اتنی عاجزی اور خوشامد کر رہے ہیں اور پادریوں کا
کیوں خوف لگا ہوا ہے کہ ان کا پلہ بھاری ہو جائیگا۔ اب ان کی پریشانی کا حال
اور سنئے۔ اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ صاحب کے نام یہ خط لکھا۔
مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح تیسری تاریخ ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے
لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے
سخت دشمن ہیں عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے
ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری
نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اسکو خوار کیا جائے۔ ذلیل کیا جائے
روسیاہ کیا جائے اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اگر آپ کے گھر کے
لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا کیا میں چوہڑا چمار

تھا جو مجھکو لڑکی دینا عار یا ننگ ہے۔ میں نے خط لکھا کہ پرانا رشتہ مت توڑو
خدا سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ آپ کی بی بی نے کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے
صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدے
ہم راضی ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی
نہیں کرینگے کہیں یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ اب آپ کو لکھتا ہوں کہ اسوقت کو آپ
سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے اور اپنے
گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روکدیوے ورنہ مجھے
خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے تمامی رشتے ناطے توڑ دونگا اگر فضل احمد
میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں
نہ رکھے گا انتہےٰ۔

البتہ مرزا صاحب کی اس بیکسی کی حالت میں ان کے سمدھی صاحب کو
ضروری تھا کہ ان کی عاجزی پر رحم کھاکر ان کو سنبھال لیتے مگر معلوم نہیں انہوں نے
قصداً سختی اختیار کی یا یہ سمجھ لیا تھا کہ جب خدا نے خبر دی ہے کہ مرزا صاحب
کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوگا تو مداخلت کی ضرورت ہی کیا ضرور ہو رہے گا۔
قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اس اظہار بیکسی اور عاجزی کے ساتھ
اگر اتنا فرما دیتے کہ الہام کا ذکر برائے نام صرف دھمکی کے لئے تھا اب میں اس
سے توبہ کرتا ہوں تو ضرور مرزا صاحب کے صدق کا اثر ان کے دل پر پڑتا اور
رحم آجاتا اور تعجب نہیں کہ طرف ثانی بھی اس خیال سے کہ ایک بڑا شخص توبہ کر رہا ہے
اگر خدا کے واسطے نہیں تو اپنی تعلی ہی کے واسطے ضرور قبول کر لیتے۔ بہرحال

مرزا صاحب کا مقصود تو حاصل ہو جاتا۔

مرزا صاحب لڑکی کے قرابتداروں کی شکایت کرتے ہیں کہ وہ خدا و رسول کے دین کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو انہوں نے صرف خدا و رسول ہی کی رضامندی اور دین کے واسطے یہ کام کیا۔ بات یہ ہے مرزا صاحب نے ناحق کہدیا کہ مجھے اللہ نے فرمایا کہ تمہارے نکاح میں وہ لڑکی آئیگی تم سلسلہ جنبانی کرو۔ اس فقرے نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ گورنمنٹ کے حکام کو جب کوئی بات منظور ہوتی ہے تو اس کے آثار ہی کچھ اور ہوتے ہیں کہ وہ کام بغیر پورا ہوئے رہ نہیں سکتا چہ جائیکہ خالق عالم چاہے اور کسی کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور اثر ہو تو ایسا کہ وہ کام کبھی نہ ہونے پائے اگر خدائے تعالیٰ کو مرزا صاحب کا نکاح منظور ہوتا تو گھر بیٹھے مخالفین آکر اپنی طرف سے پیام کرتے دوسروں پر اثر ہونا تو درکنار خود مرزا صاحب کے دل پر اس الہام کا کوئی اثر نہیں عیسائی ہندو اور دشمنوں کی طرف سے ان کو اپنی خواری ذلت اور روسیاہی کا کچھ ایسا تصور جما ہے کہ الہام تو کیا خدا بھی یاد نہیں آتا قسمیں کھا کھا کر ایک ایک سے لجاجت اور عاجزی کر رہے ہیں کہ اس وقت سنبھال لو اب ارباب دانش اپنے وجدان سے کام لیں کہ مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ بے پردہ ہو کر اس صفائی سے ایسے مکالمے کرتا ہے کہ دوسروں پر حجت قائم ہو سکے کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے کہ اگر اسی طرح ان کو الہام ہوا کرتے ہیں اور خود خدا سے سننے پر بھی اُن کو اس قدر تردد رہا کرتا ہے تو پھر قرآن پر ان کو کیا ایمان اور تصدیق ہو گی کیونکہ وہ تو صرف خبر ہے کچھ خدا سے انہوں نے سنا ہی نہیں اور اگر سنتے بھی تو

کیا ہوتا وہی تردد رہتا جو اس الہام میں ہے - غرض ان قرائن سے ان لوگوں نے خیال کیا کہ یہ الہام خدائے تعالٰی پر تہمت ہے اور خدا پر تہمت کرنے والے کی تائید اور جھوٹے نبی کی مدد باعث عذاب الٰہی ہے اس لئے انہوں نے صرف دینداری کے لحاظ سے بغض للّٰہی پر عمل کیا ورنہ دنیا داری کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی پیام نہ تھا کیونکہ لاکھوں روپے کی جائداد اور آمدنی کس کو نصیب ہو سکتی ہے ان لوگوں پر ہزار آفرین ہے کہ اپنے خیال کے مطابق انہوں نے دنیا کے لحاظ سے دین کو برباد نہیں کیا - اس موقع میں اُن کے دین کی شکایت بالکل بے موقع ہے -

مرزا صاحب نے سمدھی صاحب کی تحریر پر کفایت نہ کر کے سمدن صاحبہ کے نام بھی یہ خط لکھا کہ مجھکو خبر پہنچی کہ چند روز میں مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے اور ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہیگا اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کیلئے طلاقنامہ لکھکر بھیجدے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اُسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اسکو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اسکو نہ ملے طلاق نامے کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آئے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا نکاح کسی اور سے

جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اسکو عاق کر دونگا اور پھر وہ میری میراث سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالٰی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا اور خدائے تعالٰی میرے ساتھ ہے جس دن نکاح ہوگا اُس دن عزت بی بی کا نکاح نہیں رہیگا۔ انتہٰی۔ بیچاری حرمان صاحبہ کی مصیبت کا حال بیان سے خارج ہے اگر مرزا صاحب کی سفارش کرتی ہیں تو غضب الٰہی کا خوف ہے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اگر نہیں کرتیں تو بی بی بیوہ ہوئے جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ عورتوں پر لڑکیوں کے بے شوہر ہونے کا کس قدر غم ہوتا ہے۔ مگر سبحان اللہ کیسی ایماندار با خدا اور مستقل مزاج بی بی ہیں کہ خوف عذاب الٰہی کے مقابلے میں اپنی لڑکی کے بیوگی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور صاف کہدیا کہ بیشک فضل احمد طلاق دیدے ہم راضی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ صاحب کے خط میں لکھا ہے کہ رشتہ مت توڑو خدا سے خوف کرو حالانکہ مرزا صاحب کے ساتھ ان کو کوئی ایسا رشتہ نہ تھا چنانچہ مرزا صاحب کی اس تحریر سے مستفاد ہے کیا میں چوہڑا چمار تھا جو مجھکو لڑکی دینا عار تھا۔ اگر کوئی قرابت ہوتی تو یہ مقام اسکی تصریح کا تھا کہ باوجودیکہ میں تمہارا بھانجا بھتیجا ہوں پھر کیوں دریغ کیا جاتا ہے۔ اور کوئی رشتہ نہ ہونے کی تصریح خود اسی خط میں موجود ہے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کی ہمشیرہ نے صاف کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص (مرزا صاحب) کیا بلا ہے یہ شخص مرتا بھی نہیں۔ غرض کہ ایک فرضی رشتے کو توڑنے پر تو فرماتے ہیں کہ خدا سے خوف کرو اور اپنے فرزند کو صاف فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو

طلاق مغلظہ دیدہ و حالانکہ نفس طلاق کا ابغض الاشیا ہونا احادیث سے ثابت
اس پر طلاق مغلظہ بدعی جسکی قباحت احادیث صحاح میں مذکور ہے ۔

حیرت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ اس بیچاری
کمسن لڑکی بہو کا کیا قصور تھا اگر باوجود باپ کی موجودگی کے بھیجی کو ولایت
ہوتی تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ اقتداری کام میں قصور کیا گیا مگر جب بھی ماں کے
قصور کی سزا بیٹی کو دینا اور خورشد امن کا غصہ داماد پر نکالکر اسکو محروم الارث
کردینا نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔

مرزا صاحب نے اس فرضی قرابت کو توڑنے پر تو خوف الٰہی یاد دلایا
اور خود کتنے واقعی رشتے توڑ رہے ہیں زوجیت مصاہرت ابنیت اور نہ
بھی خوف الٰہی نہیں حالانکہ نسبی رشتہ کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا ۔ کیا زبان سے
کہدینے سے جزئیت باطل ہوجائیگی اگر ایسا ہی زبان سے کہدینا مفید ہوتا تو متبنیٰ
کو حصہ دلایا جاتا حالانکہ حقتعالیٰ صاف فرماتا ہے وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ
ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ۔ عصائے موسیٰ صفحہ (۲۳۲) میں لکھا ہے
کہ مرزا صاحب اپنی اہلیہ ثانیہ کی خاطر شرعی وارثوں کو محروم الارث کرنے کیلئے جائداد
اُس کے پاس رہن کردیا اور ایسا ہی پہلی اولاد و پسروں کو بلا دلیل شرعی عاق کردیا بی بی کی
خاطر اور نفسانی خواہش سے قرآن کی مخالفت کرنا خدا پرستی سے کس قدر دور ہے
دیکھئے حق تعالےٰ فرماتا ہے لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ یعنی ماں باپ کے
ترکے میں لڑکوں کا ایک بڑا حصہ ہے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں ۔ میرا لڑکا میری
میراث سے ایک پیسہ اور ایک دانہ نہیں پاسکتا ۔ اس پیرانہ سری میں مرزا صاحب

کو یہ کیونکر گوارا ہوا کہ اگر اپنی دلہن نہ آئے تو اپنا لڑکا بھی ہر قسم کے عیش و عشرت سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا جائے۔ بی بی سے دائمی مفارقت ہو۔ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ عظیم پڑے۔ کھانے کو ایک دانہ نہ ملے۔ خانہ بربادی ہو۔ کیا اولیاء اللہ قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کے ایسے مطیع ہوا کرتے ہیں۔ پھر اپنی بہو کی طرف سے اُن کی والدہ کو مصیبت خیز خط لکھوایا کہ اگر تم اپنے بھائی کو نہ سمجھاؤ گے تو مجھ پر طلاق ہو گی اور ہزار طرح کی رسوائی ہو گی اور اس خط پر مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ اگر نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا توقف اپنی لڑکی کیلئے کوئی قادیان سے آدمی بھیجدو تاکہ اسکو لیجائے۔

غرض کہ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ تدبیریں کی گئیں احتمال مطلب براری پر خود نے متعدد خطوط لکھے اوروں سے لکھوائے خوشامدیں کیں۔ مسجدوں میں دعائیں کرائیں خود خدا کی طرف سے اپنا ذاتی سنا ہوا پیام پہنچایا کہ اُس لڑکی کا نکاح اپنے ہی سے ہو گا اور اگر نہو گا تو خاندان تباہ ہو جائیگا۔ اور یہانتک عاجزی کی کہ اگر یہ نکاح نہ ہو تو میں ذلیل ہونگا۔ میرا مُنہ کالا ہو گا عیسائی ہنسینگے ہندو خوش ہونگے اور یہ بھی دھمکی دی کہ اللہ و رسول کے دین کی ذلت ہو گی وغیر ذالک مگر کوئی تدبیر مفید نہ ہوئی اور آخر اس لڑکی کا نکاح مرزا سلطان بیگ صاحب کے ساتھ ہو ہی گیا جسکو تیرا چودہ سال کا عرصہ ہوتا ہے اور وہ ابتک صحیح و سالم موجود ہیں چنانچہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ وہ مرزا کے سینے پر مونگ دلتا ہوا زندہ ہے اور اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے۔ ذات شریف پر تبری اور صلواتیں سناتا ہے۔

اس کارروائی میں مریدوں پر عجیب مصیبت ہوگی پیر کی نسبت تو یہ خیال کر نہیں سکتے کہ بشارت الٰہی اور سلسلہ جنبانی کی خبر خدائے تعالیٰ کی طرف سے جھوٹ دی تھی مرزا صاحب تو اس جھوٹ سے بری ہوگئے مگر اس کے ساتھ ہی خدائے تعالیٰ کی طرف ذہن منتقل ہوا ہوگا کہ اس کے کیا معنی کہ بشارت بھی دی اور طرف ثانی پر حکم بھی بھیجدیا اور اعلان شائع کرنے کی اجازت بھی ہوگئی جس سے تمام عیسائی ہند و مسلمان ہمہ تن گوش ہوگئے کہ اب مبارکباد کے نعرے قادیان میں بلند ہوتے ہیں۔ مگر وہاں کیا تھا صدائے برنخواست کا مضمون صادق آگیا اور ظاہر یہ کہ صرف سعی سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں۔ یہاں سعی بلیغ سے بھی کچھ کام نہ نکلا اور وہ بشارت اور حکم بیکار گیا۔ عجیب گو مگو کی بات ہے خدا اگر بشارت اور حکم نہ دیتا تو مرزا صاحب کو اتنی پریشانی اٹھانی نہ پڑتی اور نہ اس قدر رسوائی ہوتی اعلےٰ درجے کے مرید تو آخر کچھ بات بنا ہی لیتے ہونگے مگر ضعیف الایمان لوگوں کی تو مٹی خراب ہوگئی معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے اخبار میں کیسی کیسی بدگمانیوں کا موقع اُن کو ملگیا ہوگا۔ اور قرآن سے ایمان کس طرح ہٹ گیا ہوگا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان بیگ الہامی مدت میں اسوجہ سے نہیں مرا کہ اور پیشگوئی کے بعض الہامات جو پہلے سے شائع ہوچکے تھے اُن میں یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈالدی جائیگی اور اس واقعے میں بھی ایسا ہوا کہ خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے کلیجے کانپ اُٹھے پس ضرور تھا کہ اس درجے کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا وہ لوگ احمق کاذب ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت

پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کا انتظار ہے۔ (سراج منیر) مرزا سلطان بیگ کے موت کے انتظار میں بجائے ڈھائی تین سال کے چودہ پندرہ سال تو گذر گئے اب اگر انتظار ہے تو صرف موت کا ہے جیسے مرزا صاحب کو اپنی موت کا بھی انتظار ہوگا مگر اس میں پیش گوئی کے کسی پہلو کو دخل نہیں۔ یہاں کلام اس میں ہے کہ بدیہی طور پر یہ پیشگوئی پوری کیونکر ہو گئی۔ اس پیشگوئی میں تو مرزا صاحب نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ سلطان بیگ صاحب توبہ کرینگے تو میعادی موت ٹل جائیگی۔ البتہ آتھم کی موت میں یہ شرط تھی مگر یہ دونوں واقعے مستقل اور علٰحدہ ہیں جن میں کوئی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں جو پہلے الہامات میں شائع ہو چکا ہے وہی کافی ہے یعنی آتھم والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ جو پیشگوئی کسی کی موت پر مرزا صاحب کرتے ہیں اگر وہ مدت مقررہ پر نہ مرے تو یہ سمجھا جائے کہ اُس نے توبہ کر لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب ایسی پیشگوئیوں پر جرأت کیا کرتے ہیں سنا جاتا تھا کہ کسی منجم نے اعلان دیا تھا کہ میں اپنی زوجہ کی تائید سے جو پیش گوئی کرتا ہوں وہ کبھی جھوٹ نہیں نکلتی اُس کا سر یہ تھا کہ مرد جو کہتا اُس کے خلاف عورت کہتی مثلاً اگر مرد کہتا کہ آج پانی برسیگا تو عورت کہتی نہیں برسیگا۔ غرض ایک کا قول ضرور صحیح نکلتا۔ مرزا صاحب نے ایسی تدبیر نکالی کہ کسی دوسرے کی تائید کی بھی ضرورت نرہی۔ ایک پہلو ہمیشہ کیلئے بنا کر تیار کر دیا کہ مدت مقررہ گذرتے ہی کہدیا جائیگا کہ توبہ کی وجہ سے وہ مدت ٹل گئی۔ خدا کا فضل ہے کہ بیچے والوں کو اسکی اطلاع نہ ہوئی ورنہ وہ بھی یہ کہنے پر مستعد ہو جاتے کہ گناہوں کی وجہ سے میعادی

مدت سے پہلے مرا جو بجائے خودکشی ہے اس لئے اُس کے ورثہ کو اب کوئی رقم دینے کی ضرورت نہیں مرزا صاحب کی جرات اور ڈھٹائی لطف اُٹھانے کے قابل ہے کہ جس پیشگوئی کی نسبت خود فرماتے ہیں کہ دس لاکھ آدمی سے زیادہ ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ہزاروں پادری منتظر ہیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلا بھاری ہو ہزارہا مسلمان مساجد میں نماز کے بعد بصدق دل دعا کرتے ہیں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کی مدت معینہ گذر جانے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ بدیہی طور پر پوری ہوگئی اس لئے کہ آتھم نے جیسا انہوں نے بھی توبہ کرلی اسلئے نہ مرے۔ دس لاکھ آدمیوں کے مقابلے میں ایسی بات کہنی معمولی غیرت وحیا والے کا کام نہیں۔ کاش مرزا صاحب الہام کے وقت ملہم سے پوچھ لیتے کہ حضرت اگر آتھم والے الہام کے بعد جیسی رسوائی ہوئی اور بجائے اس کے کہ تصدیق کرنیوالوں میں ترقی ہو بہت سے مرید مرتد ہوگئے اگر اس پیشگوئی میں بھی وہی بات ہے تو میں اس الہام سے معافی چاہتا ہوں کسی میرے دشمن پر یہ الہام فرمایا جائے تاکہ اسکی رسوائی دیکھکر میں خوش ہوں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ڈھائی سال کی مدت پیشگوئی میں کس لحاظ سے رکھی گئی اگر واقع میں اُن کی عمر اتنی ہی باقی تھی جسکو کشف سے مرزا صاحب نے معلوم کیا تھا تو یقیناً کشف کی غلطی ثابت ہوگئی اور توبہ اس میں کچھ مفید نہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور اگر مرزا صاحب نے اپنی طرف سے مقرر کی تھی تا معلوم ہو کہ لوگوں کی موت وحیات میں ان کو دخل ہے تو ڈھائی سال کی کیا ضرورت تھی کہدیتے کہ ادھر نکاح ہوا اور ادھر دولھا مرگیا۔ اور اگر خدا نے ہی خبر دی تھی تو ان کے خدا کی بے علمی اُس سے ثابت ہوتی ہے

جب معجزہ اپنے نبی کا دکھانا منظور تھا تو مفصل خبر دیتا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو ڈھائی سال میں مریگا اور کرے تو دس یا بیس سال میں۔ افسوس ہے مرزا صاحب اپنے ساتھ اپنے خدا کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔ خاص طور پر غور کرنیکا یہاں یہ مقام ہے کہ مرزا صاحب نے جو کھلے الفاظ میں کہدیا کہ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا۔ اور اگر دوسرے کے ساتھ نکاح ہو تو ڈھائی سال تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائیگا۔ پھر نہ مرزا صاحب سے اس لڑکی کا نکاح ہوا نہ اس مدت معینہ میں دونوں کا انتقال ہوا اب اس سے کیا سمجھا جائے کیا فی الحقیقت خدا نے ان کو یہ خبریں دی ہونگی یا وہ مرزا صاحب کی تراشی ہوئی ہیں۔ جب ہم خدائے تعالیٰ کی شان پر اور مرزا صاحب کی کارروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدائے تعالیٰ پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے مرزا صاحب کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کی ہے اس سے یہ امر بھی مبرہن ہوگیا کہ مرزا صاحب نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے اور صرف جھوٹ ہی ہوتی تو چنداں مضائقہ نتھا غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادے مسلمان دھوکا کھا کر یقین کرلیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے۔ جب تک مدت مذکورہ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہرا مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھیرائی ہے تو ممکن نہیں کہ خلاف ہو کیونکہ ایسا ہی ہوگا اور کسی کو مجال نتھی کہ چون و چرا کرے کیونکہ خدا کے معاملے میں کون دخل دیسکتا ہے یہانتک کہ ہندو پادری وغیرہ ساکت بلکہ

اس فکر میں تھے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو اس کا کیا جواب ہو گا غرض کہ ہزاروں آدمی تین سال تک سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا صاحب اس مدت میں خوش تھے کہ تین برس تک تو علیسویت بغیر کھٹکے کے چل جائیگی اس کے بعد اگر زندگی باقی رہے تو کوئی بات بنا لیجائیگی اور بیوقوفوں کو دھوکا دینا کون بڑی بات ہے چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرمادیا کہ بھائیوان لوگوں نے توبہ کر لی ہے اسلئے بچگئے خوش اعتقادوں نے یہ سنکر پھر دھوکا کھایا اور کسی نے اسکو نہ سمجھا ورنہ دریافت کر لیتے کہ حضرت خدا نے آپکے ذریعے سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ نکاح نہ کر دیں تو تین سال میں اُن کو سزا ئے موت ہو گی اور انہوں نے تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا یہانتک کہ مدت بھی گذر گئی اور اس کے بعد ابتک اسی نافرمانی پر اڑے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب کے خدا کی بات تو ہرگز نہ مانینگے پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسخ کر کے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آپکے ساتھ نکاح کر دیتے۔

جسطرح مرزا صاحب نے اس موقعے میں قسم کھائی عیسٰی علیہ السلام کی موت کے باب میں بھی لکھا ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے یہ کہدیا ہے کہ عیسٰی مر گئے اس قسم کے معاملات میں مرزا صاحب کی قسموں کا حال پورے طور پر کھلتا تھا مگر خدا کی قدرت ایک معاملہ ایسا درپیش ہو گیا کہ مجبوری اُن کو ایسے امر میں قسم کھانے کی ضرورت ہوئی کہ جس سے تمام قسموں کی حقیقت کھل جائے سوچا تو یہ تھا کہ یہ قسم کچھ کام کر جائیگی اور لوگ اسکا اعتبار کر کے نکاح کر دینگے مگر معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا کہ وہی قسم وبال جان ہو گئی اور کل قسموں کا حال اس نے کھول دیا۔

ہر دین میں قسم ایک بھاری چیز سمجھی جاتی ہے کہ کوئی جاہل بھی جھوٹی قسم کھانے پر جراءت نہیں کرتا اور اسکو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور ہمارے دین میں تو اس پر سخت وعیدیں وارد ہیں مگر مرزا صاحب نے ان کی کچھ پروا نہ کی۔ اب اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کی قسموں کا یہ حال ہو تو اُن کے تمام دعووں کا کیا حال ہوگا۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین مصبورۃ کاذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار اخرجہ ابو داؤد الیمین المصبورۃ ہی اللازمۃ تصاحبہا جہۃ الحکم کذا فی تیسیر الوصول یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھوٹی قسم کھائے تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

باوجودیکہ مرزا صاحب نبوت کا دعوے کرتے ہیں مگر قوائے نفسانیہ کی اصلاح ان کے ابتک نہوئی۔ دیکھئے اپنے نکاح کے واسطے کتنے لوگوں سے قطع رحمی انہوں نے کی حالانکہ اس باب میں یہ حدیثیں وارد ہیں۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرحم شجنۃ من الرحمن فقال اللہ من وصلک وصلتہ ومن قطعک قطعتہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ وعن جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع رحم متفق علیہ کذا فی المشکوۃ یعنی جو شخص قطع رحمی کرے وہ جنت میں داخل نہوگا اور خدائے تعالیٰ سے تعلقات اُس کے قطع ہو جائینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو کوئی تعلق حق تعالیٰ سے تھا بھی تو اس کارروائی سے قطع ہوگیا۔ اور یہ حدیث بہ آواز بلند کہ رہی ہے کہ نبوت تو کیا ان کے ولایت بھی نہیں ہے بلکہ وہ جنت سے روک دئے گئے۔

مرزا صاحب نے غصے سے اپنی اولاد کو جو محروم الارث کردیا اسمیں

سراسر خدائے تعالیٰ کے کلام کی مخالفت کی حق تعالیٰ فرماتا ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ و قولہ تعالیٰ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ دیکھئے حق تعالیٰ اولاد کا حصہ مقرر کرکے بلفظ وصیت ارشاد فرماتا ہے کہ حصہ ہر حصے وار کا دیا کرو مگر مرزا صاحب نے شاید یہ سمجھا کہ یوصیکم اللہ کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے اور خود مسلمان تو ہیں ہی نہیں اس لئے اس خطاب سے خارج ہیں کیونکہ نبوت کی طرف ترقی کر گئے ہیں۔ مگر یہ خیال ایک جہت سے صحیح نہیں اسلئے کہ جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعوےٰ ہے تو اس خطاب میں بھی شریک ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب کی سمدھن کے بھائی صاحب نے حدیث شریف البغض للہ پر عمل کرکے مرزا صاحب کو لڑکی نہیں دی حالانکہ شرعاً ان کو اسکی ضرورت تھی۔ اسکا مواخذہ مرزا صاحب نے اپنی بہو بیٹے سمدھن اور سمدھی سے ایسے طور پر کیا کہ ان کے عمر بھر کیلئے کافی ہے اور خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کی کچھ پروا نہ کی اب اہل انصاف غور کریں کہ کلام الٰہی کی ان کے نزدیک کچھ بھی وقعت ہے۔

جب مقتدائے قوم نے یہ طریقہ اختیار کیا تو امتیوں کا کیا حال ہو اُن کے استدلال کے لئے کافی ہے کہ ہمارے نبی غصے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اب یہ کون پوچھتا ہے کہ مرزا صاحب کا غصہ بجا تھا یا بیجا جسکی وجہ سے قرآن چھوڑ دیا گیا۔ اور ظاہرا تو بیجا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نکاح کی وجہ سے فرزند محروم الارث کر دئے گئے جس سے بڑی دلیل اُن کی امت کو یہ ملگئی کہ بیجا بات پر بھی غصہ آجائے تو قرآن ترک کر دینا اور نیز قوائے شہوانیہ کے غلبے سے مرتکب گناہ کبیرہ یعنی

ج زہی وغیرہ ہونا ایک مسنون طریقہ ہے جس پر اُن کے نبی کا عمل ہے جب قرآن کا
حال ہو کہ غلبہ قوائے شہوانیہ وغضبانیہ سے متروک العمل ہو جائے تو حدیث کو کون
پوچھے اُس کی تو پہلے ہی سے مرزا صاحب نے توہین کر دی ہے۔

اب دیکھئے اس الہام سے کتنے امور مستفاد ہیں۔ جھوٹ۔ خدا پر افترا
قطع رحمی۔ ظلم کو قسم کے ساتھ مولد کرنا جھوٹی قسم کھانی۔ الہام بنا لینا۔ بے گناہ سے
وعدہ۔ طلاق بدعی کا حکم۔ وارث کو محروم الارث کر دینا وغیرہ۔ جب ایک پیشین گوئی
میں اتنی کارروائیاں ہوں تو سمجھ سکتے ہیں کہ کل کا کیا حال ہوگا۔ ور ایسی غرض
لیئے خدا کی طرف سے جھوٹا پیام پہنچانے میں تو اُن کا رسول اللہ ہونا کس قدر
ہی البطلان ہے۔

مرزا صاحب نے ایک پیشین گوئی مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب
وی اور ملا محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفر زٹلی اور مولوی ابو الحسن صاحب
تی کی نسبت بھی کی تھی اُن کی عبارتیں بالاختصار از الہامات مرزا سے نقل کیجاتی ہیں۔

ماتے ہیں کہ میں نے دعا کی ہے کہ الٰہی اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا
اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے مجھکو کذاب اور دجال اور مفتری
کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اُس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی و ابو الحسن تبتی نے
اشتہار میں میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو مجھ پر تیرہ ماہ کے
اندر یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر ورنہ ان کو ذلت کی مار سے
دنیا میں رسوا اور تباہ کر اور ضربت علیہم الذلۃ کا مصداق کر انتہے۔

اور لکھتے ہیں یہ دعا کے بعد اس کے جواب میں الہام ہوا کہ ظالم کو ذلیل اور

رسوا کرونگا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور خدا ان پر عذاب کریگا اور اللہ کی مار لوگوں کی مار سے سخت ہے۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کیلئے کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولیگا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں آگیا خدائے تعالےٰ سچوں کو فتح بخشے انتہیٰ۔

ماحصل اس پیش گوئی کا یہی ہوا کہ اُن تینوں صاحبوں پر ایسی مار خدا کی پڑیگی جس سے پورے طور پر وہ تباہ ہو جائیں گے اور رسوائی کا اور ذلت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں اور یہی قطعی فیصلہ منجانب اللہ ہوگا جسکو کھلے طور پر سب معلوم کرلینگے اور جھوٹے ظالم ممتاز ہو جائینگے۔

پھر مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو تاکید کی دیکھو میں نصیحت کرتا ہوں مخالفین جو کچھ کہیں تم صبر کرو جو عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس کا جرم بہت سخت ہوتا ہے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقوےٰ اختیار کرو انتہیٰ۔

غرض تیرہ ۱۳ مہینے تک مرزا صاحب اپنے مریدوں کو لیکر عدالت آلہی میں مودب کھڑے رہے۔ پہلے تو مرزا صاحب کی دعا جو بقول اُن کے رد ہوتی ہی نہیں اُس پر خدائے تعالےٰ کا تسکین بخش جواب الہامی جسکا مطلب یہ کہ مخالفین پر خدا کی مار اور سخت عذاب ہوگا اور وہ رسوا ہونگے۔ پھر یہ مقدمہ مباہلے کے رنگ میں بھی آگیا جس سے جھوٹوں کی جماعت ضرور تباہ ہوتی ہے پھر تیرہ ۱۳ مہینے تک مریدوں کے جم غفیر یعنی ہزاروں آدمی کے ساتھ عدالت آلہی میں کھڑا رہنا جو بالطبع باعث رحم ہے باوجود ان تمام اسباب کے قطعی توکیا ظنی فیصلہ بھی نہ ہوا بلکہ مقدمہ ہی

خارج ہوگیا کیونکہ جو حالت قبل مرافعہ تھی اب بھی وہی ہے حالانکہ پیشین گوئی یہ تھی کہ جھوٹا ممتاز ہو جائیگا یعنی مخالفین سزایاب ہونگے ۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کو کئی ذلتیں ہوئیں اس سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی کا وقوع بھی ہوگیا۔

ایک ذلت یہ ہوئی کہ اسکی تکفیر پر علمانے فتوے دیئے مگر الہامات مرزا میں لکھا ہے بعد مشورہ حاشیہ نشینان مرزا صاحب نے یہ تجویز قرار دی کہ ایک آدمی ناواقف علما سے یہ فتوے حاصل کرے کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے ۔ چنانچہ وہ شخص بڑی ہوشیاری یا مکاری سے علما کے پاس پھر نکلا اور ہر ایک کے سامنے مرزا کی مذمت کرتا اور یہ ظاہر کرتا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں کادیانی کے مرید وہاں بھی ہوگئے ہیں اُن کی ہدایت کیلئے علما کا فتوے ضروری ہے اس پر علمانے جو مناسب تھا لکھا پس مرزا جی نے جھٹ اسے شائع کر دیا اور بجائے اپنے پر لگانے کے مولوی محمد حسین صاحب پر لگا دیا کہ اس نے بھی اشاعۃ السنۃ کے کسی پرچے میں مہدی موعود سے انکار کیا ہے پس جسطرح اس نے مجھ پر فتوے لگوایا تھا اُسی طرح اُس پر لگایا ۔ میری پیشگوئی کا صرف اتنا ہی مفہوم تھا ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس تکفیر میں مرزا صاحب بھی شریک ہیں گویا اس مسئلے کے موجد وہی ہیں انکا قول ہے کہ سوائے مسیح موعود کے مہدی کوئی دوسرا شخص نہیں اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب ہی فقط اس ذلت کے مصداق نہیں بلکہ اُس میں مرزا صاحب نے بھی بڑا حصہ لیا ہے کیونکہ فتوے کے وقت مرزا صاحب ہی علما کے پیش نظر تھے اور مولوی صاحب کا تو نام بھی نہ تھا اور دوسری ذلت مرزا صاحب کی یہ ہوئی کہ مکاری سے کام لیا گیا جس سے عموماً

آدمی ذلیل سمجھا جاتا ہے غرض اس تکفیر کی ذلت میں مرزا صاحب شریک ہیں
اگر غور سے دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ جب تکفیر کے وقت مرزا صاحب کے
کی گئی تھی تو مرزا صاحب مع جمیع اوصاف علما کے پیش نظر ہو گئے تھے
علما کی نیت کے مطابق یہ تکفیر مرزا صاحب ہی کی تھی جس طرح ملک ملک
ان کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے۔ الغرض اس موقع میں تو مولوی صاحب کی
نہ ہوئی بلکہ مرزا صاحب ہی کی ذلت ہوئی۔

مرزا صاحب مولوی صاحب کی ایک ذلت یہ بیان کرتے ہیں کہ آ

زمین ملی زمیندار ہو گیا یہ ذلت ہے دیکھو اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء۔ معلوم
مرزا صاحب نے یہ بات کس خیال میں لکھدی زمینداری تو ایک معزز
بنانے والی چیز تھی جس سے خود مرزا صاحب کو افتخار و عزت و امتیاز حاصل
چنانچہ وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص حارث اہل بیت کی تائید کریگا
کر کے ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۶) میں لکھتے ہیں کہ میں حارث ہوں باعتبار آبا و اجداد
پیشے کے افواہ عام میں یا اس گورنمنٹ کی نظر میں حارث یعنی ایک زمیندار کہلائیگا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیوں حارث کہلائیگا اس وجہ سے کہ وہ
ہوگا یعنی ممیز زمینداروں میں سے ہوگا اور کھیتی کرنے والوں میں سے ایک معزز
کا آدمی شمار کیا جائیگا انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی عزت اور
اور بڑھ گیا۔ عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ پیشتر مرزا صاحب مولوی صاحب کو زمین کا
نہ ملنا باعث ذلت بتلاتے تھے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ مرزا صاحب کو حافظے
یاری نہ دی اسلئے کہیں انہوں نے زمینداری کو باعث فخر بنایا اور کہیں باعث ذلت

یاد خوب رکھتے ہیں مگر حسب موقع بات بنا لیا کرتے ہیں دیکھئے لکھ چکے ہیں کہ
عیسے علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں جاکر مرے پھر جب کشمیر میں کوئی پرانی قبر نظر آگئی تو
کہدیا کہ عیسے یہیں آکر مرے۔ اور جہاں اعتبار بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو جھوٹ کی
اسقدر توہین کی کہ اسکو شرک قرار دیا اور جہاں جھوٹ کی ضرورت ہوئی تو نہایت صفائی
سے کہدیا کہ خدا نے مجھے ایسا کہا ہے اور خود کو بلکہ خدا کو جھوٹا ثابت کیا۔ غرض کہ
مرزا صاحب کی تقریر ازالۃ الاوہام سے ظاہر ہے کہ زمینداری نہایت ممیز اور باعث
عزت ہے۔ پھر جب یہ عزت مولوی صاحب کو ملی تو حسب پیشگوئی مذکورہ مرزا صاحب
کی ذلت ہوگئی اور یہی کھلی نشانی مولوی صاحب کی صداقت کی ہے جسکو مرزا صاحب
نے بھی دیکھ لیا۔ مرزا صاحب ایک ذلت ان کی یہ بھی لکھتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر
نے اُس سے عہد لے لیا کہ آئندہ کو مجھے دجال کاذب کافر وغیرہ نہ کہیگا جس سے
اُسکی تمام کوشش مجھکو بُرا کہنے اور کہلانے کی خاک میں ملگئی اور اُس نے اپنے
فتوے کو منسوخ کر دیا یعنی اب وہ میرے حق میں کفر کا فتوے نہ دیگا انتہےٰ۔
الہامات مرزا میں فیصلۂ مطبوعہ سے مرزا صاحب کا یہ اقرار نقل کیا ہے
کہ میں مولوی ابو سعید کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھونگا
انتہےٰ۔ ان دونوں اقرارناموں میں کسی کا پلہ بھاری نہیں معلوم ہوتا کاذب کا معاوضہ
بطالوی ہوگیا اور باقی الفاظ برابر برابر رہے۔ اس میں فقط مولوی صاحب کی
ذلت نہوئی۔ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ ابھی تک مرزا کہے جاتے ہیں کہ اس
مقدمے سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوئی کہ اسکا فتوے کفر منسوخ ہوگیا۔ یہ بھی غلط
ہے فتویٰ منسوخ نہیں ہوا صرف مباحثے میں ایسے الفاظ دجال کافر وغیرہ بولنے سے

دونوں فریقوں کو روکا گیا چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اشاعۃ السنۃ میں لکھتے ہیں
کہ مرزا نے اپنے اشتہار میں مضمون غلط اور خلاف واقع مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین
نے اس اقرارنامے پر دستخط کر کے اپنے فتوے کو منسوخ کیا ہے مرزا نے اس بیان
میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افترا کیا اور پبلک کو دھوکا دیا خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے
جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا کو اُس کے عقائد باطلہ مخالف اسلام کے
سبب سے ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرارنامے پر دستخط کرنے سے پہلے
جانتا تھا اور اُس کے حق میں وہی فتوے دیتا ہے جسکو جلد (۱۳) اشاعۃ السنۃ
میں مشتہر کر چکا ہے انتہٰے۔

مولوی صاحب کس جرات کے ساتھ مرزا صاحب کی تکفیر پر مصر ہیں
اور سا ان کی غلط بیانی شائع کر رہے ہیں۔ اگر فتوے اقرارنامے سے منسوخ ہو جاتا تو
اس تحریر کے شائع کرنے پر کبھی جراءت نہ کر سکتے۔ سمجھدار کیلئے صرف یہی ایک
مقدمہ مرزا صاحب سے انکار پیدا کرنے کیلئے کافی ہے۔ کیا مسیح موعود کی یہ صفت
ہو سکتی ہے کہ غلط بیانیاں کر کے پبلک کو دھوکا دے۔

مرزا صاحب ایک ذلت مولوی صاحب کی یہ لکھتے ہیں کہ اُس نے
میرے ایک الہام پر اعتراض کیا کہ عجبت کا صلہ لام نہیں آتا۔ یعنی عجبت لہ کلام صحیح
نہیں حالانکہ فصحا کے کلام میں لام آتا ہے اس سے اسکی علمی بے عزتی ہوئی۔

مولوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ قرآن
میں عجبت کا صلہ من آیا ہے قالوا اتعجبین من امر اللہ اس کے بعد مولوی صاحب نے
مرزا صاحب کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست اشاعۃ السنۃ میں چھاپ دیا جسکا جواب

ابتک مرزا صاحب سے نہ ہوسکا جیسا کہ الہامات مرزا و عصائے موسے میں لکھا ہے قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی غلطیاں بہت ہونگی کیونکہ مرزا صاحب نے اتمام الحجۃ میں لکھا ہے نی سٹ سنتہ جب تمیز کا یہ حال ہو تو اور غلطیاں بیشک بہت ہوئی ہونگی۔ اگر اُس فہرست میں سو غلطیاں ہونگی تو مرزا صاحب کی ذلت اور بعض مولوی صاحب سے صدقہ اور زیادہ ہوئی غرض یہاں بھی مرزا صاحب ہی کی ذات کا مہر بڑھا رہا۔

الہامات مرزا میں مرزا صاحب کے اقرار نامے کے اور فقرات بھی نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں خدا کے پاس اپیل (فریاد درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا۔ پھر اس کی تعمیل بھی مرزا صاحب نے کی چنانچہ اشتہار ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں مجھے بارہا خدائے تعالےٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنونگا سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے میں اس وقت کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل نہیں کرتا انتہٰے گورنمنٹ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی دعا کرنے سے نہیں روکتی۔ مگر مرزا صاحب کے اقرار اور عمل سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی بات خدائے تعالےٰ سے تنہائی میں بھی کہہ نہیں سکتے کیونکہ جب خدا نے بارہا ان سے کہدیا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنونگا۔ اگر تنہائی میں وہ فانتصر یعنی میری مدد کر کہدیتے تو فوراً مدد ہوجاتی کیونکہ خدائے تعالےٰ کا وعدہ جھوٹا کبھی نہیں ہوسکتا اور چونکہ ابتک مدد نہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ تخلیہ میں بھی دعا نہیں کرسکتے اب اس سے بڑھکر کیا ذلت ہو کہ مسلمان کفار چوہڑے چمار تک سب خدا سے

مانگتے ہیں اور مرزا صاحب مانگ نہیں سکتے اہل انصاف اپنے وجدان سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ انکو بار بار یہ فرمایا ہوگا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنونگا یہ بات اور ہے کہ خدائے تعالیٰ سمیع ہے ہر ایک کی بات سنتا ہے جیسے مرزا صاحب کی سنتا ہے ویسے ہی مولوی صاحب کی بھی سنتا ہے مگر اس میں کوئی خصوصیت نہوگی حالانکہ وہ تخصیص کے طور پر فرماتے ہیں کہ مجھے مخاطب کر کے فرماچکا ہے۔ اگر یہ تخصیص بھی اس قسم کی ہے کہ ہر شخص کلام آلہی کا مخاطب ہے تو اس میں بھی ہمارا کلام نہیں یہ سمجھا جائیگا کہ وہ صرف جاہلوں میں اپنی خصوصیت معلوم کرانے کیلئے ایسے موہوم الفاظ لکھا کرتے ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگر وہ تخصیص صحیح ہے جیسے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب چاہتے ہیں خدا سے بات کر لیتے ہیں اور خدا اپنے منہ سے پردہ اٹھا کر ان سے باتیں کیا کرتا ہے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ باوجودیکہ وہ مولوی صاحب کے جانی دشمن ہیں چنانچہ مکر سے ان کی تکفیر کا فتوے حاصل کیا ان کے حق میں بددعا کیں کہ تیرہ مہینوں میں ان کو رسوا کر اور ضربت علیہم الذلۃ کا مصداق کر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کئی سال گذر گئے مگر وہ اپنی اصلی حالت پر ہیں۔ بلکہ زمینداری ملنے سے تو اور زیادہ خوش اور معزز ہیں۔ ایسے ہی دلائل سے اشاعۃ السنۃ میں مولوی صاحب نے ان کو کذاب دجال مفتری لکھا ہوگا جس کی شکایت وہ خدا سے کر کے ان کی ذلت کی دعا مانگتے تھے اور ابتک اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو تیرہ [۱۳] مہینے والی بددعا مرزا صاحب ہی کے حق میں قبول ہوئی۔

ایک پیشگوئی یہ ہے جو الہامات مرزا میں لکھی ہوئی ہے کہ مرزا صاحب نے دعا کے طور پر لکھا ہے۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے خدا اگر میں تیری جناب

مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک یعنی تین سال میں میرے لئے کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ گویہ الفاظ دعا ہیں مگر مرزا جی اپنے رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ (۸۶) پر اس دعا کو پیشگوئی قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ۔ ایک عظیم الشان نشان ہے جسکو سلطان کہتے ہیں جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ اشتہار ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء

پس جو تعریف مرزا جی نے سلطان کی کی ہے وہی مرزا جی کے اُس مطلوبہ نشان کی ہے جس کے نہونے پر آپ فیصلہ دیتے ہیں کہ اگر تو (اسے خدا) تین برس کے اندر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے اور اپنے بندے کو اُن لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بیدین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں میں نے اپنے نئے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا صفحہ (۳) انتہی۔

اہل دانش سمجھ سکتے ہیں کہ جس پیش گوئی کیلئے تین سال کی مدت قرار دیگئی جسکی نشانی یہ قرار دی گئی کہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو اور قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ وہ کیسی ہونی چاہیئے کم سے کم اُس میں اتنی بات تو ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی تدبیر کو اُس میں دخل نہو مگر ایسا نہوا بلکہ مرزا صاحب نے ایسی تدبیر کی کہ موضع مد ضلع امرتسر میں اُن کے مریدوں نے بلوہ کر دیا جس سے سنیوں کو مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو مناظرے کیلئے بلانے کی ضرورت ہوئی

مولوی صاحب کے وہاں پہنچتے ہی مرزا صاحب نے ایک رسالہ اعجاز احمدی جو نصف اردو اور نصف عربی نظم تھا جس میں مولوی صاحب کی ہجو بھی تھی ان کے پاس بھیجکر یہ کہلایا کہ اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم پانچ روز میں بنا دیں اور اس نظم کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھکر ایک اشتہار بھی اس مضمون کا جاری کیا کہ یہ اشتہار خدائے تعالٰے کے اس نشان کے اظہار کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو اور نشانوں کی طرح ایک پیشگوئی کو پورا کریگا یعنی وہ نشان ہے جسکی بابت وعدہ تھا کہ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء تک ظہور میں آجائیگا۔ اب مولوی صاحب حیران ہیں کہ مرزا صاحب نے کئی سال یا کئی ماہ میں جو قصیدہ اطمینانی حالت میں خود لکھا یا کسی سے لکھوایا ہے اس کا جواب ایسی حالت میں کہ ہر طرف شور وشغب برپا ہے ایک گاؤں میں جہاں نہ کوئی کتاب علم کی مل سکے نہ اور کسی قسم کی تائید کی امید اس قلیل مدت میں کیونکر لکھا جائے اسپر بھی اپنی ذاتی لیاقت کے بھروسے پر لکھ بھیجا اور اخبار میں شائع کردیا کہ آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کرونگا صاف کردیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھکر عربی نویسی کرونگا مگر مرزا صاحب نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔

اگر غور کیا جائے تو مرزا صاحب نے مولوی صاحب سے معجزہ طلب کیا تھا اگر اس حالت میں حسب فرمائش مرزا صاحب وہ قصیدہ لکھدیتے تو ان کا بھی معجزہ سمجھا جاتا اور اس لحاظ سے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کو ضرور ہوتا کہ مولوی صاحب کی بھی نبوت کے قائل ہو جائیں کیونکہ معجزہ دکھلانا نبی کا کام ہے چونکہ مولوی صاحب کو نبوت کا دعوٰے نہیں ہے ممکن ہے کہ اسی وجہ سے انہوں نے اس سے پہلوتہی کی ہو

پھر اگر قصیدے سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے تو اس کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب ہی نے
وہ لکھا تھا کیونکہ انہوں نے مولوی صاحب کی فرمائش پر اُن کے روبرو تو لکھا ہی نہیں
اور اگر تسلیم کیا جائے تو اُس سے زیادہ بلیغ و فصیح لکھنے والے شعرا ہندوستان
میں بکثرت موجود ہیں اُن سب کا اس نبوت میں حصہ ہے حالانکہ نبوت کو شعر گوئی
سے بن وجہ منافات ہے اسی وجہ سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی
شعر نہیں کہا اور حق تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ
بِقَوْلِ شَاعِرٍ یعنی قرآن رسول کریم کا قول ہے شاعر کا قول نہیں۔ مرزا صاحب نے
اس خیال سے کہ اگر نبوت کا ثبوت نہ ہو تو افتخار کیلئے شاعری بھی کچھ کم نہیں ایک قصیدہ
لکھکر اپنے اتباع کو توجہ دلائی کہ بہر حال مولوی صاحب پر اپنے کو تفوق حاصل ہے
گر یہ کوئی بات نہیں اس لئے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اَلشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ
یعنی شاعروں کا اتباع گمراہ کیا کرتے ہیں۔ پھر لطف خاص یہ ہے کہ قصیدہ بھی ایسا کہا جو غلطیوں سے
بھرا ہوا ہے چنانچہ الہامات مرزا میں اُس کے اغلاط بالتفصیل مذکور ہیں۔ اگر مرزا صاحب
شروط وقیود بالائی کو اتفاد دیں تو اس وقت صدہا اُس کے جواب لکھے جا سکتے ہیں۔

مولوی محمد یونس خاں صاحب رئیس وتاولی نے پیسہ اخبار میں مرزا صاحب
کے نام پر اعلان اسی زمانے میں دیا تھا جسکا مضمون یہ ہے پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء
میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا کہ وہ قصیدہ عربی لکھنے
والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں۔ پیسہ اخبار میں مضمون شائع کرایا
ہے جو ۱۰ نومبر کا لکھا ہوا ۲۲ نومبر کو شائع ہوا ناظرین کے پاس پہنچنے کیواسطے
بھی کچھ عرصہ چاہیئے پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے لیجئے وقت ختم اور

مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی - معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو بھی اپنے دعاوی کی غلطی کا پورا یقین اور اپنی ہار کا خوف دامنگیر ہوتا ہے اسی واسطے دور از کار شرائط پیش کیا کرتے ہیں - قرآن شریف کی جن آیات میں اُس کا مثل طلب کیا گیا ہے - نہ کوئی تاریخ اُس کے واسطے معین کی گئی ہے نہ اشخاص بلکہ چھوٹی صورت لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے - مرزا صاحب ایک قلیل مدت کی قید لگاتے ہیں - پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے اخبار میں شایع تک کیا کہ ہے ناظرین کو طبع آزمائی کا موقع نہ ملجائے اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اُس کا جواب لکھیں حالانکہ اُن لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ بھی نہیں گذرا اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدۂ مذکور میرے نام روانہ فرمائیں یا اخبار میں شائع فرمائیں اور اپنے اعجاز کے زمانے کو ذرا سی وسعت بخشیں جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچیگا اُس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالےٰ اُس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائیگا (پیسہ اخبار ۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء) چاہئے تو تھا کہ مرزا صاحب فوراً راقم مضمون کو کتاب مذکور بھیجدیتے مگر جہانتک ہمیں معلوم آج تک وہ کتاب نہیں پہنچی انتہے -

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ تین سال میں ظاہر ہونیوالی قدرتی نشانی جو انسان کے ہاتھوں سے بالاتر ہو وہی ایک قصیدہ ہے مگر اول تو وہ انسان کے ہاتھوں سے بالاتر نہیں کیونکہ خود نے لکھا ہے اور اس سے بہتر لکھنے کو اور علما بھی مستعد ہیں اُس پر غلطیوں سے بھرا ہوا - اس کے سوا مرزا صاحب نے پیسہ اخبار

مورخہ ۱۰ ار نومبر ۱۹۰۲ء میں صاف لفظوں میں مشتہر کرایا تھا کہ دس سال سے میرا دعویٰ
عربی اعجاز نمائی کا ہے۔ جب دس سال سے یہ اعجاز حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ تین سال
والے اعلان میں ایک عظیم الشان نشانی کیلئے جو دعا کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر
وہ نشان نہ دکھلایا جائے تو میں اپنے کو ملعون وغیرہ سمجھونگا۔ تو وہ نشان یہ قصیدہ
اعجازیہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اعجاز جو پہلے سے حاصل تھا اس کی طلب ممکن
نہیں کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے۔ غرض کہ کئی وجوہ سے یہ قصیدہ تو وہ مطلوبہ
نشانی نہیں ہوسکتا اور اس کے سوا کوئی دوسری نشانی بھی اس مدت میں
ظاہر نہوئی اگر ہوتی تو مرزا صاحب خود اس کا حوالہ دیتے اس سے معلوم ہوا کہ
وہ دعا قبول نہیں ہوئی اور اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالٰے کو منظور وہی تھا جو
مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اگر تو کوئی نشانی میری تصدیق میں نہ دکھلائے تو میں تجھی کو
گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے لئے قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری دعا قبول نہو تو
میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور بے دین اور خائن ہوں جیساکہ مجھے سمجھا گیا) ظاہر
ہوجائے۔ سبحان اللہ عجیب خدائے تعالٰے کی قدرت ہے کہ مرزا صاحب نے جو القاب
اوروں کیلئے تجویز کئے تھے اُن میں سے بڑے بڑے اُن کی طرف کس عمدگی
سے رجوع کر گئے پہلے اعلان دلایا گیا جسکی وجہ سے لاکھوں آدمی ہمہ تن چشم و
گوش ہوگئے پھر بغیر کسی کی جبر کے خوشی سے اقرار کرایا گیا پھر خدا کی اس پر
گواہی لکھی گئی صدق اللہ تعالےٰ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ اب
مریدین راسخ الاعتقاد کو کون چیز مانع ہے کہ جن اوصاف والقاب کو مرزا صاحب نے
بطوع ورغبت اپنی شان میں استعمال فرمایا اور ویسا ہی اپنے کو سمجھنے کا وعدہ خدا سے کیا

سے کیا جسکی منظوری بھی ہوگئی ان کو مرزا صاحب کی شان میں استعمال کریں اور ان کا مصداق ان کو سمجھیں۔

الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار یہ الہام شائع کرایا انہ اوی القریۃ جس سے اصل مقصود یہ ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئیگا۔ اس کے بعد رسالہ دافع البلاء میں تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے انہ اوی القریۃ یعنی یہ گاؤں طاعون سے محفوظ ہے اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیسا باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد جب طاعون وہاں پہنچا تو اعلان جاری کیا کہ چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور سے ہے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مریدوں کا اجتماع قرین مصلحت نہیں اسلئے ڈسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے ابکی دفعہ اس اجتماع کو موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلا سے ان کو اور اُن کے اہل و عیال کو بچائے۔

فقرہ (نسبتاً آرام ہے) میں یہ صنعت کی گئی کہ لفظ آرام سے نمایاں تو یہی رہے کہ وہاں طاعون نہیں ہے جس سے اُس الہام کا صادق ہونا معلوم ہو جائے مگر نسبتاً کے لفظ سے نکتہ شناس سمجھ جائیں کہ طاعون موجود ہے اس لئے وہاں جانے سے رُک جائیں۔ پھر جب چوہڑوں میں قادیان کے طاعون کی کثرت ہوئی تو فرمایا کہ الہام انہ اوی القریۃ میں قادیان کا نام ہی نہیں۔ اور قریہ قرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھکر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے تھے

اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں ہیں۔ (اخبار البدر) مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور چوہڑے ملکر نہیں کھاتے حالانکہ لفظ قریہ سے ملکر کھانا سمجھا جاتا ہے اسلئے انہیں طاعون ہو تو الہام کے مخالف نہیں۔ مگر اس کا جواب کیا کہ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند میں فرماتے ہیں کہ غلطی سے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا۔ عجیب ملہم ہے کہ ابھی سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا تھا اور ابھی انکار کرادیا کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں ما شاء اللہ کیا سچ ہے خدا کی شان ہے کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں کہا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کی تختگاہ ہے اور یہ تمام امتوں کیلئے نشان ہے (دافع البلاء) مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے خود سنا ہے کہ جس روز مرزا نے یہ پیشگوئی کی تو ہم سمجھ گئے تھے کہ خدا اسکی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور طاعون بھیجیگا سو ایسا ہی ہوا اس کے بعد البدر قادیان میں جو

مرزا صاحب کا اخبار ہے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے جس سے ظاہر ہے کہ طاعون اپنا پورا کام کر رہا ہے اور معتبر شہادتوں سے ثابت ہے کہ مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۴ آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے اور سب لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا تھا انتہیٰ ملخصاً آپ نے دیکھا کہ اس خلاف بیانی کی کوئی حد بھی ہے۔ پہلے تو قادیان رسول کی تختگاہ ہونے کی وجہ سے طاعون کی مجال نہ تھی کہ اس میں قدم رکھے بلکہ طاعون زدہ انہیں ہر کرا چکے ہوتے تھے۔ پھر ہزاروں کے مرنے سے وہی قادیان مسلمانوں کا نام ٹھیرا

کہ وہ نہیں مرینگے مگر اس کی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ مرید یہیں، وہاں آنے سے کیوں بند ہو گئے مرزا صاحب کا فرض تھا کہ ان کو اُس آرام میں شریک کرتے جو تمام مسلمانوں کو تھا بلکہ ایک اعلان کل مریدوں میں جاری کرتے کہ طاعون زدہ مقاموں کو چھوڑ کر بمع اہل وعیال فوراً اس دار الامان میں چلے آئیں پھر جب دو ہی مہینوں میں قریب آٹھویں حصے کے باشندگان قادیان شکار طاعون ہو گئے تو وہی طاعون جو وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا مرزا صاحب کے ماتحت ہو کر برابر اپنا کام کرنے لگا۔ اب مرزا صاحب کی یہ حالت ہے کہ بجائے اسکے کہ باہر کے آنیوالے وہاں آ بیٹھے ہوتے اپنے حواریین کو نذر طاعون فرما رہے ہیں چنانچہ اخبارات سے ظاہر ہے کہ خاص اخبار الیدر کے ایڈیٹر جنہوں نے بڑے شد ومد سے لکھا تھا کہ طاعون حضرت مسیح کے ماتحت ہو کر اپنا کام کر رہا ہے طعمۂ طاعون ہو گئے اور ہنوز اس کا دورہ ختم نہیں ہوا۔ اس الہام کی جولانی بھی طاعون سے کم نہیں قدم بقدم طاعون کے ہمراہ ہے اگر کوئی دہریہ اس قسم کی بات کہتا تو یہ سمجھا جاتا کہ خدائے تعالیٰ کی توہین کی تدبیر اُس نے نکالی ہے کمال حیرت کا مقام یہ ہے کہ مرزا صاحب آخر خدا کو مانتے ہیں اور جمیع عیوب سے اسکو منزہ جانتے ہیں باوجود اُس کے ایسے الزام اس پر لگا رہے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس الہام کی صحت کی رائے قائم کر سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مرزا صاحب سے کہا تھا کہ پورا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا اور اُس کے بعد یہ کہا کہ نہیں صرف مسلمان محفوظ رہینگے۔ پھر ہوا یہ کہ ہندو مسلمان دونوں ہلاک اور گانوں تباہ ہو گیا۔ فلاسفہ اس پر کیسے ٹھٹے کرتے ہونگے کہ یہ لوگ جسکو خدا سمجھتے ہیں اسکی یہ حالت کہ اتنا بھی اسکو معلوم نہیں کہ

طاعون وہاں آئیگا یا نہیں اور اتنی بھی اسکو قدرت نہیں کہ اپنی بات سچ کرنے کو طاعون سے اسکی محافظت نہ کرسکا اور اتنا عاجز کہ ایک چھوٹے سے گانوں کو بچانے کا خدا ہوکے نہ بچا سکا اور ایسا تلون کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور جسکو رسول بنا کر خود نے بھیجا اسکو جھوٹا ثابت کرکے ہم چشموں میں ذلیل وخوار کیا۔ غرض فلاسفہ کو خدا اور رسولوں سے انکار کرنیکے لئے یہی ایک حیلہ بس ہے اور اسی پر قیاس جما سکتے ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کو فلاسفہ کا اتنا خوف ہے کہ کہتے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جائے تو فلاسفہ ہنسیں گے۔ یہاں یہ خیال نہیں فرمایا کہ فلاسفہ خدا پر ہنسیں گے۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب نہ کسی کی ہنسی سے کام ہے نہ دین کی برہمی کی پروا اُن کو صرف اپنی علیحدگیت سے کام ہے۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی بات کے سوجھ جانے کا نام الہام رکھا ہے۔ دیکھئے جب تک قادیان میں طاعون نہ تھا تو مضمون الہام یہ تھا کہ وہ تو تختگاہ رسول ہے طاعون کی کیا مجال کہ وہاں قدم رکھے اور کس وثوق سے کہا گیا کہ کوئی ہے اپنے شہر کی بابت کہے انہ اوی القریۃ۔ پھر جب چوہے مرنے لگے تو قرینہ قویہ سے ماخوذ ہوکر مضمون الہام ٹھیرا دوسرا یہ بھی اُسی کا مضمون تھا کہ کہیں باہر سے آنیوالے مرنہ جائیں اور باعث شماتت نہ ہوں اسلئے اُن کو وہاں آنے سے روکدیا پھر جب عموماً ہندو مسلمان مرنے لگے اور اس قریہ کی ویرانی کی صورت بندھی تو یہ ہوا کہ طاعون ماتحت الہام ہوکر اپنا کام کررہا ہے۔ ادنےٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس میں مرزا صاحب کا

کوئی قصور نہیں کذب و افترا وغیرہ قبائح اس زمانے میں ایسے عالمگیر ہو رہے ہیں
مرزا صاحب کو اسکی شکایت ہے۔ اگر ایسے زمانے میں کوئی فرضی نبی بھی آئے
تو بحسب اقتضائے زمانہ ضرور ہے کہ وہ انہیں اوصاف کے ساتھ متصف ہو۔
چنانچہ مستطرف میں لکھا ہے کہ معتصم باللہ کے زمانے میں کسی نے نبوت کا دعوے
کیا تھا جب گرفتار کیا گیا تو خلیفہ نے اُس سے پوچھا کیا تو نبی ہے کہا ہاں کہا کسکی طرف
تو بھیجا گیا ہے کہا آپ کی طرف کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ تو سفیہ اور احمق ہے کہا
درست ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی بھیجا جاتا ہے خلیفہ اس لطیفہ سے
پھڑک گیا اور کچھ انعام دیکر اسکو چھوڑ دیا۔

اور ایک پیشین گوئی الہامات مرزا میں یہ لکھی ہوئی ہے کہ مرزا صاحب اعجاز احمدی
میں لکھتے ہیں کہ واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین
نشان میرے ظاہر ہونگے ایک یہ ہے کہ وہ تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کیلئے میرے
پاس ہرگز نہ آئیں گے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کیلئے
موت ہوگی انتہے۔ یہ پیشین گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی چنانچہ صرف پیشگوئی کی
پڑتال اور تحقیق کیلئے مولوی ثناء اللہ قادیان گئے۔ اور وہاں پہنچکر
مرزا صاحب کے نام رقعہ لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے اعجاز احمدی
میں جو لکھا ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو
جھوٹی ثابت کریں اور ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا
جس کے پندرہ ہزار روپے ہوتے ہیں اور ایک لاکھ روپیہ مریدوں سے
دلوایا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ اور نیز آپ نے لکھا ہے کہ مولوی

ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اس سلئے ہم ان کو مدعو
کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔ اسلئے میں
اسوقت حاضر ہوں اور جناب کی دعوت قبول کرنے میں آجتک رمضان شریف مانع
رہا ورنہ توقف نہوتا مجھے امید قوی ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کرینگے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشینگے کہ میں مجمع میں آپ کی پیشگوئیوں کی
نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں انتہٰی ۔ چونکہ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو
اپنا معجزہ قرار دیا اور مولوی صاحب کے وہاں پہنچ جانے سے اسکا اور اس کی
وجہ سے نبوت کا ابطال ہوگیا اس سلئے مرزا صاحب پر مولوی صاحب کی دعوت قبول
کرنا نہایت شاق ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ ایک مہینے کے توقف کے باعث
اس معجزے کے وقوع پر مبارکبادیاں بھی دی گئی تھیں ۔ چنانچہ رسالہ فتح قادیان
میں لکھا ہے کہ مرزائی یہانتک بڑھ گئے کہ ۱۰ ردسمبر ۱۹۰۲ء کے اخبار الحکم میں
مولوی صاحب کے قادیان میں نہ پہنچنے کو معجزہ لکھکر اپنے گروگھنٹال کو مبارکبادیں
دیں انتہٰی ۔ انصاف کی بات تو یہ تھی کہ اس وقت جیسے مبارکباد دی گئی تھی مولویصاحب
کے وہاں پہنچ جانے پر نبوت کو سلام اور خیرباد کہدیا جاتا مگر افسوس ہے اتنی
بڑی نشانی پر بھی متنبہ نہ ہوا ۔ الغرض مرزا صاحب اس رقعے کو دیکھتے ہی برہم ہوے
اور جواب لکھا کہ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک
اور شبہات پیشگوئیوں کی نسبت رفع کریں تو آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی مگر
میں قسم کھا چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے مباحثات نہیں کرونگا آپکے
رفع شکوک اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ آپ زبانی

بولنے کے ہرگز مجاز نہیں ہونگے اور آپ کی مجال نہ ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبان سے بحکم
صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر جلد تین سطر تحریر دیدیں کہ میرا یہ اعتراض ہے
اور میں بآواز بلند لوگوں کو سنادونگا کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب
کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور یہ اس کا جواب ہے تین گھنٹے میں تقریر کرتا
رہونگا اور ہر ایک گھنٹے پر آپ کو متنبہ کیا جائیگا کہ اگر تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھکر
پیش کرو۔ آپ کو بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صُمٌّ بُکْمٌ۔ اگر آپ شرافت
اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں میں قسم کھاتا ہوں
کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔ اور آپ کو بھی خدائے تعالے کی قسم
دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اب ہم
دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کریگا اس پر خدا کی لعنت
ہے اور وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے آمین سو میں اب دیکھونگا
کہ آپ سنت نبوی کے موافق اس قسم کو پوری کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے
اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں انتہیٰ۔ مرزا صاحب اس موقع میں جو کچھ فرمائیں
تھوڑا ہے اس لئے کہ مدعی نبوت جب کسی بات کو اپنا معجزہ قرار دیتا ہے اور اسکا
وقوع نہیں ہوتا تو اہل حق کے نزدیک وہ کاذب اور مفتری مسلم ہو جاتا ہے
گو باطل پسند طبائع کو کوئی جنبش نہ ہو جیسے ابھی معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب جو کام
دعوے سے کرتا اوس کے خلاف وقوع میں آتا با ایں ہمہ اُس کے مریدوں کے
مجمع میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ بہرحال مرزا صاحب کو اس موقع میں سخت ناکامی اور ذلت
ہوئی پھر اگر اتنا بھی نہ کہیں تو نفس کو کیونکر تسکین ہو۔

مرزا صاحب اگر انصاف سے کام لیتے تو مولوی صاحب کو نہایت خوشی سے مناظرے کا موقع دیتے کیونکہ پیشگوئیوں کا جب وقوع ہو چکا تھا تو ممکن نہیں کہ اُن واقعات کی تکذیب کسی سے ہو سکے مثلاً مرزا صاحب نے کسی کی نسبت پیشگوئی کی کہ اتنی مدت میں فلاں شخص مرجائیگا اور فی الواقع وہ مر بھی گیا تو کیا ممکن ہے کہ دلائل سے اس کی موت کا ابطال ہو سکے۔ ایک جماعت گواہی کیلئے کھڑی ہو جاتی کہ ہم لوگ اُس کے دفن میں شریک تھے اسی طرح ہر پیشگوئی کی تصدیق گواہوں سے ہو جاتی۔ مرزا صاحب کا اس موقع میں پہلو تہی کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ جیسے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کسی پیشگوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں وہی صحیح ہے۔

اب یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو دعوت کس غرض سے دی تھی یہ نہیں لکھا تھا کہ قادیان تشریف لائیں اور صدق دل سے آمنا و صدقنا کہکر اپنے مریدوں میں داخل ہو جائیں جسکے صلے میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے دئے جائینگے۔ اگر یہی بات پیش نظر تھی تو یوں فرماتے کہ آپ قادیان آکر ہماری پیشگوئیوں کی تصدیق کرلیں تو ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے آپکو انعام دے جائینگے۔ حالانکہ برخلاف اس کے تحریر مذکور بالا میں مصرح ہے کہ اگر آپ قادیان میں آکر کسی پیشگوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیشگوئی کیلئے ایک ایک سو روپے دئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

مرزا صاحب بھی سمجھتے ہونگے کہ یہ روپیہ تصدیق کے صلے میں قرار دیا گیا تھا یا تکذیب کے صلے میں پھر جب جھوٹ ثابت کرنیکے لئے دعوت دی گئی تھی تو معاملہ برابر کا

ٹھیر اگر صدق ثابت کرنے کیلئے مرزا صاحب نے تین گھنٹے سے لئے تھے تو مولوی صاحب
کو کذب ثابت کرنیکے لئے بھی اسیقدر مدت درکار تھی پھر صُمٌّ بُکْمٌ بیٹھ رہنے سے
کذب خود ہی کیونکر ثابت ہوسکتا تھا۔ مناسب تو یہ تھا کہ مرزا صاحب صُمٌّ بُکْمٌ
بیٹھکر اپنا دعوے ثابت کرتے کیونکہ مدعی نبوت ہیں اس خرق عادات کا اظہار
ان کے ذمہ ہونا چاہئیے تھا مولوی صاحب تو مدعی نبوت تھے ہی نہیں پھر یہ معجزہ
اُن سے کیوں طلب کیا گیا کہ حالت خاموشی میں اپنا دعوے ثابت کردیں اگرچہ
مرزا صاحب نے فیاضی کی کہ اپنا منصب ان کو دیا مگر ان پر تو ظلم ہوگیا مرزا صاحب
اس قسم کے معاملات میں دل کھول کے فیاضی فرماتے ہیں چنانچہ قسم تو آپنے
کھائی اور لعنت میں مولوی صاحب کو بھی شریک کرنا چاہا۔ انہوں نے کب قسم کھائی
تھی جو پوری نہ کرتے تو قادیان سے نکلتے ہوے لعنت کو ساتھ لیجاتے انہوں نے
اسی لحاظ سے قسم نہیں کھائی کہ کہیں وہ لعنت قادیان سے ان کے ساتھ چلی نہ جائے
البتہ مرزا صاحب کو لعنت کا کچھ خوف نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے
خدا سے لیکر اسپنے کو ملعون سمجھ لیا ہے۔

مرزا صاحب نے فقط صم بکم رہنے ہی کا بار مولوی صاحب پر نہیں
ڈالا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو
قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ اب اس کج دار و مریز کو دیکھئے کہ زبان
نہ ہلائیں اور جھوٹ ثابت کردیں یا آمنا وصدقنا کہدیں ورنہ نہ مسلمان رہ سکتے ہیں
نہ شریف۔

مرزا صاحب نے خوش اعتقادی سے مولوی صاحب کو شاید اپنے

معتقدوں میں سمجھ لیا جو فرماتے ہیں کہ آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے
پابند ہو جائیں اور اپنے شکوک و شبہات رفع کریں حالانکہ وہ اس غرض سے آئے
تھے کہ جو مرزا صاحب کی تقریروں سے لوگ شک میں پڑ گئے تھے اسکو اس طور پر
رفع کریں کہ واقعات بتلا کر یہ ثابت کر دیں کہ کسی پیش گوئی کا وقوع ہوا ہی نہیں جیسا کہ
خود مرزا صاحب مولوی صاحب کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ کل
پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو اُن کے
کذب کا یقین تھا پھر معلوم نہیں کہ کس بنیاد پر اُن کی طرف شک منسوب کیا گیا۔
آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے قادیان میں جانے کی پیش گوئی
جھوٹی ہونیکا ایک بدنما اثر یہ بھی ہوا کہ مرزا صاحب نے قسمیں دیکر مولوی صاحب کو
جس کام کیلئے دعوت دی تھی اس سے بھی انکار کر گئے اور ایسی شرطیں لگائیں کہ مولویصاحب کا مطلب
فوت ہو جائے اس پر بھی مولویصاحب نے جواب لکھا کہ آپ کی بے انصافی کو بھی قبول
کرتا ہوں کہ میں دو تین سطریں ہی لکھونگا اور آپ بلاشک تین گھنٹے تک تقریر
کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سنا دونگا
اور ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت
رائے ظاہر کرونگا انتہےٰ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا صاحب کے تین گھنٹوں کی
فصیح و بلیغ تقریر کا جواب مولوی صاحب دس پانچ منٹ میں کیونکر دے سکتے اور
اگر جواب دیتے بھی تو لوگ اسکو کیا سمجھ سکتے اور اس کا کیا اثر ہوتا اس میں شک
نہیں کہ اگر مولوی صاحب دس پانچ منٹ میں مرزا صاحب کا جھوٹ ثابت کر دیتے
تو بلاشبہ ان کی کرامت اس سے ثابت ہوتی۔ مرزا صاحب کو اسی کا خوف ہوا

کہ کہیں وہ کرامت معجزے پر غالب نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے دنش یا پنچ سنت تقریبا
کرنے سے بھی انکار فرما دیا۔

اس خیال کراہت کا کس قدر رائج ہوا کہ مرزا صاحب کی حالت ہی متغیر ہو گئی اور لگے کانپنے مگر اس رعب کی حالت کو غصے کی صورت میں بنا کر چھپا دیا چنانچہ

حکیم محمد صدیق صاحب وغیرہ جو مولوی صاحب کا جواب مرزا صاحب کے پاس لے گئے تھے قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور وہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے اور کتا سور وغیرہ خاص خاص اسما بتا کر فرماتے کہ ہم اسکو کبھی بولنے نہ دینگے گدھے کی طرح لگام دیکر بٹھائیں گے اسکو کہدو کہ لعنت لیکر قادیان سے چلا جائے وغیرہ وغیرہ

مرزا صاحب کے قول وفعل کا اندازہ اس سے ہو گیا کہ خود ہی نے قسمیں دیکر ان کو دعوت دی اور جب وہ آگئے تو عین موقع بحث پر اس شد و مد اور غیظ وغضب سے انکار کیا کہ حصول مقصود حیز امکان سے خارج ہو گیا۔ کیا کوئی منصف مزاج شخص ان کی اس حرکت کو رضامندی کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔

مرزا صاحب نے دعوت دینے کے وقت یہ خیال کیا ہوگا کہ اتنی رقم کثیر کی شرط جب لگائی جائیگی تو مولوی صاحب پر رعب پڑ جائیگا کیونکہ عادت ہے کہ جس کو اپنے صدق اور قوت دلائل پر وثوق ہوتا ہے تو شرط میں بیدریغ رد پیہ لگا دیتا ہے اور رعب کی وجہ سے جب وہ نہ آئیں گے تو تمام پیشگوئیاں اس اشتہاری دعوت کی وجہ سے ناواقف لوگوں کے ذہنوں میں وقعت پیدا کر لینگی۔ اور اسی خیال کے بھروسے انہوں نے یہ پیشگوئی کر ڈالی کہ وہ ہرگز ان پیش گوئیوں کی پڑتال

کیلئے قادیان نہ آئینگے اور یہ خیال اس قدر متمکن ہوا کہ یہ پیشین گوئی بھی معجزہ
قرار دی گئی ۔ مگر چونکہ مولوی صاحب اُن کے چالوں سے واقف تھے اور جانتے تھے
کہ کسی پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا صرف سخن سازیوں سے کام لیا جا رہا ہے
اسلئے اس تخویف کی کچھ پروانہ کرکے قادیان پہنچ گئے پھر کیا تھا مرزا صاحب لگے
منہ دیکھنے اور بدحواسی کی حالتیں جیسی جیسے اُنکی یاس بڑھتی تھی ویسے ویسے اُنکی زبان دراز ہوتی جاتی تھی
کما قیل اذا یئس الانسان طال لسانہ اور کیوں نہو جب اتنی بڑی تخویف کا کچھ
اثر نہو تو صرف سخن سازیوں سے کیا کام نکل سکے آخر مولوی صاحب کو بھی وہ جانتے تھے
کہ فاضل ہم ملک واقف ہیں کہانتک اُن کے مقابلے میں زبان یاری دیگی اور واقعات
مساعدت کرینگے اور یہ سوچا کہ اگر انکا دم مسیحائی نہ روکا جائے تو اپنی عیسویت کا خاتمہ
ہے اسلئے یہانتک اس بات میں مبالغہ کیا کہ دو تین سطر جو اعتراض میں لکھی جائیں وہ بھی
مولوی صاحب اپنی زبان سے نہ سنائیں چنانچہ لکھا کہ آپکا کام نہیں ہوگا کہ اسکو سنائیں،
ہم خود پڑھ لینگے مگر چاہیے کہ دو تین سطروں سے زیادہ نہو ۔ غرض مولوی صاحب کی
کوئی درخواست قبول نہ ہوئی ۔ اور جواُنہیں سے یہ لکھنے کو کہدیا کہ چونکہ مضامین تمہارے
رقعے کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے اور حضرت اقدس نے انجام آتھم میں قسم کھا چکے
ہیں کہ مباحثے کی شان میں مخالفین سے کوئی تقریر نہ کرینگے اسلئے آپ کی درخواست
ہرگز منظور نہیں ہے والسلام جب اس قدر نازک دماغی تھی کہ دس پانچ منٹ کی تقریر کی
درخواست محض عناد و تعصب آمیز سمجھی گئی تو معلوم نہیں کہ ابتدائی درخواست میں قادیان
کو آنے اور پیشگوئیوں کی تحقیق کرنے کے کیا معنی رکھے گئے تھے ۔

اب یہ بات بھی دیکھ لی جائے کہ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ رسالہ انجام آتھم میں مباحثہ

نہ کرنے پر قسم کھا چکے ہیں اسکی پابندی کہانتک ہوئی۔

الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ انجام آتھم سے چار سال بعد اخبار الاخیار میں مرزا صاحب نے یہ اشتہار شائع کیا کہ آپ لوگ اے علمائے اسلام اب بھی اس قاعدے کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے کسی قریب مقام میں ایک مجلس مقرر کریں۔ اور نیز واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کریں قرآن وحدیث کی روسے عقل کی روسے آسمانی تائیدات اور خوارق وکرامت کی روسے انتہے ملخصاً۔ اس میں تو مرزا صاحب خود علما سے مباحثہ کی درخواست کر رہے ہیں پھر نہ یہ شرط ہے کہ دو سطروں سے زیادہ نہ لکھیں نہ یہ کہ صم وبکم بیٹھے رہیں بلکہ صاف لفظوں میں بحث کی اجازت دیگئی ہے اس میں صراحتاً حلف کے توڑنے پر اقدام کیا گیا۔ اور اگر خدا سے اسکی اجازت ملگئی تھی تو مولوی صاحب کا مباحثہ بھی اسی اجازت میں شریک تھا کیونکہ اخبار الاخیار والی درخواست مباحثے کے بعد مولوی صاحب مباحثے کے لئے گئے تھے منصفانہ مباحثہ سو یہ علم قبل از وقوع واقعہ کیونکر ہوا کہ مولوی صاحب منصفانہ مباحثہ نہ کرینگے اگر کشف سے معلوم ہوگیا تھا تو اتمام حجت کیلئے صرف دو تین گھنٹے ان کی تقریر ایک مجمع میں سن لیجاتی اور اُس کے بعد ثابت کیا جاتا کہ وہ تقریر ظالمانہ تھی جس سے اہل مجمع خود انصاف کر لیتے کہ کون حق پر ہے۔

مرزا صاحب کا مقصود اس قسم کے اشتہارات سے یہی ہوا کرتا ہے کہ بالائی تدابیر سے کام نکال لیں جن سے ناواقف معتقد ہوجائیں اور اگر کوئی مقابل ہوجائے تو پہلو تہی کرنے میں کون چیز مانع ہے جیسا کہ مولوی صاحب کو دعوت دیکر

پہلو تہی کر گئے اسیطرح اخبار الاخیار کے اشتہار کا بھی وہی حال ہوا اب دیکھئے کہ اشتہار
مذکور کے دیکھنے والوں کو کیونکر دھوکا نہ ہو کس تصریح سے لکھتے ہیں کہ قرآن سے حدیث
سے عقل سے کرامتوں سے ہر طرح سے اپنا مدعا ثابت کرنے کو موجود ہوں ایسے اعلان
کے بعد انکی حقانیت میں کسکو شبہ رہیگا ہر جاہل یہی کہیگا کہ مرزا صاحب قرآن و
حدیث و کرامات سے اپنی عیسویت ثابت کرنے کو موجود ہیں اور کوئی مولوی مقابل
نہیں ہو سکتا۔ مگر جب اس کا موقع آیا اور علما مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو وہ سب کالعدم
اور نسیاً منسیا ہو گیا چنانچہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ اس اشتہار کے بعد جب ندوۃ العلما
کا جلسہ امرتسر میں ہوا تو علمائے موجودین جلسہ نے مرزا صاحب کے نام خط لکھا
کہ آپکی تحریر کے مطابق ہم لوگ بحث کرنے کیلئے حاضر ہیں اور پہلے آپکو اسکی اطلاع
بھی ہو چکی ہے اسلئے قلت وقت کا عذر بھی نہیں رہا اور آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت
اور تحقیق حق کا اس سے بہتر موقع نہ ملنیکا اسکے نہلے اور یہ خط مرزا صاحب کو پہنچ بھی گیا چنانچہ
ڈاک خانے کی رسید موجود ہے مگر مرزا صاحب نے اسکا کچھ جواب ندیا۔

عقلاً سمجھ سکتے ہیں کہ اس شد و مد کے اشتہار کے بعد مرزا صاحب کا سکوت
کیا کہ رہا ہے یہی کہ رہا ہے کہ وہ لمبے چوڑے دعوے سب الفاظ ہی الفاظ تھے نہ
وہاں قرآن ہے نہ حدیث نہ عقل نہ کرامت کیونکہ السکوت فی موضع البیان بیان اگران
امور سے ایک خبر بھی مرزا صاحب کے پاس ہوتی تو اتنے علما اور ایسے کثیر التعداد
حاضرین جلسہ کے روبرو پیش کرنے کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتے اور ایسا موقع
ایسا الزام اپنے ذمہ نہ لگا لیتے جس سے غور کرنے والوں کے روبرو ایک
مجموعہ بدعنوانیوں کا پیش ہو جاتا ہے۔

یوں تو مرزا صاحب کی پیشگوئیاں بہت ساری ہیں مگر یہ جو ذکور ہوئیں بطور دعویٰ اور تحدی اور معجزے کے رنگ میں تھیں جن پر مدار اُن کی نبوت کا تھا اور الہاموں کی بنیاد پہ یہاں تک زور دیا گیا تھا کہ اگر وہ صحیح نہ نکلیں تو مرزا صاحب کاذب و دجال و ملعون وغیرہ سمجھ لئے جائیں۔ بلکہ سولی پر چڑھائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُن میں ایک بھی صحیح نہ نکلی۔ بلکہ مرزا صاحب نے صرف حیلوں اور سخن سازیوں سے کام لیا۔

انبیا علیہم السلام جب معجزات بتلاتے تو کیا کسی کی مجال تھی کہ انکار کر سکے اور کیا ممکن ہے کہ محسوسات کا بھی انکار کیا جائے مثلاً جس نے قمر کو شق ہوتے دیکھا اور کنکریوں کی تسبیح کانوں سے سن لی تو ان محسوسات کا کیونکر انکار کر سکتا تھا اسی وجہ سے کفار یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اس کارروائی میں دھوکا دیا گیا بلکہ بیساختہ کہتے کہ یہ تو سحر ہے جس سے ظاہر ہے کہ اسکو خلاف عقل و انسانی طاقت سے خارج سمجھتے تھے اگر کہا جائے کہ کفار نبیوں کو کاذب بھی تو کہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کی شان اُن کے اذہان میں بہت ارفع تھی وہ آدمی کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ اسکو اپنا رسول بنا کر بھیجے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ چونکہ رسالت امر غیر محسوس ہے اس لئے ان کو اس میں گفتگو کرنیکا موقع مل جاتا تھا اور باوجود معجزات و آیات بینات دیکھنے کے ازراہ عناد رسالت کی تکذیب کرتے کما قال تعالیٰ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ لیکن ان میں جو اہل انصاف تھے آیات و معجزات دیکھنے کے بعد ضرور ایمان لاتے غرض کہ نبوت صادقہ کے پہچاننے کا طریقہ بھی معجزات ہیں جو طاقت بشریہ سے

خارج ہوں۔

اگر مرزا صاحب کا کوئی دعوے خارق عادت اور طاقت بشریہ سے خارج ہوتا تو اُن کے مخالف ان کو ساحر و کاہن کہتے حالانکہ اس قسم کے القاب اُن کے نہیں سنے گئے البتہ علماء نے ان کو کاذب، مفتری، دجال، وغیرہ وغیرہ القاب سے ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے صرف فطری طاقت سے کام لیا بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ اپنی حول و قوت سے علیحدہ تھے وہ صرف حق تعالےٰ کے حکم سے دعوے اور خارق عادت چیز کا وعدہ کر دیتے تھے اور خدائے تعالےٰ ان کو سچا کرنے کے واسطے وہ دعوے اور وعدہ پورا فرما دیا کرتا چنانچہ اس آیہ شریفہ سے مستفاد ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب اور علمائے ندوہ کے مقابلے میں مناظرے سے گریز کیا۔ اور عبد المجید صاحب مالک مطبع انصاری دہلی بیان للناس میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں اشتہار دیا تھا کہ میرے مسیح موعود ہونیکا سارا قرآن مجید مصدق اور تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کے شاہد ہیں اس پر مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے نام نوٹس دی کہ اگر آپ اپنے دعوے کو مجمع علماء میں ثابت کر دینگے تو میں ایک ہزار روپیہ نقد آپ کی خدمت میں پیش کرونگا اور ایک سال ہر روز آپکی خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ یہ نوٹس ۱۳۰۹ھ میں دی گئی مگر اسکا کچھ جواب نہ دیا حالانکہ یہ نوٹس انجام آتھم کے پہلے دی گئی تھی اسوقت تو مرزا صاحب نے مناظرہ نہ کرنے پر قسم بھی کھائی نہ تھی۔ کیونکہ انجام آتھم کی تاریخ الہامات مرزا میں ۱۸۹۶ء لکھی ہے۔

الحاصل کئی شہادتوں سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے علماء کے مقابلے میں آنے سے گریز کیا۔ اسی طرح مباہلے سے بھی گریز کیا جیسا کہ اس تحریر سے ظاہر ہے جو ازالہ اوہام صفحہ (۶۳۶) میں فرماتے ہیں۔ میاں عبدالحق صاحب نے مباہلے کی بھی درخواست کی تھی لیکن اب تک میں نہیں سمجھتا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جنکی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھیر سکتا کیونکر مباہلہ جائز ہے قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ مباہلے میں دونوں فریق کا اس بات پر یقین چاہیے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے یعنی عمداً سچائی سے روگرداں ہے مخطی نہیں ہے تا ہر ایک فریق لعنت اللہ علی الکاذبین کہ سکے۔ اب اگر میاں عبدالحق اپنے قصور فہم کی وجہ سے مجھے کاذب خیال کرتے ہیں لیکن میں انہیں کاذب نہیں کہتا بلکہ مخطی جانتا ہوں اور مخطی مسلمان پر لعنت جائز نہیں کیا بجائے لعنت اللہ علی الکاذبین کے یہ کہنا جائز ہے کہ لعنت اللہ علی المخطئین۔ کوئی مجھے سمجھائے کہ اگر میں مباہلے میں فریق مخالف حق پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں اگر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں تو صحیح نہیں کیونکہ میں اپنے مخالفین کو کاذب تو نہیں سمجھتا بلکہ ماؤل مخطی سمجھتا ہوں اگر مخطی سے مباہلہ اور ملاعنہ جائز ہوتا تو اسلام کے تمامی فرقے باہم اختلاف سے بھرے ہوئے ہیں بیشک باہم مباہلہ وملاعنہ کر سکتے تھے۔ اور مباہلے میں جماعت کا ہونا بھی ضرور ہے نص قرآن کریم جماعت کو ضروری ٹھیراتی ہے لیکن میاں عبدالحق صاحب نے ابتک ظاہر نہیں کیا کہ مشاہیر علما کی جماعت اس قدر میرے ساتھ ہے اور نسا ابنا بھی ہیں۔ اور مباہلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ اول بازالہ شبہات کیا جائے بجز اس صورت کے کاذب قرار دینے میں

کوئی تامل اور شبہ کی جگہ باقی نہیں لیکن میاں عبدالحق بحث مباحثہ کا تو نام تک نہیں لیتے انتہی۔

تفسیر درمنثور و ابن جریر وغیرہ میں واقعہ مباہلے کی جو احادیث منقول ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ بجز ان کے چند نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ عیسےٰ بن مریم کے باب میں آپ کیا فرماتے ہیں حضرت نے فرمایا مجھے اس وقت تو کچھ معلوم نہیں تم ٹھیرے رہو جب مجھے معلوم کرایا جائیگا میں تم سے کہدونگا اس کے بعد یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام پیدائش میں مثل آدم علیہ السلام کے ہیں یعنی بغیر باپ کے اگر کوئی اس میں جھگڑے تو کہدو کہ آؤ ہم تم اپنی اولاد اور عورتوں کو بلائیں اور عاجزی سے دعا کریں کہ خدائے تعالےٰ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ حضرت نے جب یہ آیۂ شریفہ ان کو سنائی تو انہوں نے مسئلۂ خلق عیسےٰ علیہ السلام کو نہیں مانا اور چلے گئے۔ دوسرے روز حسب آیۂ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین اور فاطمہ زہرا علیہم السلام کو لیکر تشریف لائے جب اُن لوگوں نے حضرت کے جزم وصداقت کو دیکھا گھبرا گئے اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ مباہلہ کرتے تو ضرور ہلاک ہو جاتے انتہےٰ ملخصاً۔

حق تعالیٰ میاں عبدالحق صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مسنونہ کو موقع پر یاد کر کے عمل بہاں کیا جس کی صداقت کا معنوی اثر یہ ہوا کہ مرزا صاحب باوجود لمبے چوڑے دعووں کے کہ خدا سے دوبدو ہو کر باتیں کیا کرتے ہیں ان کے خدا نے ان کی کچھ مدد نہ کی اور عین معرکے کے وقت پیچھے ہٹ گئے۔ اگرچہ کہ اصل سبب کچھ اور تھا لیکن بظاہر یہ چند اسباب بیان فرماتے ہیں۔

(۱) مباہلے میں جماعت کا ہونا ضرور ہے۔

(۲) دونو فریق کو یقین چاہیئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے۔

(۳) اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں۔

(۴) پہلے مباحثہ اور ازالہ شبہات ضرور ہے۔

امر اول کا ضروری نہ ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے فرزندوں کو ساتھ لیا تھا اور کفار کی طرف دو ہی شخص تھے جو اس وقت موجود تھے چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہے جو بخاری اور مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ میں ہے ان العاقب والسید اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارادان یلاعنہا الحدیث کذا فی الدرالمنثور یعنی عاقب اور سید دو شخص تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جن سے مباہلہ کرنا حضرت نے چاہا تھا اگر طرفین میں جماعت شرط ہوتی تو کم سے کم دس بیس صحابہ کو آپ ساتھ لیتے اور کفاروں سے بھی فرماتے کہ تمہارے بھی دس بیس علما کو بلاؤ تا کہ میں مباہلہ کروں تم صرف دو ہی شخص ہو اس لئے میں مباہلہ کرنا نہیں چاہتا جہاں آفتاب صداقت چمکتا ہوتا ہے حیلوں کے

تنگ و تاریک غاروں میں چھپے رہنا کب گوارا ہوتا ہے اسکا تو مقتضائے ذاتی یہ ہے کہ کسی طرح بلند ہو کر خفاش طبیعتوں سے عرصۂ جہان کو خالی کر دے۔ مقصود مباہلے سے یہی ہے کہ جھوٹے لوگ بددعا اور لعنت کے خوف سے ہٹ دھرمی چھوڑ دیں اور سچے اپنی صداقت کی وجہ سے کامیاب ہوں چونکہ آدمی کو اپنی اولاد اور خاندان کی تباہی کا صدمہ اپنی تباہی سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ذکور و اناث کو مباہلے میں ساتھ رکھنا حصول مقصود میں زیادہ تر موثر ہوگا اسی وجہ سے حضرت نے صاحبزادی اور صاحبزادوں کو ہمراہ لیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسا سے مراد یہاں لڑکیاں ہیں اور چونکہ حضرت کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں مباہلے پر ہرگز جرأت نہ کر سکینگے اس وجہ سے انکو یہ فرمایا بھی نہیں کہ تم بھی اپنی اولاد کو لے آؤ۔ غرض کہ جب انہوں نے حضرت کے جزم و صداقت کو دیکھا اور اپنی افترا پردازی پر بھی نظر ڈالی تو انکو یقین ہو گیا کہ یہ دوہری لعنت فریقین کی خالی نہ جائیگی بہت سے خاندانوں کو تباہ کر دیگی اسلئے وہ اس درخواست پر مجبور ہوے کہ جس قدر روپیہ بطور جزیہ ہر سال کیلئے مقرر کیا جائے منظور ہے اور پورے قبیلے کی طرف سے ادا کرنے کو ہم حاضر ہیں مگر مباہلے سے معاف کئے جائیں۔ جیسا کہ اس قول سے واضح ہے نعطیک ما سألت فابعث معنا رجلا امینا کما فی البخاری و المسلم۔ اس سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ مباہلہ قطعی فیصلہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ مقابلہ میں سر پر نہوئے تو خود ان کے دلوں نے انصاف کر لیا کہ ہم ہار گئے اور صلح پر مجبور ہو گئے ورنہ انہوں نے ابتدائً مباہلے کی کوئی درخواست یا معاہدہ نہیں کیا تھا جس کے عدم ایفا کے معاوضے میں زر کثیر جزیہ کا اپنے ذمہ لیا بلکہ حضرت نے ان سے مباہلے کو فرمایا تھا اگر مباہلہ فیصلہ نہ سمجھا جاتا تو وہ صاف کہدیتے کہ حضرت ہم نے کب اسکی

درخواست کی تھی جو ہم پر یہ لازم کیا جا رہا ہے۔ غرض اس سے معلوم ہوا کہ دونو فریقوں میں سے جو فریق مباہلہ چاہے دوسرے پر وہ لازم ہو جاتا ہے اور نہ کرنے کی صورت میں وہ جھوٹا سمجھا جائیگا جیسے مدعی علیہ کے نکول یعنی انکار قسم سے مدعی کا حق ثابت ہو جاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ انکار کی وجہ سے مرزا صاحب کا جھوٹ پر ہونا ثابت ہو گیا اور یہ جو فرماتے ہیں کہ دونو فریق کو فریقین چاہیئے کہ فریق مخالف میرا کاذب ہے سو وہ صرف حیلہ ہے ابھی معلوم ہوا کہ مباہلے سے مقصود یہی ہے کہ سچے اور جھوٹے کی تمیز ہو جائے اس لئے کہ قولہ تعالیٰ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ سے ظاہر ہے کہ دونو فریق کمال تضرع وزاری سے دعا کریں کہ الٰہی خواہ میں ہوں یا میرا مخالف دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اس پر تو لعنت کر اور اس کے خاندان کو تباہ کر دے اس سے ظاہر ہے کہ جھوٹے پر دوہری لعنت ہوتی ہے ایک وہ جو جان بوجھکر تضرع کے ساتھ ایک مجمع کو گواہ کر کے خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ مجھ پر لعنت کر اور میرے خاندان کو تباہ کر دے۔ دوسری لعنت مقابل کی جانب سے جو صدق دل سے نکلتی ہے اور مرزا صاحب بھی کسی مقام میں فرماتے ہیں کہ سچے کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے غرض کہ اس دوہری لعنت سے جھوٹے پر رعب غالب ہو جاتا ہے جس سے وہ جرأت نہیں کر سکتا اور سب لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق آیت لعان سے بھی ہوتی ہے جو سورۂ نور میں ہے کہ جب مرد اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور عورت اس سے انکار کرے تو لعان پر فیصلہ قرار دیا گیا ہے اسکی صورت یہ ہے کہ پہلے مرد چار بار قسم کھا کر کہے کہ میں اس دعوے میں سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ

اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت پر ضرور ہوتا ہے
کہ وہ بھی چار بار قسم کھا کر پانچویں بار کہے کہ اگر مرد سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب آئے
اس موقع میں اگر عورت یہ حیلہ کرے کہ میں اسکو جھوٹا نہیں سمجھتی شاید اسکو اشتباہ
ہوگیا ہے کہ تاریکی میں دوسری عورت کو دیکھ کر میرا خیال کر لیا ہے یا اس قسم کی
کوئی اور بات بتائی تو مقبول نہیں بلکہ قید کی جائیگی اس وقت تک کہ لعان کرے
یا مرد کی تصدیق کرلے اس سے بھی معلوم ہوا کہ لعنت صرف اس غرض سے
طرفین میں مقرر کیگئی ہے کہ جھوٹا لعنت کے خوف سے فریق مقابل کی تصدیق
کرلے اور فیصلہ ہو جائے۔ الغرض مباہلے میں جو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا جاتا
ہے اس سے یہ مقصود نہیں جو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اپنے مقابل کو جھوٹا
سمجھکر اسپر لعنت کرے اور یہ کہے کہ تو جھوٹا ہے تجھ پر لعنت ہے پھر مقابل
اس کے جواب میں کہے تو جھوٹا ہے اور لعنت تجھ پر ہے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ طرفین
سے مار پیٹ ہو کر بجائے مباہلہ مقاتلہ ہو جائیگا جس سے شریعت روکتی ہے
بلکہ یہ دعا ہوتی ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھی پر لعنت ہو۔ حیرت ہے مرزا صاحب
ایسی موٹی بات کو بھی نہیں سمجھتے اس پر معارف و دقائق کا دعوے ہے۔ اب
ہم اس بات پر بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب جو مباہلے سے ہٹ گئے
اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہوں نے اپنے فریق مخالف کو کاذب نہیں سمجھا ان کے
اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ مخالفوں کو کیا سمجھتے ہیں عصائے موسے صفحہ (۱۴۴)
میں ایک فہرست ان کی تصنیفات سے نقل کی ہے جن الفاظ اور القاب سے
مخالفین کو یاد کرتے ہیں منجملہ ان کے چند یہ ہیں۔ اول الکافرین دشمن اللہ و رسول

کے سبب ایمان حق و راستی سے منحرف۔ جھوٹ کی نجاست کھائی۔ جھوٹ کا گو کھایا۔ زندیق سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برستی ہے۔ لعنت کی موت۔ منافق ہامان ہالکین۔ یہودی سیرت۔ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ مخالف اور مکذبوں پر لعنت پڑی ہے جو دم نہیں مار سکتے۔ مکذبوں کے دل پر خدا کی لعنت پس میں نے اشتہار دیدیا ہے جو شخص اس کے بعد سیدھے طریق سے میرے ساتھ معاملہ نہ کرے اور نہ تکذیب سے باز آئے وہ خدا کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام صلحا کی لعنت کے نیچے ہے انتہے ملخصاً۔ اب دیکھئے کہ مخالفین کو جھوٹا سمجھا یا نہیں اور لعنت کا تو اشتہار ہی دیدیا پھر مباہلے میں اس کے سوا اور کیا رکھا تھا اسکے بعد مباہلے سے انکار کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ دوہری لعنت سے گھبرا گئے جس سے یک طرفہ فیصلہ ہو گیا اب باتیں بنانے سے کیا ہو گا جب مرزا صاحب کا یہی خیال تھا کہ مباہلے میں فریق مقابل کو جھوٹا کہنا اور لعنت کرنا ہوتا ہے تو یہ دونوں کام تو ہمیشہ جاری ہیں صرف ایک منٹ کیلئے تضیع اوقات ہی سمجھکر مقابلے میں مباہلہ کر لیتے اگرچہ طرفین سے قسماقسمی ہونے کی وجہ سے فیصلہ تو کیا ہوتا مگر ان کے اتباع کو یہ کہنے کا موقع تو ملتا کہ مرزا صاحب بھی مباہلے میں ٹلے نہیں رہی اندرونی سزا وہ جس کے حصے میں ہوتی وقت پر ہو رہتی۔ اور جو یہ صہ۵۹۶ لکھتے ہیں کہ اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر مباہلہ اور بائعث کے بعد صاعقۂ قہر الٰہی فرقۂ مخطیہ پر ضروری الوقوع ہے تو کیا اس کا بجز اس کے کوئی اور نتیجہ ہوگا کہ ایک دفعہ خدائے تعالےٰ تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دیگا انتہے مرزا صاحب کو اگر یہ خوف ہوتا تو کسی پر لعنت ہی نہ کرتے اور جب خود بھی لعنت

بکثرت کرتے ہیں اور دوسرے بھی اُن پر کیا کرتے ہیں جسکی ان کو شکایت ہے تو اس صورت میں ملاعنہ خود ہی ہوگیا اس سے ظاہر ہے کہ فقط ملاعنہ سے دنیوی عذاب نہیں ہوتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ یہود مباہلہ کرتے تو ہلاک ہوجاتے وہ حضرت کا معجزہ تھا۔ البتہ مباہلے سے جھوٹے کے لئے عذاب اخروی کا استحقاق ہوجاتا ہے اور اسکو دنیوی عذاب کا خوف بھی لگا رہتا ہے اس لئے وہ مباہلہ پر راضی نہیں ہوسکتا۔

اس سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے جو فرماتے ہیں اگر مباہلہ کے وقت فریق مخالف حق پر لعنت کروں تو کس طور سے کروں۔ مرزا صاحب کو ابتک حق کے معنی کی طرف توجہ کرنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ حضرت حق مقابل باطل ہے۔ اسی وجہ سے اہل اسلام کہتے ہیں کہ ہمارا دین حق ہے اور اس کے مخالف ادیان کو ادیان باطلہ کہتے ہیں پھر جب آپ مخالفین کو مخالف حق فرما رہے ہیں تو اُن کو کاذب سمجھنے میں کیوں تامل کیا گیا اور طرفہ یہ کہ آپ کو الہام بھی ہوچکا ہے کہ جتنے ان کے منکر ہیں سب کافر ہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۸۵۵) میں۔ لکھتے ہیں یہ الہام مجھکو ہوا۔ وان یتخذونک الا ہزوا اہذا الذی بعث اللہ قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین یعنی وہ لوگ مجھسے ٹھٹھا کرتے ہیں کہ کیا اسی کو اللہ نے بھیجا ہے ان سے کہدے اے کافرو میں سچا ہوں۔ اب دیکھئے کہ جب اللہ نے اسسے کہدیا کہ تو سچا ہے اور مقابلے کے لوگ جھوٹے ہیں بلکہ کافر ہیں تو اب مباہلے میں کیا تامل تھا۔ پورا پورا سامان وہی ہوگیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوا تھا حق تعالے نے جب حضرت کو خبر دی فوراً مباہلے کے لئے میدان میں تشریف لے گئے۔ پھر مرزا صاحب

کو یہی تو خدا ہی نے خبر دی کہ وہ صادق ہیں اور ان کے مقابل کاذب بلکہ کافر ہیں تو ہ کیا سبقت کے یہ پیپائی کیسی - اگر اہل انصاف اسی ایک واقعہ کو پیش نظر کرلیں تو مرزا صاحب کے جملہ دعاوی کے فیصلہ کے لئے کافی ہے؛ مشت نمونہ از خروارے -

اس سے ظاہر ہے کہ قل یا ایہا الکفار والا الہام ان پر ہوا ہی نہیں - خلاصہ یہ کہ کوئی حیلہ بن نہیں سکتا اور جو حیلے بنا رہے ہیں وہ انکا مباہلے سے بھی زیادہ تر بہنا قابل شرم ہیں -

اور یہ جو فرماتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں فریقین کا استدلال قرآن وحدیث سے ہوتا ہے اور معانی محتملہ نصوص یا ضعف و قوت احادیث یا اختلاف طرق استدلال وغیرہ کی وجہ سے اختلاف جو پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے کسی جانب قطعیت نہیں ہوتی - اسی وجہ سے مباہلے کی نوبت آنی نہیں آتی - مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف ایسا نہیں ہے وہ جو اپنی عیسویت ثابت کرتے ہیں ممکن نہیں کہ اس کا ذکر کہیں قرآن یا حدیث میں مل سکے اور جو علامات عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں وہ مرزا صاحب میں پائی نہیں جاتیں اور ان کی کارروائی سے مسلمانوں کو یقین کامل ہے کہ مثل اور جھوٹے نبیوں کے وہ بھی ایک مدعی نبوت ہیں - اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہاموں اور وحی سے بلکہ منہ در منہ ہو کر بالمشافہ فرما دیا کہ تو خلیفۃ اللہ اور عیسیٰ موعود وغیرہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کو بھی اپنے حق پر ہونے کا اور مخالفین کے باطل پر ہونے کا یقین کامل ہے - جب دونوں جانب اس بات کی قطعیت اور یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارا مخالف باطل پر ہے تو اب مباہلہ کرنے اور جھوٹے پر لعنت کرنے میں کیا تامل ہے

یہ دعوے انکا فی الواقع صحیح اور سچا تھا تو مباہلے کی درخواست پہلے ان کی جانب سے
ہوتی بلکہ بغیر مباہلے کے خود یہ کہتے کہ اگر اس دعوے میں میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت
کرے برخلاف اس کے عجیب بات یہ ہے کہ مخالفین تو مباہلے پر آمادہ ہیں اور مرزا صاحب
انکار کرتے ہیں اور فرماتے کیا ہیں کہ میں ان کو کاذب نہیں سمجھتا جس کا مطلب یہ ہوا
میں جو کہتا ہوں جھوٹ ہے کیونکہ جب مخالف کاذب نہیں تو لا محالہ مرزا صاحب
کی طرف الزام کذب عاید ہو گا غرض کہ مرزا صاحب کے دعوے کا قیاس اختلافی مسائل
پر نہیں ہو سکتا یہاں یہ بھی غور کر لیا جائے کہ "اگر بالفرض" مصور کشف کے ساتھ
مرزا صاحب کو مباہلے کا اتفاق ہوتا اور وہ یہ کہتا کہ میں آپ کو کاذب نہیں سمجھتا بلکہ مخطی
سمجھتا ہوں اس سے مباہلہ نہیں کرتا تو کیا اس کا یہ قول صحیح ہو سکتا اور مرزا صاحب
منظور فرما لیتے اس فرضی مثال کو بھی جانے دیجئے نصارائے نجران اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کہتے کہ ہم آپ کو کاذب نہیں سمجھتے بلکہ مخطی سمجھتے
ہیں اس لئے مباہلہ نہیں کرتے تو کیا ان کی بات چل جاتی آخر وہ بھی بڑے ہوشیار
تھے اگر ذرا بھی موقع پاتے تو لاکھوں روپیہ کا نقصان کیوں گوارا کرتے۔ بلکہ اگر یہ
احتمال قابل پذیرائی ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ان کو فرما دیتے
اصل مباہلے میں نہ فریق مقابل کا لحاظ ہے نہ مسئلہ کی خصوصیت بلکہ مدار
اسکا جزم پر ہے جس کو کسی بات کا جزم ہوتا ہے وہ مباہلے کے واسطے مستعد ہو جاتا
ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے جو کنز العمال صفحہ (۲۱۱ ج ۲) میں ہے عن
ابن عباسؓ قال وددت انی وہولاء الذین یخالفون فی الفریضۃ نجتمع فنضع ایدینا
علی الرکن ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ما حکم اللہ بما قالا (منتخب) یعنی ابن عباسؓ

فرماتے ہیں مجھے خواہش ہے کہ میں اور وہ لوگ جو مسائل فرائض میں مخالفت کرتے ہیں کعبہ کے پاس جمع ہوں اور رکن پر اپنے ہاتھ رکھکر عاجزی سے دعا کریں اور کہیں کہ اللہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ اور روح المعانی میں آیۂ مباہلہ کی تفسیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے ابن عباسؓ نے کسی مسئلے میں ایک شخص کے ساتھ مباہلہ کیا اور آیت مباہلہ کو پڑھکر کمال تضرع سے دعا کی کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت ہو۔ اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مباہلہ بھی ثابت ہے چنانچہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۹۶) میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعود نے جو مباہلے کی درخواست کی تھی وہ ایک معمولی آدمی تھا اگر جزئی اختلاف میں مباہلے کی درخواست کی تو سخت خطا کی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت شان تمام صحابہ میں مسلم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی نسبت فرمایا کہ اگر بغیر مشورت کے کسی کو میں امیر کرتا تو ابن مسعود کو کرتا حضرت کے ساتھ اُن کو وہ خصوصیت تھی کہ اہل بیت میں سمجھے جاتے تھے اور ان کا تبحر علمی اور کثرت روایت کتب حدیث و اقوال محدثین سے ثابت ہے جیساکہ اصابہ فی احوال الصحابہ اور اسد الغابہ وغیرہ میں مذکور ہے مرزا صاحب ایسے جلیل القدر صحابی کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ ایک معمولی آدمی تھا یعنی بیعلم محض اسی لئے مسئلہ مباہلہ میں انہوں نے سخت خطا کی۔ مرزا صاحب نے جہاں ان کی خطا کا ذکر کیا تھا کوئی روایت یا حدیث بھی لکھدیتے کہ انہوں نے اس کے خلاف کیا تاکہ مرزا صاحب کا مبلغ علم بھی معلوم ہوجاتا۔

الغرض جلیل القدر صحابہ کے عمل سے مرزا صاحب کا وہ عذر بھی جاتا رہا کہ اختلافی مسائل میں مباہلہ جائز نہیں مگر حیرت یہ ہے کہ مرزا صاحب اس مسئلے کو ابتک اختلافی سمجھ رہے ہیں نئی نبوت قائم کرلی اُس کے مخالفین کافر ٹھہرائے گئے

مبائنت ملت کا حکم قائم کر دیا گیا۔ اگر اس پر بھی اختلاف ہی سمجھا جائے تو مسیلمہ کذاب کی نبوت کو بھی اختلافی کہنا پڑیگا حالانکہ کوئی مسلمان اسکا قائل نہیں اب رہا یہ کہ مباہلہ کے پہلے ازالۂ شبہات اور مباحثہ ضرور ہے سو وہ بھی خلاف واقع ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے نہ مباحثہ فرمایا نہ ازالۂ شبہات بلکہ ابتداءً یہی ارشاد ہوا کہ اگر ہماری بات نہیں مانتے ہو تو مباہلہ کرو جیسا کہ آیۂ شریفہ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ تَعَالَوْا سے ظاہر ہے۔ اور مباحثہ تو مرزا صاحب کے ساتھ سالہاسال سے جاری ہے مناظرے سے تجاوز کرکے نوبت مکابرہ اور مجادلہ تک پہنچ گئی ہے آخر نوبت باینجا رسید کہ جناب عبد الحق صاحب نے جو فریق مقابل ہی کے ایک شخص ہیں مباہلے پر فیصلہ قرار دیا اور بفضلہ تعالےٰ انکی ہمت اور رعب صداقت سے فیصلہ ہو ہی گیا الحمد للہ علے ذٰلک۔

یہاں ایک بات اور بھی معلوم کر لیجئے کہ مرزا صاحب کا جوش غضب فریق مقابل پر اور لعنت کی بوچھاڑ اور تکفیر وغیرہ کا حال ابھی معلوم ہوا اور مباہلے کے وقت کمال تہذیب اور دبی زبان سے جو فرمایا وہ بھی معلوم ہوا کہ میں فریق مقابل کو کاذب نہیں کہتا اگر مباہلے میں ان پر لعنت کروں تو کس طرح کروں اس سے ظاہر ہے کہ جس قدر آپنے مخالفین پر لعنت وغیرہ کی ہے سب واپس لیا اس کا مسلمانوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اب رہیں وہ حدیثیں جو لعنت اور تکفیر کے باب میں وارد ہیں وہ مرزا صاحب اور خدائے تعالےٰ کا درمیانی معاملہ ہے اس میں ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ اس باب میں احادیث بکثرت وارد ہیں مگر ہم صرف دو ہی اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے احباب مرزا صاحب

کا طریقہ اختیار نہ کریں عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل قال لاخیہ کا فر فقد باء بہا احدہما متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو وہ تکفیر اُن دونوں سے کسی ایک کی ضرور ہو جاتی ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ من لعن شیئا لیس لہ باہل رجعت اللعنۃ علیہ رواہ الترمذی و ابوداؤد ذکرہما فی المشکوٰۃ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی پر لعنت کرے جس کا وہ مستحق نہیں تو لعنت اسی لعنت کرنیوالے پر لوٹتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ لعنت و تکفیر اگر بیمحل کی جائے تو لعنت کرنیوالا ہی کافر و ملعون ہو جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے **مصرع**

برآید انچہ از فوارہ فوراہم بر و ریزد

جب احادیث صحیحہ سے تکفیر اور لعنت کا لوٹنا بحسب اقرار مرزا صاحب ثابت ہے تو دوسرے تمام الفاظ مندرجہ فہرست مذکورہ سب اس میں داخل ہیں جیسا کہ عرب کا مقولہ ہے کل الصید فی جوف الفرا۔ گورخر

الحاصل کئی واقعوں کی شہادت سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب بڑے بڑے معرکوں اور علما کے مقابلے میں گریز کرتے رہے حالانکہ نبی کی یہ شان نہیں کہ کسی مقابلے میں گریز کر جائے۔

اگرچہ اس موقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا لکھنا بالکل نامناسب تھا لیکن الضرورات تبیح المحظورات پر عمل کر کے چند واقعات ہم نقل کرتے ہیں جن کو امام سیوطی رحمہ نے خصائص کبریٰ میں کتب معتبرہ سے نقل کیا ہے ان سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ جو کوئی کسی مذہب یا امتحان یا الزام کی غرض سے

حضرت کے روبرو آیا اس کا جواب پورے طور سے دیا گیا کبھی ایسا نہوا کہ آپ کسی کے مقابلے سے ہٹ گئے ہوں۔

ایکبار بنی تمیم کے قبیلے کے خطیب و شاعر وغیرہ حسب عادت عرب مقابلہ کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ان کے خطیب نے خطبہ پڑھا تو حضرت نے ثابت بن قیس کو حکم فرمایا کہ خطبہ پڑھیں اور جب اُن کے شاعر نے اشعار پڑھے تو حضرت نے حسان بن ثابت سے جواب دینے کو کہا چنانچہ فی البدیہہ انہوں نے اسی بحر و قافیہ میں جواب دیا۔ غرضکہ حضرت کی تائید باطنی سے اسلامی خطیب و شاعر نے ایسے دنداں شکن جواب دئے کہ مخالفین بھی مان گئے اور بے اختیار کہ اُٹھے کہ انکو غیبی تائید ہے۔

اُبی بن خلف جو ایک مشہور جوانمرد شخص تھا بڑی تیاری سے غزوۂ احد میں خاص اس غرض سے آیا تھا کہ فقط حضرت ہی سے مقابلہ کرے حضرت یہ سن چکے تھے جب وہ معرکے میں گھوڑے کو دوڑا کر حضرت کے قریب پہنچ گیا صحابہ نے چاہا کہ حائل ہوں حضرت اُن کو ہٹا کر خود آگے بڑھے اور ایک نیزہ اسکو ایسا مارا کہ جس سے وہ واصل جہنم ہوگیا۔

رکانہ نام ایک پہلوان نہایت قوی اور زوردار تھا جس سے تمام عرب ڈرتے تھے اُس نے حضرت سے کشتی کی درخواست کی اور یہ شرط ٹھیرائی کہ اگر آپ غالب ہو جائیں تو دس بکریاں لا دونگا۔ حضرت نے تین بار اسکو پچھاڑا ہر بار وہ یہی کہتا کہ لات و عزیٰ نے میری مدد نہیں کی اور آپ کے معبود نے آپ کی مدد کی۔ جب وہ حسب وعدہ بکریاں دینا چاہا آپ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں اسلام قبول کر

اس نے کہا کہ فلاں درخت آپ کے بلانے پر آجائے تو میں اسلام قبول کرونگا چنانچہ آپ کے اشارے پر وہ درخت زمین چیرتا فوراً دوڑ کر آ کھڑا ہوا اور واپسی کے حکم پر اپنے مقام پر چلا گیا۔

عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو کسی قبیلے کے سردار اور جوانمرد لوگ تھے یہ مشورہ کر کے حضرت کے پاس آئے کہ عامر حضرت کو باتوں میں مشغول کرے اور اربد قتل کر ڈالے چنانچہ عامر نے تخلیہ کے بہانے سے حضرت کو علحدہ لیجا کر باتوں میں مشغول کیا اور اربد نے چاہا کہ تلوار کھینچے اسکا ہاتھ خشک ہو گیا پھر وہ دونوں چلے گئے اور راہ ہی قریب میں اربد پر بجلی گری اور عامر کے حلق میں غدود پیدا ہوا غرض تھوڑے عرصے میں دونوں فی النار ہو گئے۔ یہ باطنی مقابلہ تھا۔

ایکبار ابو جہل وغیرہ کفار حضرت کے قتل کے ارادے سے آئے آپ اس وقت نماز میں مشغول اور قرآن باواز بلند پڑھ رہے تھے ہر شخص آواز کی طرف قصد کرتا مگر یہ معلوم ہوتا کہ آواز اپنے پیچھے کی جانب ہے فوراً مڑجاتا جب بھی آواز پیچھے ہی معلوم ہوتی۔ غرض ہر شخص نے بہت کوشش کی کہ آواز کے مقابل ہو کر ہاتھ چلائے مگر وہ موقع کسی کے ہاتھ نہ آیا آخر مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ بہرحال کفار کا غلبہ نہ ہو سکا۔

ایکبار کفار اذیت رسانی کی غرض سے حضرت کے پاس آئے جب قریب پہنچے تو سب کے ہاتھ بغیر رسی کے گردنوں پر بندھ گئے۔

نضر بن حارث نے حضرت کو کسی جنگل میں تنہا پا کر چاہا کہ حملہ کرے فوراً چند شیر نمودار ہو گئے جن سے ڈر کر بھاگ گیا۔

ایک روز کفار نے حضرت پر حملہ کرنا چاہا غیب سے ایسی سخت ہیبت ناک آواز آئی کہ سب بیہوش ہو گئے اور اتنی دیر پڑے رہے کہ حضرت باطمینان نماز سے

فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں غرض کہ احادیث متعددہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ہر موقع میں حق تعالے نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید غیب سے فرمائی اور حضرت کو اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی بخلاف اس کے مرزا صاحب کے یہاں معاملہ بالعکس ہے کہ مخالفین کو وہ اعتراض کے مواقع غیبی تائید سے ہاتھ آجاتے ہیں جن کے جواب میں مرزا صاحب کا دماغ یاری نہیں دیتا آخر زبان سے کام لینے لگتے ہیں اور ایسے مغلظات سناتے ہیں کہ الامان۔ یہ امر بعید نہیں کہ آدمی گالیاں اسی وقت دیتا ہے جب جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے اذا یئس الانسان طال لسانہ۔

مرزا صاحب کی پیشینگوئیوں کا حال معلوم ہوا کہ کس قدر تدابیر اُن میں عمل میں لائی گئیں۔ باوجود اس کے ان کو وہ ثابت بھی نہیں کر سکتے چنانچہ الہامات مرزا کے عنوان پر لکھا ہے کہ اس رسالے میں مرزا صاحب قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کر کے ان کو محض غلط ثابت کیا گیا ہے اُس کے جواب کیلئے طبع اول پر مرزا صاحب کو مبلغ پانسو روپیہ انعام تھا طبع ثانی پر ہزار کیا گیا اب طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال تک جواب دیں تو انعام مذکور ان کے پیش کش کیا جائیگا وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ انتہٰے۔ واضح رہے کہ رسالہ مذکورہ میں وہی الہامات ہیں جو پیشگوئیوں سے متعلق ہیں جن کے اثبات پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے بار بار انعام کا وعدہ کیا مگر مرزا صاحب ثابت نہ کر سکے جس سے ظاہر ہے کہ وہ الہامی پیشگوئیاں صرف دعوے ہی دعوے تھیں وقوع ایک کا بھی نہیں ہوا

اب چند وہ پیشین گوئیاں بھی دیکھ لیجئے جو مناسب حال انبیا ہیں۔
خصائص کبرےٰ میں امام سیوطی رح نے معتبر حدیثوں کی کتابوں سے جو روایتیں نقل کی ہیں اختصار کیلئے ان کا ماحصل یہاں لکھا جاتا ہے۔
بدر کے روز حضرت نے سرداران قریش کے گرنے کی جگہ بتلا دی تھی جب دیکھا گیا تو ہر شخص کی لاش وہیں پڑی تھی جہاں اُس کے گرنے کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔
عتبہ بن ابی وقاص کی نسبت فرمایا کہ وہ ایک برس کے اندر کفر پر مریگا ایسا ہی ہوا۔
غزوہ احزاب میں تقریباً تمام ملک عرب کے قبائل نے مدینۂ منورہ پر چڑھائی کی حضرت نے فرمایا کہ ایک ایسی ہوا چلیگی کہ وہ سب پریشان ہو کر بھاگ جائینگے ایسا ہی ہوا کہ ایسی سخت ہوا چلی کہ اُنکے خیمے اُڑ گئے گھوڑے زمین میں دھس گئے اور اس بدحواسی سے بھاگے کہ کسیکو کسیکی خبر نہ تھی۔
حضرت نے ابن نبیح کو قتل کرنے کے لئے عبداللہ ابن انیس سے فرمایا وہ اسکو پہچانتے نہ تھے اسلئے نشانی پوچھی فرمایا کہ جب تم اسکو دیکھوگے ہیبت اور خوف سے تمہارے جسم پر بال کھڑے ہو جائیں گے وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر کسی کا خوف کبھی غالب نہیں ہوتا تھا مگر اسکو دیکھتے ہی تھوڑی دیر وہ حالت طاری رہی جو حضرت نے فرمایا تھا میں پہچان کر اسکو قتل کر ڈالا۔
عبدالرحمن بن عوف رض کو کچھ لشکر کے ساتھ آپ نے دومۃ الجندل کو روانہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے ہاتھ پر وہ ملک فتح ہوگا وہاں کے بادشاہ کی لڑکی کو تم نکاح کر لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
خالد بن ولید اسلام لانے کے لئے جب مدینے کی طرف روانہ

ہوئے حضرت نے اُن کے آنے کے پہلے ہی خبر دیدی کہ وہ آرہے ہیں ۔

عامر ایک رات اشعار پڑھتے جارہے تھے حضرت نے پوچھا یہ کون ہیں کسی نے کہا عامر ہیں فرمایا اللہ عامر پر رحم کرے ۔ یہ سنتے ہی بعض صحابہ نے مطلب حضرت کا سمجھکر عرض کیا کہ اور چندروز ان سے ہمیں فائدہ اٹھانے کیوں نہ دیا یا رسول اللہ غرض اُسی سفر میں وہ شہید ہو گئے ۔

حضرت نے پہلے ہی خبر دی تھی کہ روم اور فارس اور یمن مفتوح ہونگے اور یہ خبر اس وقت دی تھی کہ سوائے حضرت خدیجہؓ کبریٰ کے اور علی کرم اللہ وجہہ اور ابوبکر صدیقؓ کے کوئی حضرت کا رفیق اور غمخوار نہ تھا ۔

ایک بار حضرت نے خالد بن ولید سے فرمایا کہ چارسو بیس سوار لیکر جاؤ اور اکیدر دومۃ الجندل کو گرفتار کر کے لے آؤ انہوں نے عرض کیا ایسے بڑے شخص کا مقابلہ اتنے لوگ کیونکر کرینگے فرمایا وہ شکار کو نکلیگا اس وقت اُسکو گرفتار کرلینا جب وہ وہاں پہنچے گاؤ وحشی اس کے قلعہ کے نیچے آیا جسکو دیکھکر وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے قصد سے اترا اور گرفتار کر لیا گیا ۔

ایک سفر میں تمام لشکر پیاسا ہو گیا اور پانی نہ تھا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اس طرف جاؤ فلاں مقام میں ایک عورت ملیگی جو پانی اونٹ پر لیجارہی ہے اسکو لے آؤ وہ روانہ ہوئے اسی مقام میں وہ عورت ملی اسکو لے آئے اور اُس پانی سے تمام لشکر سیراب ہوا اور وہ کم نہ ہوا اس معجزے سے اس عورت کا کل قبیلہ مسلمان ہوگیا غزوہ موتہ کیلئے جو لشکر روانہ کیا گیا تھا اُسپر حضرت نے زید بن حارثہؓ کو امیر بنا کر فرمایا

کہ اگر وہ شہید ہوں تو جعفر ابن ابی طالب امیر بنائے جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہوں تو
عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان مختار ہیں جسکو چاہیں
امیر قرار دیں۔ وہاں ایک یہود کا عالم بھی موجود تھا حضرت کا ارشاد سنکر کہا کہ اگر آپ
نبی ہیں تو یہ لوگ ضرور قتل ہونگے۔ پھر جس روز وہاں معرکۂ جنگ تھا حضرت صحابہ کو
برابر خبر دیرہے تھے کہ زید نے رایت لیا ہر چند شیطان نے اُن کے دل میں وسوسے
ڈالے مگر انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور شہید ہوگئے پھر فرمایا کہ جعفر نے رایت لیا ان کے بھی
دل میں شیطان نے وسوسے ڈالے مگر انہوں نے بھی کچھ التفات نکیا اور شہید ہوگئے
پھر فرمایا عبداللہ نے رایت لیا اور وہ بھی شہید ہوگئے پھر خالد بن ولید نے خود مختاری سے
رایت لیا یہ کہکر حضرت نے دعا کی الٰہی وہ تیری ایک تلوار ہے تو ہی اسکو مدد دیگا۔
اُسی روز سے اُنکا نام سیف اللہ قرار پایا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ مغیبات
پر حضرت کو ایسی اطلاع ہوتی تھی کہ خواہ وہ ماضی ہوں یا مستقبل پیش نظر ہو جاتے
تھے۔

کسی سفر میں حضرت کی ناقہ گم ہوگئی لوگ اسکی تلاش میں پھر رہے تھے ایک منافق
نے کسی مجلس میں کہا کہ خدا اُن کو ناقہ کا پتا کیوں نہیں دیتا یہ کہکر حضرت کی مجلس
میں آگیا حضرت نے فرمایا ایک منافق کہتا ہے خدا ناقے کا پتا نہیں دیتا جاؤ فلاں مقام
میں وہ ہے اسکی مہار کسی درخت میں اٹک گئی ہے غرض اُسکو وہاں سے لے آئے
اور وہ منافق مسلمان ہوگیا۔

جویریہؓ کا باپ اپنی لڑکی کے فدیہ کے واسطے چند اونٹ لیکر چلا رستے
میں اچھے دو اونٹ کسی پہاڑ میں چھپادے جب باقی اونٹ پیش کئے تو فرمایا وہ

دو اونٹ کہاں ہیں جو فلاں مقام میں چھپا دئے گئے ہیں یہ سنکر وہ مسلمان ہو گیا۔
جب ستر صحابہ بیر معونہ پر شہید ہوئے اسیوقت حضرت نے ان کی شہادت کی خبر دی
شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ جب مکہ کو فتح کر کے حضرت نے حنین کا ارادہ کیا تو میں بھی
اس غرض سے حضرت کے ساتھ ہو لیا کہ جب لڑائی کی گڑبڑ ہو گی تو دھوکا دیکر حضرت کو قتل
کرنے کا کوئی موقع مل جائیگا جس سے اپنی بڑی نام آوری ہو گی جب معرکۂ کارزار گرم ہوا
اور حضرت دلدل سے اترے تو میں تلوار کھینچکر حضرت کے قریب پہنچا ہی چاہتا تھا کہ ایک
برق سا آگ کا شعلہ سامنے آگیا جس سے میری آنکھیں جھپک گئیں اور ساتھ ہی حضرت
میری طرف متوجہ ہو کر فرمائے کہ اے شیبہ میرے نزدیک آجاؤ میں اور نزدیک ہوا
حضرت نے دست مبارک میرے سینے پر پھیر کر فرمایا اللہم اسکو شیطان سے پناہ
دے وہ کہتے ہیں کہ اقسام کے برے خیال میرے دل میں جمے ہوئے تھے مگر
دست مبارک کی برکت سے فوراً وہ سب دفع ہو گئے اور حضرت کی ایسی محبت دل میں
پیدا ہو گئی کہ حضرت کے آگے آگے کفار کو قتل کرتا جاتا تھا بخدا اگر اسوقت میرا باپ
میرے سامنے آتا تو اسکو بھی مار ڈالتا پھر فتح کے بعد جب حضرت خیمۂ مبارک میں
تشریف فرما ہوئے تو میرا ایک ایک خیال مجھ سے بیان فرمایا جس سے میں نے
مغفرت چاہی اور حضرت نے غفر اللہ لک فرمایا انتہےٰ ملخصاً۔

اب اہل انصاف ان احادیث میں جو بطور مشتے نمونہ از خروارے ہیں غور فرمائیں
کہ یہ پیشین گوئیاں کیسی کھلی کھلی ہیں نہ ان میں کوئی شروط بجاؤ کیلئے ہیں نہ داؤ پیچ
نہ بات بنانے کی ضرورت ہے۔ اسی قسم کی پیشین گوئیوں میں حضرت نے قیامت
تک کے واقعات بیان فرما دئے ہیں چنانچہ اس روایت سے واضح ہے جو بخاری اور

مسلم میں ہے عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام القیامۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ہولاء وانہ لیکون منہ الشی قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ انتہٰی۔ یعنی یہ صحابہ جانتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور قیامت تک جو ہونیوالا ہے سب بیان فرمادیا کسی نے اسکو یاد رکھا اور کوئی بھول گیا بعض ایسے امور کا وقوع ہوتا ہے جو خیال سے جاتے رہے ہیں مگر دیکھتے ہی اُنکا خیال آجاتا ہے کہ حضرت اس کی خبر دیچکے ہیں جیسے غائب جب سامنے آجاتا ہے تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا جاتا ہے انتہی ملخصاً کتب احادیث وتواریخ دیکھنے سے اسکا انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت نے جو پیشین گوئیاں کی ہیں ابتک اُنکا ظہور برابر ہوتا جاتا ہے چنانچہ اسی ایک پیشین گوئی کو دیکھیے جو دجالوں سے متعلق ہے عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتے یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ رواہ البخاری ومسلم۔

اور ابوداؤد وترمذی میں ہے سیکون فی امتی کذابون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اسوقت تک قائم نہوگی کہ تیس دجال جھوٹے نہ پیدا ہولیں اُن میں ہر ایک کا دعوے نبوت اور رسالت کا ہوگا یاد رکھو کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا انتہی۔ دیکھئے اس پیشگوئی کا وقوع حضرت ہی کے زمانے سے شروع ہوگیا اور بہت سے دجال ابتک نکلے جنہوں نے رسالت کا دعوے کیا اور معلوم نہیں ابھی کتنے باقی ہیں

اب مرزا صاحب جو رسالت کا دعوے کرتے ہیں اگر ان کی تصدیق کیجائے تو بخاری
اور مسلم کی احادیث کی تکذیب ہوئی جاتی ہے کیونکہ ان روایتوں میں صاف موجود ہے
کہ حضرت کے بعد جو شخص رسالت کا دعوے کرے وہ دجال ہے اب مرزا صاحب ہی
انصاف سے شرعی فیصلہ فرمائیں کہ مسلمانوں کو کسکے حق میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے
اگر یہ روایتیں صحاح کے سوا دوسری کتابوں میں ہوتیں تو یہ کہنے کا موقع مل سکتا کہ شاید
یہ وہ احادیث صحیح نہوں وہ تو بخاری اور مسلم وغیرہ میں ہیں جن کی نسبت کل اہل سنت
وجماعت کا یہ اعتقاد ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری ثم مسلم اگر تھوڑی دیر کیلئے
یہ کتابیں بے اعتبار سمجھی جائیں تو مرزا صاحب کا دعوے مسیحیت خود باطل ہوجاتا
ہے کیونکہ یہ مسئلہ عقلی تو ہے ہی نہیں کہ قیامت کے پہلے مسیح پیدا ہوگا اور نہ قرآن
میں اُس کی صراحت ہے تو ناگزیر احادیث پیش کرنیکی ضرورت ہوگی اور جب
بخاری اور مسلم قابل اعتبار نہوں تو وہ احادیث بھی موضوع اور جھوٹی سمجھی جائینگی
پھر تیس دجالوں والی حدیث قطع نظر اس کے کہ بخاری و مسلم میں ہے مرزا صاحب کے
اقرار کے موافق بھی صحیح ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں۔ جو حدیث قرآن کی تائید
میں ہو وہ صحیح ہوتی ہے۔ اب دیکھئے کہ وہ حدیث آیہ شریفہ خاتم النبیین کی تائید میں ہے
اس لئے بحسب اقرار مرزا صاحب اس زمانے میں رسالت کا دعوے کرنیوالا تیس دجالوں سے
ایک دجال ضرور سمجھا جائیگا۔ غرضکہ جسکو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہوگا
اور یہ حدیث سن لیگا کہ جو کوئی میرے بعد رسالت کا دعوے کرے وہ دجال وکذاب
ہے تو ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کو رسول کہے اور پھر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
کے امتی ہونے کا بھی دعوے کرے۔

ان پیشین گوئیوں کو دیکھئے کہ سوائے بیان واقعات کے کوئی اس قسم کی فضول بات نہیں جو مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں ہوتی ہیں کہ اگر وہ صحیح نکلیں تو آپ نے پلعنت ہے منہ کالا کیا جائے اور پھانسی دیجائے اور اشتہار پر اشتہار دیا جا رہا ہے کہ وہ صحیح نکلی وہ صحیح نکلی اور کوئی جھوٹی ثابت کردے تو لاکھ روپیہ دینگے اور چنین وچنان ہوگا پھر جھوٹ ثابت کرے تو کوئی جائے تو مغلظات سنائی جاتی ہیں اور مباحثے تک نوبت ہی نہیں پہنچتی اور ان پیشین گوئیوں کی تکذیب میں رسالہ لکھا گیا تو باوجود وعدہ انعام کے سالہا سال گذر گئے مگر جواب نہ ہوسکا۔ حالت تو یہ اور اس پر دعوی نبوت کا۔ مرزا صاحب کو تمام معجزات میں سے ایک پیشین گوئی کا ایسا نسخہ ہاتھ لگ گیا ہے کہ ہر وقت پیشین گوئی کچھ کچھ دھندا لگا رہتا ہے اور یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت معجزہ صرف پیشین گوئی کا نام نہیں۔ یہ کام کو ہر ملک کے منجم ہنود و نصاری وغیرہم بھی ہمیشہ کیا کرتے ہیں پھر جتنی پیشین گوئیاں بحسب اتفاق ان کی صحیح نکلتی ہیں۔ آپ کی صحیح نہیں نکلتیں اور اگر بالفرض اُتنی صحیح نکلیں بھی تو منجموں پر بھی فضیلت ثابت نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ نبوت۔ معجزہ تو وہ چیز ہے کہ اُس کے مقابلے میں تمام مخلوق عاجز ہوجائے نہ نجوم اُس کی ہمسری کرسکتا ہے نہ عقل وغیرہ۔

اب ہم چند معجزات یہاں بیان کرتے ہیں جن سے ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ معجزہ کیا چیز ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ نے خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک کتاب بڑی بڑی دو جلدوں میں لکھی ہے جس کا نام خصائص کبرے ہیں اُس کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت کے معجزات کی ابتدا ولادت شریف سے پہلے ہی

ہو گئی تھی اور وہ سلسلہ انتقال شریف تک برابر جاری رہا اور اہل بصیرت کے نزدیک تو وہ سلسلہ ابتک بھی منقطع نہیں ہے۔ امتحان اور درخواست کے وقت معجزے کا ظاہر ہونا تو نبوت کا لازمہ ہی ہے علاوہ اس کے جب حضرت کو عالم علوی یا سفلی میں کسی چیز کی ضرورت متعلق ہوتی تو بلا تکلف اُس میں تصرف فرماتے اس قسم کے چند واقعات ذیل میں خصائص کبریٰ سے لکھے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اسلئے احادیث کا ترجمہ لکھدیا گیا۔ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو وہ کتاب مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد سے طلب کر کے دیکھ لیں۔

جب کبھی لشکر کو پانی کی ضرورت ہوئی حضرت نے کبھی کسی ظرف میں ہاتھ رکھدیا جس سے پانی جوش مارنے لگا کبھی خشک کنوئیں میں کلی کر دی کبھی کوئی نشانی مثل تیر کے اس میں رکھوا دی کبھی ایک آدھ مشک یا ڈولچی میں برائے نام تھوڑا سا پانی منگوا لیا۔ غرض کہ جس طرح چاہا تھوڑے سے پانی کو غیبی مدد سے اتنا کثیر بنا دیا کہ ہزارہا آدمی اور جانور اُس سے سیراب ہوئے اور کبھی فوراً ابر آکر لشکر پر کافی پانی برسا دیا۔ ایک صحابی نے شکایت کی کہ اپنے کوئیں میں کھاری پانی نکلا ہے۔ حضرت نے تھوڑا پانی اُس میں ڈالنے کو دیا جس سے اسکا پانی ایسا میٹھا ہو گیا کہ ملک یمن میں اس کا نظیر نہ تھا چونکہ عرب میں پانی کی بہت قلت ہے اسلئے پانی سے متعلق بہت معجزات ہیں۔

اسی طرح کھانے میں برکت ہونیکے واقعات بھی بکثرت ہیں مثلاً کبھی ایک روٹی جو ایک آدمی کو کفایت کر سکتی تھی دست مبارک کی برکت سے اسّی شخصوں کو کافی ہوئی اور پھر بھی بچ رہی۔ کبھی ایک پیالہ دودھ ایک بڑی جماعت کیلئے کافی ہو گیا عصیدہ کی ایک صحنک سے کل مسجد شریف کے نمازی سیر ہو گئے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ چند دانے کھجور کے میرے پاس تھے حضرت نے اُنؓ ایک جماعت کثیر کی دعوت کی بعد فراغت کے جو بچ رہے میں نے اُن کو اپنے توشہ دان میں اٹھا رکھے ان میں ایسی برکت ہوئی کہ ہمیشہ کھاتا کھلاتا رہا صرف راہ خدا میں پچاس وسق دیئے جسکے سیکڑوں من ہوتے ہیں۔

بارہا حضرت کے دست مبارک میں کنکریوں سے تسبیح اور رسالت کی گواہی سنی گئی ایک لکڑی کا کھمبا تھا جسکے پاس حضرت کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے جب منبر خطبہ کیلئے تیار ہوا اور حضرت اس پر تشریف لیگئے وہ کھم بآواز بلند رونے لگا جسکو تمام حضار مجلس نے سنا پھر جب حضرت نے اسکو تسکین دی تو چپ ہوا۔ حضرت نے صحابہ سے فرمایا وہ قابل ملامت نہیں ہر چیز کا میری مفارقت میں یہی حال ہوتا ہے

ایک بار حضرت نے حضرت عباسؓ اور اُن کی اولاد کیلئے دعا کی اسوقت در و دیوار سے آمین کی آواز آرہی تھی۔

جنگ بدر اور حنین میں جب آتش قتال گرم ہوئی تو حضرت نے ایک مٹھی خاک وہیں سے اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اُس نے یہ کام کیا کہ کل کفار کی آنکھوں میں جا کر گویا ان کو اندھا بنا دیا۔

عکاشہؓ کی تلوار جنگ بدر میں ٹوٹ گئی۔ حضرت نے ایک لکڑی انکو دی وہ چمکتی ہوئی تیغ براں بن گئی جس سے بہت سارے کفار کو انہوں نے قتل کیا۔

لڑائیوں میں یہ اتفاق تو بارہا ہوا کہ کسی کی آنکھ نکل پڑی ہتیلی سے اُسکو داب دیا اور اچھی ہوگئی۔ کسی کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے یا زخمی ہوئے ان پہ ہاتھ پھیر دیا یا آب دہن لگا دیا اچھے ہوگئے۔

عمار بن یاسرؓ کو کفار نے جلانا چاہا حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا یا نار کونی برداً وسلاماً علی عمار کما کنت علی ابراہیم یعنی اے آگ عمار پر ایسی سرد ہو جا جیسے ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی چنانچہ وہ محفوظ رہے۔

اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوے کیا تھا جب صنعا پر غالب ہوا تو ذویبؓ کو اس جرم میں آگ میں ڈالدیا کہ حضرت پر ایمان لائے تھے مگر آگ کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا یہ صرف صحبت کی برکت تھی۔

اندھیری راتوں میں صحابہ حضرت کے پاس سے مکانوں کو جاتے تو کسی کی لکڑی روشن ہو جاتی۔ کسی کا کوڑا۔ کسی کی انگشت۔ کسی کیلئے آسمان سے روشنی اتر آتی پھر دو شخص متفرق ہوتے تو ہر ایک کے ساتھ روشنی علحدہ ہو جاتی۔

حضرتؐ کو جنگل میں حاجت بشری کی ضرورت ہوتی اور وہاں آسرا نہ ہوتا تو درختوں کو فرماتے کہ ملجائیں وہ ملجاتے پھر بعد فراغت ان کو اپنی اپنی جگہ جانے کا حکم فرماتے اور وہ چلے جاتے۔

بڑے بڑے سرکش اور شریر اونٹ جو کسی کو پاس آنے نہ دیتے حضرتؐ کے دیکھتے ہی سجدے میں گر جاتے اور حضرت جو کچھ فرماتے اُسکی تعمیل کرتے۔ اکثر اونٹ حضرت کی خدمت میں آکر اپنے مالکوں کی شکایت کرتے اور حضرت رفع شکایت فرما دیتے نافعؓ کہتے ہیں کہ حضرت ایک ایسے مقام پر اترے جہاں پانی نہ تھا لوگ پریشان تھے کہ یکایک ایک بکری حضرت کے پاس آگئی جس کے دودھ سے تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

بارہا یہ اتفاق ہوا کہ دُبلی دُبلی اونٹنیاں اور بکریاں جن میں نام کو دودھ نہ تھا حضرتؐ کا دست مبارک لگتے ہی دودھ دینے لگیں۔

سفینہؓ کہتے ہیں کہ میں کسی جنگل میں بھٹک کر رستے سے دور جا پڑا تھا ناگہاں ایک شیر مقابل ہوگیا میں نے کہا اے شیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں یہ سنتے ہی وہ دُم ہلانے لگا اور میرے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ مجھے رستے پر پہنچا کر چلا گیا۔ یہ صرف غلامی کا اثر تھا۔

جابرؓ نے اپنی پلی ہوئی بکری ذبح کر کے حضرت کی دعوت کی تناول طعام کے بعد آپ نے اسکی ہڈیوں کو جمع کروا کے ان پر اپنا دست مبارک رکھکر کچھ فرمایا فوراً وہ بکری زندہ ہوگئی۔

ایک عورت نے حضرت کی خدمت میں اپنا لڑکا لا کر کہا کہ جب سے یہ پیدا ہوا ہے کبھی بات نہیں کیا حضرت نے اُس لڑکے سے فرمایا کہ میں کون ہوں اُس نے جواب دیا انت رسول اللہ۔

ایک شخص اپنے مجنون لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لایا آپ نے دست مبارک اُس کے چہرے پر پھیرا اور دعا کی فوراً اُس کا جنون جاتا رہا اور دوسروں سے زیادہ عقلمند ہوگیا۔

کسی مقام میں حضرت تشریف لیجا رہے تھے صحابہ پر اسباب کا اٹھانا بار ہوگیا حضرت نے ایک شخص سے کہا تم اٹھالو انہوں نے بہت سا سامان اٹھانے کیلئے جمع کیا حضرت نے فرمایا تم تو سفینہ یعنی کشتی ہو اُس روز سے انکا نام سفینہ ہوگیا وہ کہتے ہیں کہ اُس کے بعد مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہوگئی کہ چھ سات اونٹ کا بوجھ اُٹھا لیتا ہوں اور کچھ بار نہیں ہوتا۔

حکم بن العاص نے مسخرگی سے حضرت کو چڑھایا فرمایا ایسا ہی رہ مرتے تک

اسکا چہرہ ویسے ہی بگڑا رہا۔

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت کی خدمت میں مشغول تھے اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے حضرت نے آفتاب سے ٹھیرے رہنے کیلئے فرمایا تو وہ ایک ساعت تک اور ٹھیرا رہا جس سے انہوں نے باطمینان نماز عصر ادا کی۔ اور معجزۂ وشق القمر تو اظہر من الشمس ہے۔

روایات مذکورہ اور ان کے سوا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات عناصر جمادات نباتات حیوانات سے لیکر اجرام سماویہ تک نافذ تھے اور یہ شرط نہ تھی کہ معجزات صرف مخالفین کے ایمان لانیکی غرض سے دکھلائے جائیں بلکہ جب حضرت کو کوئی ضرورت پیش آتی اور تصرف کرنا منظور ہوتا تو بلا تکلف تصرف فرماتے باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ خدائے تعالے نے اپنی خاص کن فیکون کی صفت مجھے دی ہے۔ اب مرزا صاحب کو دیکھئے کہ نبوت کے دعوے کے سوا یہ بھی دعوے ہے کہ جب چاہتے ہیں حق تعالے سے باتیں کر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کے سامنے ایسے طور پر آتا ہے کہ منہ سے پردہ بھی گرا دیتا ہے اور یہ بھی دعوے ہے کہ خاص صفت کن فیکون انکو عطا ہوئی ہے باوجود اسکے اسوقت تک ایک معجزہ بھی نہیں دکھلایا ازالۃ الاوہام

صفحہ (۷۰۰) میں لکھتے ہیں کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ کہا تھا کہ آسمانی نشان کی اپنی طرف سے کوئی تعیین ضروری نہیں بلکہ جو امر انسانی طاقتوں سے بالاتر ثابت ہو خواہ وہ کوئی امر ہو اسی کو آسمانی نشان سمجھ لینا چاہئیے انتہے۔ معلوم نہیں تعیین معجزات سے مرزا صاحب کیوں گھبراتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ انکو خدا پر بھروسہ نہیں اگر ذرا بھی تقرب

ہوتا تو خدا سے پوچھکر دعوے سے کہتے کہ تم جو چاہو میں باذن خالق کر سکتا ہوں اور جب
کن فیکون مل چکا ہے تو پوچھنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مگر یاد رہے کہ دراصل کچھ بھی نہیں
سب ابلہ فریبیاں ہیں اور چند پیشین گوئیاں جو برائے نام بیان کیجاتی ہیں اُن میں بھی ایسی
بدنما تدابیر سے کام لیا کہ کوئی عاقل اور متدین ان کو پسند نہ کریگا ہر طرف سے شور مچا
ہے کہ کوئی پیشین گوئی صحیح نہیں نکلی۔ اور آپ تاویل پر تاویل جمائے جاتے ہیں کہ فلاں
پیشین گوئی میں فلاں لفظ کے یہ معنی تھے اور اس میں فلاں شرط لگی ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ
حیرت ہے کہ جب خدا تعالے سے اتنا تقرب حاصل ہے کہ جب چاہتے ہیں بلا حجاب
بات کر لیتے ہیں تو کبھی تو اُس سے کہا ہوتا کہ حضرت معجزات تو درکنار جو تدبیریں کرتا ہوں ان سے
اور زیادہ رسوائی ہوتی جاتی ہے اور علاوہ اس کے صفت کن فیکون عطا ہونے سے
تو بدنامی اور بھی دوبالا ہوگئی اور اس سے اتنا بھی کام نہ نکلا کہ مخالفوں کو ساکت کر دوں
اگر اسی کا نام کن فیکون ہے تو وہ آپ ہی کو مبارک مجھے اسوقت صرف ایک بات کی
ضرورت ہے کہ کوئی ایسی بات مجھ سے دعوے سے ظہور میں آجائے کہ کسی کو اُس میں
کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ اگر سحر کا الزام لگے تو قبول ہے۔ مگر مکاری اور دجالی سے
تو نجات حاصل ہو۔

الحاصل نبوت کی علامت معجزہ ہے اور اسی کی تصدیق کیلئے پیشین گوئیوں کی
فکر کی گئی مگر صحیح نہ نکلنے سے ثابت ہوگیا کہ خدائے تعالے کے ساتھ ان کو کوئی خاص
قسم کا غیر معمولی سچا تعلق نہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ عیسے موعود نہیں ہو سکتے یہانتک
ان کے دعووں کا بیان تھا جو اپنی عیسویت پر انہوں نے پیش کیا ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی چند تحقیقات بطور مشتے نمونہ از خروارے

پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے اُن کی جرأت انبیا کی خلاف بیانی کلام میں تعارض کسیقدر
معلوم ہو جائے - تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی مسلمان کسی ایسے زمانے سے
کہ جب سے بہت سے عیسائی دین اسلام میں داخل ہوئے ہونگے اور کچھ کچھ حضرت مسیح کی نسبت
اپنے مشرکانہ خیال ساتھ لائے ہونگے اس بیجا عظمت دینے کے عادی ہو گئے ہونگے انتہی
کذا فی ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۵۲) مشرکانہ خیالات سے مراد عیسے علیہ السلام کی زندگی ہے
جو صحیح صحیح احادیث سے ثابت اور جن کی ابتدا اصحابہ ہی کے زمانے سے ہو چکی ہے
اور لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال وغیرہ
کی حقیقت مو بمو منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۹۱)
یہ الزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجہ سے لگایا جا رہا ہے کہ احادیث نبویہ مسلمانوں کو
مرزا صاحب پر ایمان لانے سے روک رہی ہیں -
درازی ایام زمانۂ دجال میں ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس کی نسبت لکھتے
ہیں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ایسے امور میں جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے
اور نہ ان کے جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیا سے بھی اجتہاد کے وقت امکان
سہو و خطا ہے ازالہ صفحہ (۶۸۷) مطلب یہ ہوا کہ افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس باب میں خطا کی ہے جس پر مرزا صاحب مطلع ہوئے نعوذ باللہ من ذلک
اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ جب تک خدائے تعالٰے نے خاص طور پر تمام مراتب
کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اسکی کسی شق خاص کا کبھی دعوے
نہ کیا ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۰۶) دیکھئے دونوں بیانوں میں کس قدر تعارض ہے - خود غرضی
کی کچھ انتہا بھی ہے جہاں کسی پیشگوئی سے نفع اٹھانا مقصود ہوا تو تعریف کر دی اور

جو صراحتاً مخالف ہوئی کہدیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خطا کی معاذ اللہ لکھتے ہیں

کہ خدا نے مجھے بھیجا اور میرے پر خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے
ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۶۱) مسیلمہ کذاب سے لیکر آجتک جتنے جھوٹے نبی گذرے ہیں سب کا یہی دعویٰ
تھا کہ خدا نے ہمکو بھیجا مگر خاتم النبیین پر ایمان لانے والے ایسے نبیوں پر کب ایمان لا سکتے
ہیں۔ مرزا صاحب کو تو الہام کا دعوے ہی دعوے ہے اسحق اخرس نے تو اسکو مدلل
بھی کر دکھایا کتاب المختار میں علامہ جوبری نے لکھا ہے کہ یہ شخص مغربی تھا تمام آسمانی کتابیں
پڑھ کر اصفہان کے مدرسے میں آیا اور دس برس تک خاموش رہا یہانتک کہ گونگا
مشہور ہو گیا ایک رات اُٹھکر اہل مدرسہ کو جمع کر کے کہا کہ آج دو فرشتے میرے
آئے اور مجھکو جگا کر میرے مُنہ میں ایک ایسی چیز ڈالی جو شہد سے زیادہ شیریں
اور برف سے زیادہ سرد تھی پھر مجھے نبوت دی۔ ہر چند میں کہتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور معجزہ یہ دیا کہ باوجود گونگا ہونے کے میں فصیح
ہو گیا پھر مجھے اُنہوں نے قرآن۔ توریت۔ انجیل اور زبور پڑھنے کو کہا۔ میں نے فوراً
تمام کتابیں اُن کو سنادیں اور وہ مجھے یاد ہو گئیں۔ چنانچہ اب بھی پڑھ سکتا ہوں
اب جو شخص خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجھ پر ایمان لائے اُسکو تو نجات ہے
اور جو کوئی عذر کرے یاد رکھو کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہیں لایا غرضکہ
یہ سنکر لاکھوں آدمی اس کے تابع ہو گئے اور اصفہان سے بصرہ اور عمان تک
وہ قابض ہو گیا۔ چنانچہ اب تک اُس کے اتباع موجود ہیں۔ غرضکہ جھوٹوں کی عادت
ہے کہ الہاموں کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔

اور لکھتے ہیں کہ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کر دوگے اور عیسائیوں کے

دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن سمجھ لو کہ عیسائی مذہب آج دنیا سے رخصت ہو گیا یقیناً سمجھ لو کہ جب تک انکا خدا فوت نہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا ازالہ صفحہ (۵۶۱) ابلہ فریبیوں کی کچھ انتہا ہے۔ مرزا صاحب یہ تدبیر اس غرض سے بتا رہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کی زبانوں سے عیسے علیہ السلام کی موت نکل آئے تو اسکے ساتھ ہی فرمائینگے کہ لیجئے وہ تو مر گئے اور احادیث سے عیسے کا آنا ثابت ہے اب مجھی کو عیسے سمجھلو۔ مرزا صاحب پچیس تیس برس سے یہی کہ رہے ہیں کہ عیسے مر گیا مر گیا اور ان کے ساتھ بقول ان کے لاکھ آدمی یہی کہ رہے ہیں مگر ابتک عیسائیونکا مذہب فوت ہونا تو کیا اسکو جنبش تک نہوئی۔ بلکہ عیسائی ہنستے ہیں کہ یہ بیوقوف کیسے ہیں ہمارے رد کے ضمن میں اپنے دین کو بھی رد کر رہے ہیں۔ انہیں کے اقرار سے ان کے دین کی کتابیں بے اعتبار ہو رہی ہیں۔ پھر جس دین کا مدار ایسی ساقط الاعتبار کتابوں پر ہو تو اس کے بے بنیاد ہونے میں کیا تامل ہے۔

عیسائی تو خود ہی قائل ہیں کہ عیسے فوت ہو کر کفارہ ہو گئے جسکی تصدیق مرزا صاحب بھی کر رہے ہیں اور ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کہ بیشک وہ فوت ہو گئے اور سولی پر بھی چڑھائے گئے جسکی نفی خدائے تعالے فرماتا ہے قولہ تعالے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ۔ پھر جب عیسائی خود ان کے فوت ہونے کے معترف ہیں تو وہ ان کے دلوں میں نقش ہونیمیں کیا تامل رہا بعد موت انکا زندہ ہونا سو وہ آیہ شریفہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے استدلال کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں باوجود مخالفت قرآن وحدیث کے جسکے مرتکب مرزا صاحب ہیں اس طریقے سے عیسائیونکا مقابلہ ہو نہیں سکتا۔ مرزا صاحب کو عیسائیوں کے رو سے کوئی تعلق نہیں انکو عیسیٰ کی

موت سے صرف اسی قدر نفع حاصل کرنا ہے کہ دو دجالوں سے بچیں۔ لکھتے ہیں کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی دو کب تک اسکو حی لایموت کہتے جاؤ گے کچھ انتہا بھی ہے ازالہ صفحہ ۹۹۔ ان کو حی لایموت تو کسی نے بھی نہیں کہا صرف انتظار اسکا ہے کہ کہیں تیس دجالوں کا دورہ جلد ختم ہو جائے اور اصلی دجال نکل آئے۔ اس کے بعد وہ تشریف لائینگے اور اسکو قتل کرکے خود بھی مر جائینگے۔ اگر انیس سو سال (۱۹۰۰) ہی کی حیات پر مرزا صاحب حی لایموت کا اطلاق کرتے ہیں تو ملائکہ کیلئے کونسا لفظ تجویز کرینگے وہ تو لاکھوں سال سے زندہ ہیں۔ بہرحال حی لایموت کا لفظ جاہلوں کو دھوکا دینے کے لئے اس مقام میں مرزا صاحب نے چسپاں کر دیا۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ عیسے علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ موجود رہنا اور قیامت کے قریب زمین پر اترنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو کہتے ہیں کہ راویوں کا تزکیہ نفس اور طہارت ثابت نہیں اور اُن کی راست بازی اور خدا ترسی اور دیانت یا انکشاف تام ثابت نہیں کیوں جائز نہیں کہ اُنہوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو ازالہ صفحہ ۵۴۲۔ اور نیز لکھتے ہیں کہ احادیث تو انسان کے دخل سے بھری ہوئی ہیں حدیثوں میں ضعف کے وجوہات اسقدر ہیں کہ ایک آدمی اُدھر نظر ڈالکر ہمیشہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ انکو تقویت دینے کیلئے کم سے کم نص قرآنی کا کوئی اشارہ ہو ازالہ صفحہ (۵۲۹)۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں وان الظن لایغنی من الحق شیئاً ازالہ صفحہ (۴۵۶) ماحصل ان تحریرات کا یہ ہوا کہ صحابہ اور راویوں نے عمداً یا سہواً احادیث حیات و نزول عیسے علیہ السلام میں غلطی کی ہے اور احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہونگی جس سے کوئی حق بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ پھر جب بیچ یوں نے

اسی قسم کی تقریروں سے نزول عیسے علیہ السلام کی حدیثوں کو غلط ٹھیرا کر مرزا صاحب کے دعووں کو فضول اور بے بنیاد ثابت کیا تو لکھتے ہیں کہ گو اجمالی طور پر قرآن اکمل و اتم کتاب ہے مگر ایک حصہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا احادیث ہی سے ہم نے لیا ہے ازالہ صفحہ (۵۵۶)۔ اور لکھتے ہیں مسیح ابن مریم کی پیشگوئی ایک اول درجے کی پیشگوئی ہے جسکو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اسکے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے انجیل بھی اسکی مصدق ہے اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیر دینا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جنکو خدا نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اسکو محال اور ممتنعات میں داخل کرتے ہیں ازالہ صفحہ (۵۵۷) اور لکھتے ہیں کہ سلف خلف کیلئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنیوالی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں ازالہ صفحہ ۳۷۵ دیکھئے ابھی سب راوی بے اعتبار اور حدیثیں بیکار ہو گئی تھیں اور ابھی انکی کایا پلٹ ہو گئی اور انہیں پر دین کا مدار ٹھیر گیا۔ کیا اس قسم کی کارروائیوں سے عقلا کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرزا صاحب کو قرآن و حدیث سے اسی قدر تعلق ہے کہ اپنا مطلب حاصل کریں اور جہاں مطلب برآری میں رکاوٹ ہوئی انہوں نے اُن پر وار کر دیا۔

مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے کہ عیسے علیہ السلام دمشق میں اتر ینگے

اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے
لکھی ہے جسکو ضعیف سمجھکر رئیس المحدثین محمد اسمعیل بخاری نے چھوڑ دیا (صفحہ ۲۲۰)۔
اور دوسری جگہ کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح
ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارے کے پاس اتریگا۔ ازالہ صفحہ ۲۲۱
اب دیکھئے کہ مسلم کی حدیث پر تو یہ جرح ہو گئی ہے اور گلاب شاہ مجذوب
کی حدیث پر وہ وثوق کہ معرکۂ استدلال میں نہایت جرأت کے ساتھ پیش کیجاتی
ہے جسکا حال معلوم ہوگا اور رسالہ نشان آسمانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ماسوا اس کے
یعنی (گلاب شاہ کے) ایک اور پیشگوئی ہے جو ایک مرد باخدا نعمت اللہ نے
جو ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونیکا شہرہ رکھتا ہے اپنے ایک
قصیدے میں لکھی ہے اور یہ بزرگ سات سو انچاس (۷۴۹) برس پہلے ہمارے زمانے
سے گذر چکے ہیں وہ پیشین گوئی یہ ہے۔

نام آں نامدار می بینم		ا ح م و د ال میخوانم	

یہ قصیدہ نہ بخاری میں ہے نہ اُس کی کوئی ضعیف سے ضعیف سند ملسکتی ہے جو
مصنف تک پہنچے مگر اس پر اتنا وثوق ہے کہ مسلم شریف کی حدیث پر نہیں۔
اور فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لم نجعل لہ من قبل
سمیا یعنی یحییٰ سے پہلے ہمنے کوئی اسکا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جسکو باعتبار ان صفات
کے یحییٰ کہا جائے یہ آیت ہماری تصدیق کے بیان کیلئے اشارۃ النص ہے
کیونکہ خدائے تعالےٰ نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں
لگائی تا معلوم ہو کہ بعد میں بنی اسرائیلی نبیوں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جنکا

نام خدائے تعالےٰ کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیوں کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہیں
یعنی جو مثیل موسےٰ ہے اُس کا نام موسےٰ ہوگا اور جو مثیل عیسےٰ ہے اُسکا نام عیسےٰ ہوگا
اور خدائے تعالےٰ نے اس آیت میں سمی کہا مثیل نہیں کہا تا معلوم ہو کہ اللہ کا منشا یہ ہے
کہ جو شخص کسی بنی اسرائیلی نبی کا مثیل بنکر آئیگا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائیگا
بلکہ بوجہ انطباق کلی اسی نام سے پکارا جائیگا جس نبی کا وہ مثیل بنکر آئے گا ازالہ صفحہ ۵۳۹

مطلب اس کا یہ ہوا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو کوئی مثیل عیسےٰ نہ پکارے بلکہ عیسےٰ پکارے کیونکہ خدائے تعالےٰ نے یحییٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہے کہ انکا کوئی ہمنام نہیں یعنی مثیل۔ پوری آیہ شریفہ یہ ہے یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا یعنی جب زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما تو ارشاد ہوا کہ اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہمنے یحییٰ رکھا اسکے پہلے ہمنے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس نام کا کوئی اور شخص پہلے نہیں گذرا کیونکہ اسمہ کے بعد لفظ سمیا صاف کہہ رہا ہے کہ اُن کا ہمنام کوئی بشر نہ تھا اور اگر سمی کے معنی مثیل بھی لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ اُن کے پہلے اُنکا مثیل نہ تھا اور اگر مفہوم مخالف بھی لیا جائے تو اسی قدر معلوم ہوگا کہ اُن کے بعد ان کا ہمنام یا مثیل ہوگا مرزا صاحب نے اس سے یہ نکالا کہ عیسےٰ علیہ السلام کا بھی مثیل ہوگا لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ مفہوم مخالف سے اگر دروازہ کھلا تو یحییٰ کے مثیل کا کھلا عیسےٰ کا مثیل اُس سے کیسے نکل آیا پھر اُس حالت میں یحییٰ علیہ السلام کی نبوت کا ذکر ہی کب ہے جس سے خیال کیا جائے کہ انکا سا کوئی نبی اُن کے بعد ہوگا بلکہ عیسےٰ کا بھی

مثیل ہوگا۔

دیکھئے یہاں تو اس قدر توسیع ہو رہی ہے کہ مسمی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں یعنی مثیل اور عیسیٰ کا مثیل پیشتر نہونے سے مطلب یہ کہ آئندہ ضرور ہوگا اور اس کا مطلب یہ کہ عیسیٰ کا بھی مثیل ہوگا اور مثیل ہی نہیں بلکہ مسمی بھی ہوگا جس سے ثابت ہوگیا کہ خود عیسیٰ ہیں یہ سب من قبل سمیا سے نکلا یہ سلسلہ ایسا ہوا جیسا کہ ایک نقل مشہور ہے کہ ایک صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپکا کیا نام ہے اس نے کہا مجھے حاجی کہتے ہیں کہا تم کتے ہو اسلئے کہ حاجی اور چاچی کی ایک شکل ہے اور چاچی کمان ہوتی ہے اور کمان اور گمان کی ایک شکل ہے اور گمان شک کی معنے میں مستعمل ہے اور شک اور سگ کی ایک شکل ہے اور سگ کتے کو کہتے ہیں۔

غرض کہ چند وسائط سے اپنا مطلب ثابت کر دیا۔ الغرض من قبل سمیا میں اس قدر توسیع کی کہ کئی واسطوں کے بعد مطلب نکل آیا اور آیہ شریفہ انی متوفیک ورافعک میں اس وجہ سے کہ اپنا مقصود فوت ہوتا ہے اس قدر تنگی اور تشدد کیا کہ گو توفی کے حقیقی معنی نیند کے ہوں جیسا کہ آیہ شریفہ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ سے ظاہر ہے مگر مشہور معنی یعنی موت ہی لئے جائیں اور ترتیب لفظی جو وفات اور رفع میں ہے فوت نہونے پائے گو قرآن سے ثابت ہے کہ وا و ترتیب کے واسطے نہیں جس کا حال معلوم ہوگا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خود غرضی سے کام لیا جا رہا ہے۔

اب ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس آیہ شریفہ میں کیا فرمائیگا قولہ تعالے وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے انتہی۔

یہاں بھی اللہ تعالٰی نے قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی کیا یہاں بھی یہی فرمایا جائیگا کہ حضرت قرآن سے پہلے پڑھتے نہ تھے اور بعد پڑھنے لگے اور پہلے داہنے ہاتھ سے لکھتے نہ تھے بعد اس سے بھی لکھنے لگے اگر اسکا یہی مطلب سمجھا جائے تو قرآن سے ثابت ہو جائیگا کہ حضرت پیشتر لکھنا ضرور جانتے تھے لیکن بائیں ہاتھ سے اور اگر فرمائیں کہ اس آیت سے یہ معنی نہیں نکلتے تو من قبل سمیاً سے وہ معنے کیونکر نکلینگے۔ مرزا صاحب جو تفاسیر و احادیث پر ہمیشہ حملے کیا کرتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ یہ دونوں قرآن میں اس قسم کے تصرفات کرنے سے ہمیشہ مزاحم ہوا کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ نیچریوں کی شکایت میں لکھتے ہیں کہ جو بات اُن کی عقل میں نہیں آتی فی الفور اُس سے منکر اور تاویلات رکیکہ شروع کر دیتے ہیں ازالہ صفحہ (۶۵۲) مرزا صاحب کے تاویلات کا حال انشاء اللہ آئندہ تو بہت ہی معلوم ہوگا۔ مگر سر دست اسی کو دیکھ لیجئے کہ احادیث متواترہ اور اجماع سے جس کا ذکر خود بھی کرتے ہیں ثابت ہے کہ وہ عیسٰے اترینگے جو ابن مریم اور مسیح اور روح اللہ اور نبی اللہ اور رسول اللہ تھے اور باوجود اس کے فرماتے ہیں کہ وہ میں ہی ہوں اور حقتعالٰی فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ یعنی عیسٰے علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول آئینگے جن کا نام احمد ہوگا

مرزا صاحب کہتے ہیں وہ رسول میں ہوں چنانچہ میرا نام احمد ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کی تاریخ سنہ ۱۳۰۰ آپ نے اپنے نام نامی سے نکالی ہے مگر اس میں جب تک غلام کے عدد نہ لئے جائیں سنہ نہیں نکلتا۔ پھر جب عیسے بننے کیلئے غلام ہونے کی ضرورت ہوئی تو مقام احمدی میں جہاں فرشتوں کے پر جلتے ہیں وہ کیونکر پہنچ سکتے ہیں۔

اور لکھتے ہیں پھر مسیح کے بارے میں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسینگے کہ جبکہ تیس ۳۰ یا چالیس ۴۰ ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے۔ حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے ازالہ صفحہ (۱۴۷) خود ہی نیچریوں کی شکایت کرتے ہیں کہ جو بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی محالات میں داخل کر لیتے ہیں اور آپ بھی وہی کر رہے ہیں فقط فلسفی نہیں بلکہ سارا عالم مرزا صاحب کے الہام اور خدا سے باتیں کرنے پر قہقہے اُڑاتا ہے مگر اُس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

عیسےٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھکر زخمی ہونا طب کی کتاب سے ثابت کرتے ہیں کہ مرہم عیسے اسی واسطے بنایا گیا تھا۔

اور حقتعالے جو فرماتا ہے کہ وما صلبوہ یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا اُس کی کچھ پروا نہیں سبحان اللہ قرابا دین سے قرآن کو رد کرتے ہیں۔ عیسائیوں کی کتابوں سے خود ہی نقل کرتے ہیں کہ عیسےٰ سولی پر مر گئے اور ان کی لاش دفن کیگئی اور جو قصہ خود نے تراشا ہے اُس میں یہی ہے کہ سولی سے اتارنے کے بعد وہ گرینڈ میں بھاگ گئے بہر حال ان مواقع میں کس نے اُن پر رحم کھا کر مرہم لگایا اور کس ڈاکٹر خانے میں وہ زیر علاج رہے اور اگر خود ہی نے وہ نسخہ

بنایا تھا تو وہ بھی کسی تاریخی کتاب سے لکھ دیتے مگر ایسا نہ کیا اور بغیر کسی ثبوت کے

قرآن کو رد کر رہے ہیں۔

اور لکھتے ہیں قولہ تعالے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی اگر تمہیں اُن بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع

کرو اور ان کی کتاب کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے

ازالہ صفحہ (۶۱۲) اور ان کتابوں کی توثیق اس طرح کیجاتی ہے کہ ہمارے امام المحدثین

اسمٰعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف

نہیں ازالہ صفحہ (۲۷۳) یہ اُس موقع میں لکھا جہاں اُن کو انجیل سے استدلال کرنا تھا۔ اور جب

یہ الزام دیا گیا کہ انجیلوں میں مصرح ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے

تو وہی اہل الذکر جن سے واقعات سابقہ کا پوچھنا قرآن کی رو سے فرض ٹھیرایا تھا

مردود الشہادۃ قرار دئے گئے چنانچہ لکھتے ہیں مسیح کا آسمان کی طرف اُٹھائے جانا انجیل

کی کسی الہامی عبارت سے ہرگز نہیں ثابت ہوسکتا اور جنہوں نے اپنی اٹکل سے بغیر

رویت کے کچھ لکھا ہے اُن کے بیانات میں علاوہ اُس خرابی کے ان کا بیان چشم دید نہیں

اسقدر تعارض ہے کہ ایک ذرہ ہم ان میں سے شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے ازالہ ص۲۷

اور ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ ایسی غلطیاں حواریین کی سرشت میں تھیں ص۱۵ ۔ اور فرماتے ہیں

کہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں اسی وجہ سے باہمی اختلاف ہے۔ ضرورۃ الامام ص۱۴

لیجئے وہی کتابیں جنکی نسبت تحریف کا لفظ ناگوار تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ

عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ انجیلوں میں کیا لکھا ہے انہیں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے

کہ وہ مردود الشہادۃ اور غلط بیانوں کے خیالات ہیں اس خودغرضی کی کوئی انتہا

بھی سے ہے۔ جو جی چاہتا ہے قرآن کے معنی ٹھیرا لیتے ہیں۔
مرزا صاحب نے عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ قرآن شریف میں اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰا عِیْسٰی بصیغۂ ماضی ہے جس سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے مرنے ہی سوال کیا تھا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۰۲) میں لکھتے ہیں تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرا بھی شرم نہیں کرتے وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے پہلے یہ آیت ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اِذْ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسٰی کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ وہ بھی بصیغہ ماضی ہے انتہی۔ اس کے بعد الحکم نمبر (۲۲) مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں طاعون کی پیشگوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے یہ وحی ہوئی عفت الدیار محلہا ومقامہا یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائیگا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جاینگی اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع لبید کا ہے جس میں اس نے گزشتہ زمانے کی خبر دی ہے کہ خاص خاص مقامات ویران ہو گئے اس کا جواب خود تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ یا ہدایۃ النحو بھی پڑھی ہو گی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنیوالا واقعہ متکلم کے نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونفخ فی الصور واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم

انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الخ ولو تری
اذ وقفوا علی النار۔ ولو تری اذ وقفوا علی ربہم وغیرہ اب معترض صاحب
فرمائیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع کے اور اگر ماضی کے صیغے
ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی کے جھوٹ بولنے کی سزا تو اسقدر
کافی ہے کہ آپکا حملہ صرف میرے پر نہیں بلکہ یہ تو قرآن شریف پر بھی حملہ ہو گیا گویا
صرف و نحو جو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اسی وجہ سے خدا نے جا بجا غلطیاں
کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا انتہے مرزا صاحب کو جب منظور ہوا کہ
عیسٰے علیہ السلام کی وفات ثابت کریں تو کہا کہ واذ قال عیسٰے صیغۂ ماضی ہے
اور اِذْ خاص ماضی کے واسطے آتا ہے۔ اور جب عفت الدیار پر اعتراض ہوا کہ ماضی
کے معنی مضارع کیسے تو وہی واذ قال عیسٰے وغیرہ کو پیش کر کے کہا کہ ہدایۃ النحو
پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ماضی بمعنی مستقبل آتی ہے۔ ہمیں اس بات کی
خوشی نہیں کہ دونوں تقریروں میں جو الفاظ مخالفین کیلئے تجویز کئے تھے وہ اب
واپس ہوتے ہیں بلکہ کمال افسوس سے اُن کا طریقۂ استدلال بتلانا منظور ہے کہ ایک ہی
آیت کو ایسے دو موقعوں میں پیش کرتے ہیں کہ باہم متخالف ہوں۔ جن لوگوں نے
عفت الدیار کے معنی کے مستقبل ہونے میں کلام کیا اُن کی غرض یہ ہے کہ قائل یعنی
لبید کی مراد اس مصرع میں ماضی ہے جیسا کہ قرائن قویہ سے ظاہر ہے پھر اسکی مراد
کے مخالف کوئی معنی لینا توجیہ الکلام بما لا یرضٰی قائلہ ہے جو درست نہیں۔ اس پر
فرماتے ہیں کہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ ماضی کے معنی مستقبل ہو سکتے
ہیں۔ ہمیں اس مباحثے میں دست اندازی کی ضرورت نہیں۔ مگر اس تقریر سے

یہ بات منکشف ہوگئی کہ مرزا صاحب قرآن کے معنی قصداً غلط کیا کرتے ہیں اسلئے کہ جس وقت انہوں نے اذقال اللہ یاعیسے کے معنی یہ بیان کئے تھے

کہ (قال صیغہ ماضی ہے اور اِذ خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت

ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا قصہ تھا نہ مستقبل کا جس کا مطلب یہ ہوا

کہ خدا نے عیسٰے سے پوچھ چکا تھا) اُس وقت وہ ہدایۃ النحو پڑھ چکے تھے بلکہ فاضل اجل تھے پھر اذ قال کے معنی مستقبل لینے سے انکار کیوں کیا اس موقع میں یہ بھی نہیں کہ سکتے کہ وہ خطائے اجتہادی تھی کیونکہ جو ایسی بدیہی بات ہو کہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی اسکو جانتا ہو وہ اجتہادی نہیں ہوسکتی اس سے ثابت ہے کہ باوجود اس کے کہ معنی مستقبل وہاں صادق ہیں جسکی تصریح مفسرین نے کی ہے اور خود بھی جانتے ہیں مگر قصداً اسکو بمعنی ماضی قرار دیا جو خلاف مراد الٰہی ہے جسکے خود بھی معترف ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ مرزا صاحب کا وہ استدلال کہ قرآن میں عیسے علیہ السلام کا قول فلما توفیتنی بصیغۂ ماضی ہے جس سے اُن کی وفات ثابت ہوتی ہے عقت الجمال کی تقریر سے ساقط ہوگیا کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ یہ سوال وجواب عیسٰے علیہ السلام سے آئندہ ہونگے اور یہ ماضی بمعنی مستقبل نہ سمجھی جائے تو قرآن پر حملہ ہے۔

اور لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہوگیا ازالہ ص ۴۷۳ گلیل شام کے ملک میں ہے مگر اُنکی قبر کشمیر میں بتلاتے ہیں چنانچہ رسالہ عقائد مرزا میں رسالۃ الہدیٰ سے اُنکا قول نقل کیا ہے کہ عیسے علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے حالانکہ وہاں کے علما اور مشائخین اور معززین نے ایک محضر تیار کیا کہ نہ کسی تاریخ میں ہے نہ بزرگوں سے سنا کہ عیسٰے علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے اور جو

مرزا صاحب نے پرانی قبر تلاش کر کے نکالی ہے وہ یوز آسف کی مشہور ہے شیعہ لاشیں کربلا سے معلے میں لیجا کر دفن کرتے ہیں۔ اس غرض سے کہ متبرک مقام ہے حضرت عیسے کی لاش گلیل سے جو کشمیر میں لائی گئی اس سے ظاہر ہے کہ شاید اس زمانے میں کشمیر بیت المقدس سے بھی زیادہ متبرک ہوگا مگر کسی کتاب سے اسکا ثابت ہونا ضرور ہے اور الحکم مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ میں لکھتے ہیں کہ مسیح صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے اپنتھے۔ جب کشمیر کو آ جانا ثابت ہو جائے تو ایک بات باقی رہجائیگی کہ اس زمانے میں کشمیر اور گلیل دونوں ایک تھے اور اس میں نصارے کی شہادت کی ضرورت ہوگی کیونکہ ایسے امور میں بقول مرزا صاحب وہی اہل الذکر ہیں جن سے پوچھنے کی ضرورت فاسئلوا اہل الذکر کی روسے ثابت ہے بہرحال واقعات کے اختلاف بیان سے ثابت ہے کہ ان کے بیان کو اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں اور حکایت بغیر محکی عنہ کے ہوا کرتی ہے جسکو اردو زبان میں جھوٹ کہتے ہیں۔ جب واقعات کی نسبت یہ بات متعدد مقام میں ثابت ہوگئی تو ان کے الہامات مطابق واقع کیوں سمجھے جائیں آخر وہ بھی انہیں کے بیانات ہیں۔

اور لکھتے ہیں کہ ان سب میں سے کسی نے یہ دعوے نہیں کیا کہ یہ تمام الفاظ واسما (جیسے دمشق وغیرہ) ظاہر پر ہی محمول ہیں بلکہ صرف صورت پیشگوئی پر ایمان لے آئے پھر اجماع کس بات پر ہے ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلا دیں ازالہ صفحہ (۱۸۵) اور تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح کے آنیکا اجماع یوں ثابت کیا گیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کی

دائے ہے کہ شاید کہ چودھویں صدی کے شروع میں مسیح علیہ السلام اتر آئیں ازالہ صفحہ ۱۸۵ (۱۸۵)
حالانکہ خود تصریح کرتے ہیں کہ اجماع کا ثابت کرنا بغیر تین چار سو صحابہ کے نام بیان کرنیکے

نہیں ہوسکتا چنانچہ لکھتے ہیں صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا ہے تو کم سے کم تین چار سو

صحابہ کا نام لیجئے جو اس باب میں شہادت ادا کر گئے ہیں ازالہ صفحہ (۲۰۴)۔ افسوس ہے صحابہ کرام کی

وقعت نوابصاحب سے کم سمجھی گئی جب ہی تو یہ ضرورت ہوئی کہ جب تک سیکڑوں صحابہ بالاتفاق

نہ کہیں اعتبار کے قابل نہیں۔ اور یہاں دو ہی قولوں سے اجماع ہوگیا وہ بھی احتمالی کہ بلفظ

شائد سے ظاہر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح علیہ السلام کی تعیین ہر طرح سے کی ہے عیسیٰ

فرمایا ابن مریم فرمایا روح اللہ فرمایا رسول اللہ اور نبی اللہ فرمایا غرض تعیین وتشخیص میں کوئی

کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا پھر ان کے اترنے کا مقام معین فرمایا کہ دمشق ہے جو ایک

شہر کا علم ہے اور ہر عالم وجاہل جانتا ہے کہ اعلام اور صفات مختصہ صرف تعیین کیلئے

ہیں ایسی تعیین کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے اس کو لغو ٹھیرادیا اور بے معنی

الفاظ پر ایمان لے آئے۔ مرزا صاحب مسلمانوں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں مگر یہ

قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ اس تعیین کا لغو کرنا مرزا صاحب کو مفید ہے جس سے

اُن کی ذاتی غرض متعلق ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو کیا ضرورت کہ اپنے نبی کی بات

کو لغو ٹھیرادیں۔

ایک مجذوب کا قول جس کے راوی صرف کریم بخش ہیں نقل کرتے ہیں کہ کریم بخش

کا اظہار ہے کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس سال کے پہلے کہا کہ اب

عیسیٰ جوان ہوگیا اور لدھیانے میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالیگا انہوں نے

پوچھا کہ عیسےٰ نبی اللہ تو آسمان پر اُٹھائے گئے اور کعبہ پر اُتریںگے تب اُنہوں نے جواب دیا کہ ابن مریم نبی اللہ تو مرگیا اب وہ نہیں آئیگا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ وہ مرگیا ازالہ صفحہ (۷۰۸) اس روایت میں لطف خاص یہ ہے کہ اگر مسلسل بالمجاذیب کہیں تو بجا ہے۔ راوی ایسے کہ عیسےٰ کو کعبہ پر اتار رہے ہیں اور جن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیسےٰ قرآن میں غلطیاں نکالیگا معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی بڑ میں کیا کہہ دیا اور انہوں نے کیا سمجھا پہلے تو انہوں نے یہی کہا کہ قرآن میں غلطیاں نکالیگا پھر جب دوبارہ پوچھا گیا تو تفسیروں کا نام بھی لے لیا۔ اب دیکھئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ابن مریم نبی اللہ روح اللہ زندہ ہیں اور زمین پر آئینگے اور وہ مجذوب صاحب اپنی بڑ میں اُس کے خلاف کہ رہے ہیں۔ اب اہل اسلام خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کونسی بات ایمان لانے کے قابل ہے اور مرزا صاحب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے کس قسم کا تعلق ہے۔

احادیث میں عیسےٰ علیہ السلام کے اترنے کی حالت اس طرح وارد ہے کہ وہ دمشق میں مشرقی منار کے پاس دو فرشتوں کے بازوؤں پہ ہاتھ رکھکر اتر ینگے اس وقت اُن پر زرد لباس ہوگا اور پسینہ چہرے سے ٹپکتا ہوگا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں دمشق سے مراد قادیان ہے ازالہ صفحہ (۱۳۵) اور زرد لباس سے مراد یہ ہے کہ اُن کی حالت صحت اچھی نہ ہوگی اور فرشتوں پہ ہاتھ رکھنے سے یہ مقصود کہ دو شخص ان کو مدد دینگے ازالہ صفحہ (۲۱۹) جو امور ایسے تھے کہ مرزا صاحب انکو اپنے لئے ثابت نہیں کرسکتے تھے بمجبوری اُن میں تاویل کی اور منار بنوالینا چونکہ اختیاری امر تھا اس لئے بکشادہ پیشانی اسکو قبول کیا بلکہ اپنا شعار قرار دیا چنانچہ اخبار الحکم کے

ہر پرچہ پر منار کا نقشہ کھچا ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ وہی نشانی ہے جو حدیث میں ہے کہ منارہ دمشق کے پاس مسیح اتریںگے چنانچہ لکھتے بھی ہیں۔ ازالہ صفحہ (۱۵۸)

چوں خود ز مشرق است تجلی نیرم		از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
سے علیٰے کجا ست تا بنہد پا بمنبرم		اینک منم کہ حسب بشارات آمدم

مرزا صاحب نے اس موقع میں یہ خیال نہ کیا کہ حدیث میں تو منارہ دمشق ہے پھر جب دمشق ندارد اور منار موجود ہو تو مسئلہ انیاب اغوال پیش نظر ہو جائیگا۔ غرضکہ یہ طریقہ بد جو اختیار کیا گیا کہ ایک ہی حدیث میں تمام امور کی تاویلیں کیجائیں اور ایک چیز اپنے ہاتھ سے بنا کر اس کے ظاہری معنی لئے جائیں لطف سے خالی نہیں۔

اور لکھتے ہیں کہ ہر ایک جگہ جو اصل مسیح ابن مریم کا حلیہ لکھا ہے اس کے چہرے کو احمر بیان کیا ہے اور ہر ایک جگہ جو آنے والا مسیح کا حلیہ بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایا ہے اس کے چہرے کو گندم گوں ظاہر کیا ازالہ صفحہ (۹۰)

مرزا صاحب بار بار ذکر کرتے ہیں کہ میں گندم رنگ ہوں اس وجہ سے مسیح موعود ہوں یہانتک اس پر وثوق ہے کہ اسکو نظم میں بھی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم		موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم
زانساں کہ آمدہ است در اخبار سرورم		رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است
سید جدا کند ز مسیحائے احمرم		ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا واقعہ اسلام میں چونکہ ایک مہتم بالشان ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذاتی اور اخلاقی اور مقامی وغیرہ علامات

بکثرت بیان فرمائے ہیں جن کا ذکر یہاں موجب تطویل ہے وہ سب کتب احادیث
اور قیامت نامہ مولانا رفیع الدین صاحب وغیرہ میں مذکور ہیں غرضکہ ان تمام علامات
سے مرزا صاحب نے ان دو علامتوں کو بلا تاویل قبول کیا ایک اس وجہ سے کہ منارہ
بنوا لینا آسان ہے دوسری رنگ والی جو اتفاقاً صادق آگئی باقی کل علامات
مختصہ میں تاویلیں کیں۔ پھر رنگ والی حدیث میں یہ بھی مذکور نہیں کہ جب وہ نازل
ہونگے ان کا رنگ گندمی ہوگا اس حدیث میں تو نزول کا ذکر ہی نہیں وہ تو ایک خواب
کا واقعہ تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کو خانہ کعبہ
کا طواف کرتے دیکھا اس وقت اُنکا رنگ گندمی تھا۔

جن علامات کا بیان کرنا مقصود بالذات ہے وہ تو ماؤل ٹھیریں اور جو مقصود بالذات
نہیں وہ محکم عجب حیرت انگیز بات ہے۔ اب مرزا صاحب کی اس تقریر پر غور کیجئے
کہ مشکل تو یہ ہے کہ روحانی کوچے میں علما کو دخل ہی نہیں۔ یہ ہر دینوں کی ظاہری
بات کو جسمانی قالب میں ڈھالتے جاتے ہیں ازالہ صفحہ (۸۴) جیسے مرزا صاحب
نے رنگ اور منار کو جسمانی قالب میں ڈھالا ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے
کہ ہر بات جسمانی قالب میں نہ ڈھالی جائے بلکہ جو اتفاقاً منطبق ہوسکے منطبق
کیجائے اور جو کہ منطبق نہ ہو بمجبوری اسکو روحانی بنالیں تو یہ طریقہ آسان تو ہے
لیکن اس میں جھوٹوں کو بہت کامیابی ہوگی۔

یہ طریقہ جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے اس میں اُن کا بھی بڑا نقصان ہے
اس لئے کہ اگر خدانخواستہ کوئی مفتری کذاب زبان دراز جس کا نام مسیح ہو سکے دو
دمشق کی مسجد کے منار پر دو لڑکوں کو لیجا کر دو زرد چادریں اوڑھے اور ان کے

گندھوں پر ہاتھ رکھکر اترے اور یہ دعوے کرے کہ میرا نام بھی عیسے ہے اور یہ دو
معصوم فرشتہ خصال میرے ساتھ ہیں اور میرا رنگ بھی گندمی ہے اور خاص دمشق
کی مسجد کے منارے سے اترا بھی ہوں اور باقی علامات مختصہ مثل قتل دجال وغیرہ میں وہی
تاویلیں کرے جو مرزا صاحب کرتے ہیں تو اُس میں ظاہری علامتیں بہ نسبت مرزا صاحب
کے زیادہ جمع ہونے سے ظاہر بین معتقد اُس کی طرف ضرور جھک پڑینگے مگر اہل اسلام
کیا صرف ایسے غیر مختصہ علامتوں کو دیکھکر اس کی ان بیہودہ باتوں کی تصدیق کر لینگے
ہرگز نہیں

اب رنگ کا بھی حال تھوڑا سا سن لیجئے حدیث شریف میں عیسے علیہ السلام
کے رنگ کے باب میں لفظ آدم وارد ہے لسان العرب میں لکھا ہے الآدم من الناس
الاسمر اور اسی میں لکھا ہے وفی وصفہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اسمر اللون وفی روایۃ ابیض
مشربا بالحمرۃ یعنی آدم اسمر کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسمر اللون تھے اور ایک
روایت سے ثابت ہے کہ حضرت کا رنگ گورا تھا جس میں نہایت سرخی تھی اس سے
ثابت ہے کہ عیسے علیہ السلام مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت سرخ وسفید تھے غرضکہ
اس تقریر سے احمر وآدم میں جو تعارض معلوم ہوتا ہے اُٹھ جاتا ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے
کہ گندمی رنگ میں سرخی نہیں ہوتی بلکہ مائل بسیاہی ہوتا ہے تو اس کی وجہ نہایت ظاہر ہے
ہر ذی علم جانتا ہے کہ چند میل پر آسمان کی جانب کرۂ زمہریر ہے جب عیسے علیہ السلام آسمان
سے اُترینگے اور کرۂ زمہریر سے اُنکا گذر ہوگا تو رنگ میں کسی قدر سیاہی آجائیگی کیونکہ تجربہ
ثابت ہے کہ سخت سرما میں سردی کی وجہ سے رنگ میں سیاہی آجاتی ہے اور چونکہ آنکے
وقت کی علامتیں بتلانا منظور تھا اس لئے یہ عارضی رنگ معلوم کرایا گیا اُس کے بعد جب

رنگ اپنی اصلیت پر آ جائیگا تو دوسری حدیث کی بھی تصدیق ہو جائیگی۔ مرزا صاحب کبھی لکھتے ہیں کہ میں مثیل عیسےٰ ہوں اور اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل حدیث میں وارد ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ میرا نام ہی حق تعالےٰ نے عیسےٰ بن مریم رکھ دیا جیسے شیخ داؤد وغیرہ نام ہوا کرتے ہیں۔ مگران دونوں صورتوں میں نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ حالانکہ آنیوالے عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نبی اور رسول تھے۔ اب اگر مرزا صاحب نبوت کا بھی دعوی کرتے ہیں تو تیس دجالوں سے ایک دجال قرار پاتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور اگر نبوت کا انکار کرتے ہیں تو عیسے موعود نہیں ہوسکتے غرضکہ اس مقام میں سخت مصیبت کا سامنا اور عجب پریشانی لاحق حال ہے۔ چنانچہ تحریرات ذیل سے معلوم ہوگا کہ کیسی کیسی کارسازیوں کی ضرورت پڑی۔

تحریر فرماتے ہیں یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کیلئے بجز قرآن کے کوئی کتاب نہیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ہادی اور مقتدا نہیں ازالہ صفحہ (۱۸۲) اور لکھتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ میرے قبول کرنے میں نقصان دین کس وجہ سے ہوسکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز برخلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کیلئے انہیں مجبور کرتا ازالہ صفحہ (۱۸۱)

اور لکھتے ہیں کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھیرانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں سو ہم نماز میں اس دعا کے مامور ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنی اے خدا ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ۔ حتی کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ہو جائیں

اور علمائے ربانی کیلئے یہ خوشخبری ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ازالہ صفحہ (۲۵۶)

اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضرور ہے اب ہمارے علما جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلائیں کہ کس نے اس صدی پر خدائے تعالےٰ سے الہام پاکر مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ ازالہ صفحہ (۱۵۴)

اور لکھتے ہیں کہ الہام الٰہی و کشف صحیح ہمارا مؤید ہے۔ ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سنکر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون وچرا سے باز آجائے۔ ازالہ صفحہ (۱۴۸)

اور لکھتے ہیں کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا اور اُسکو مفتری اور کذاب نہیں ٹھیرایا ازالہ صفحہ (۱۷۹)

اور لکھتے ہیں پھر میرے اس دعوے پر ایمان لانا جسکی الہام الٰہی پر بنیاد ہے کون سے اندیشے کی جگہ ہے بفرض محال اگر میرا یہ کشف غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہوا ہے اسکے سمجھنے میں دھوکا کھایا ہے تو ماننے والے کا اسمیں ہرج ہی کیا ازالہ صفحہ (۱۸۲)

اس قسم کی اور عبارتیں بھی بہت سی ہیں جن سے واضح ہے کہ مرزا صاحب بھی مثل اور مسلمانوں کے ایک مسلمان ہیں اگر دعوے ہے تو صرف مجددیت اور کشف والہام کا ہے اور اس میں بھی غلط فہمی کا احتمال بیان کرتے ہیں اور اگر مثیل عیسےٰ بھی ہیں تو اسی حد تک جو دوسرے علمائے امت کو بھی مثلیت حاصل ہے اور درخواست اسی قدر ہے کہ حسن ظن کر کے مفتری اور کذاب نہ کہا جائے غرض کہ یہانتک کوئی ایسی بات نہیں جو مرزا صاحب کو دوسرے امتیوں سے ممتاز کرے

کیونکہ ہزارہا اہل کشف والہام ومجددین امت میں گزر چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں
سب امتی کہلایا کئے ۔ مرزا صاحب ان تقریرات میں دجالیت سے اپنی برارت
ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت اور رسالت کا دعوے نہیں جس سے بحسب حدیث
دجال ہونا لازم آسکے ۔ اب رہی وہ حدیثیں کہ عیسے علیہ السلام کے القاب نبی اللہ
اور رسول اللہ ثابت کرتی ہیں سو ان سے بھی انکار نہیں ۔ چنانچہ لکھتے ہیں اب
اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ
رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے ۔ مگر
وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے
براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے ۔ ازالہ صفحہ (۵۸۶)
اور لکھتے ہیں کہ اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور
انی جاعل فی الارض خلیفہ کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دیکر لوگوں کو توجہ
دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت
سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور من شذ شذ فی النار کی تہدید سے
بچیں ازالہ صفحہ (۶۹۵) اور عقائد مرزائیں مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ میں نبی اللہ
اور رسول اللہ ہوں اور میرا منکر کافر ہے ۔

عبارت سابقہ میں محدث کو نبی من وجہ قرار دیا تھا چونکہ اس امت میں محدث
بھی بہت سے ہیں خاصکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محدث ہونا تو صراحتاً
حدیث سے ثابت ہے مگر انہوں نے کبھی نبوت کا دعوے نہیں کیا اور نہ کبھی یہ کہا
کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے اس لئے اس طریقے سے اعراض کرکے یہ طریقہ اختیار کیا

کہ خود خدا نے مجھے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اور براہین احمدیہ میں یہ اعلان دیا کہ جو مرزا صاحب کی اطاعت نہ کرے وہ دوزخی ہے۔ اب اگر مرزا صاحب سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے بعد خلافت آلٰہی اور نبوت کیسی تو صاف فرمائینگے کہ جاؤ خدا سے پوچھ لو کہ ایسا کیوں کیا جیسا کہ فرمایا تھا کہ اگر میں عیسٰے موعود نہیں ہوں تو جاؤ عیسٰے کو آسمان سے اتار لاؤ اب یہ کس سے ہو سکے کہ عیسٰے علیہ السلام کو آسمان سے اتارے یا خدا سے پوچھے اور یہ تو پہلے ہی کہ دیا کہ عالم کو ضرور ہے کہ کشف کا نام سُن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون و چرا سے باز آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے پیرو دم بخود ہیں نہ خدا سے پوچھ سکتے نہ چون و چرا کر سکتے مگر اتنا تو پوچھا ہوتا کہ کس قوم سے خدا نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں آپ کی بشارت دی کیونکہ آسمانی کتابوں میں تو اُس کا نام سنا نہیں جاتا۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ مرزا صاحب کا منکر کافر اور دوزخی کیوں ہے محدثیت اور مجددیت وغیرہ تو ایسے امور نہیں کہ اُن کے انکار سے آدمی کافر ہو جائے کیونکہ ان امور کا نہ قرآن میں صراحتًا ذکر ہے نہ احادیث سے ثابت کہ مدعی محدثیت وغیرہ کا منکر کافر ہے۔ پھر جن احادیث میں ان امور کا ذکر ہے وہ آحاد ہیں جن کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اور بقول مرزا صاحب اگر احادیث صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لایغنی من الحق شیئًا۔ ازالہ صفحہ (۴۵۴) یعنی اعتبار کے قابل نہیں اب رہا اُن کی عیسویت کا انکار سو وہ بھی باعث کفر نہیں اس لئے کہ اس کا ثبوت نہ عقلًا ممکن ہے نہ نقلًا کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ غلام احمد قادیانی کو خدا عیسٰے بنا کر بھیجے گا اور قطع نظر اُس کے خود مسئلہ نزول عیسٰے علیہ السلام کا انکار باعث کفر نہیں چنانچہ

خود تحریر فرماتے ہیں یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے

جو ہمارے ایمانیات کا جزیا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ ازالہ صفحہ ۱۴۰

جب اصل نزول عیسےٰ کا مسئلہ ضروری نہ ہوا تو مرزا صاحب کی فرضی عیسویت کا ایمان

کیونکر ضروری ہو سکتا ہے۔ غرضکہ ان میں سے کوئی بات ایسی ضروری نہیں کہ اس پر

ایمان نہ لانے سے آدمی کافر اور دوزخی بن جائے اور مرزا صاحب بھی اس کے

مدعی نہیں جیسا کہ عقیدہ نزول مسیح میں اس کی تصریح کردی۔ البتہ تمام اہل اسلام کے نزدیک

مسلم ہے کہ جو شخص کسی نبی کا منکر ہو وہ کافر اور دوزخی ہے چنانچہ صفت ایمان سے

ثابت ہے کہ رسل اور کتب آلہی کا اقرار جز و ایمان ہے اور مرزا صاحب اخبار الحکم

مورخہ ۱۱ر صفر ۱۳۲۳ھ میں اپنی امت کو حکم دیتے ہیں کہ یاد رکھو کہ جیسا خدا نے

مجھکو اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر یا مکذب یا متردد

کے پیچھے نماز پڑھی جائے کیونکہ زندہ مردے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا

اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی اُن کی نبوت میں شک کرے وہ مردہ ہے یعنی کافر

اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والوں کو حق تعالیٰ نے کئی جگہ

قرآن میں مردہ فرمایا ہے اور خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں کہ قرآن نے کافر کا

کا نام بھی مردہ رکھا ہے۔ ازالہ صفحہ (۶۴۰) غرض کہ ان تحریرات سے اور نیز تصریحات

سے ثابت ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتے ہیں اسی بنا پر اپنے منکر اور مترددوں

کو کافر اور دوزخی قرار دیتے ہیں۔ بہرحال احادیث میں جو نبوت عیسےٰ کا ذکر

تھا اور مرزا صاحب کی عیسویت میں کمی رہگئی تھی اس کی تکمیل انہوں نے یوں کرلی

کہ خدا نے مجھے رسول اللہ اور نبی اللہ بنا کر بھیجا۔ اب رہگیا ابن مریم اور روح اللہ

سوالہام کے ذریعہ سے خود مریم بنکر اپنے بیٹے کو ابن مریم بنا دیا اور خود نبی اللہ ہو گئے۔ اور روح اللہ بننے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھی سو اس کے لئے مثیل والے الہام موجود ہیں غرضکہ عیسے علیہ السلام کی تعیین جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ عیسے رسول اللہ نبی اللہ روح اللہ ابن مریم اتر ینگے سب اپنے پر چسپاں کرکے عیسے موعود ہو گئے۔ اور اس کے ضمن میں نبوت اور رسالت مستقلہ بھی ثابت کرلی اب اس کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی ان کو عیسے کہے اس لئے کہ نبوت سے بہتر عیسویت کا درجہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس امت میں عیسے علیہ السلام بحیثیت نبی ہی نہ آئینگے۔ اسی وجہ سے اپنے منکر کو کافر کہدیا اور نزول عیسے کے منکر کو کافر نہیں کہا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور عیسے کا درجہ اپنے بیٹے کو دیدیا۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب دعوے نبوت وغیرہ کرکے عوام کے ذہن میں عیسویت کے زینے تک پہنچ گئے تھے۔ مگر احادیث نبویہ نے اس سے علحدہ کرکے فوراً ان کو خالفین عیسے علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمرے میں داخل کر دیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ صاف کہ رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی نبوت کا دعوے کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس باب میں شبہ ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ ان کو نہ ماننے والا کافر اور دوزخی ہے یہ بات صحیح ورمطابق واقع کے ہو سکتی ہے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں کا بھی دل پر کچھ اثر نہ ہو تو سوائے انا للہ پڑھنے کے ہم کچھ نہیں کر سکتے البتہ اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا تو ضرور کہینگے کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ہر وقت

پیش نظر رکھیں ورنہ ہر زمانے میں بہکانے والے اقسام کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مولانائے روم قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

ہر یکے در کف عصا کہ مسیم	مید مد در جاہلاں کہ عیسیم

مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آجکل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ سلمانوں کو جہانتک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بد سرشت مولویوں کے حکم اور فتوے سے دین اسلام سے خارج کر دئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکالکر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بد تر ہیں ازالہ صفحہ (۵۹۴) مقام غور ہے کہ مولویوں نے جہانتک ممکن تھا تحقیق کی جب دیکھا کہ صحیح صحیح حدیثیں مدعیان نبوت کی دجالیت اور کذابیت ثابت کر رہی ہیں تو بمجبوری جو احکام اور ارشادات اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارد ہیں بلا کم و کاست پیش کر دئے مگر مرزا صاحب نے بلا تحقیق ایک ہی بات میں فیصلہ کر دیا کہ جو کوئی میری نبوت میں تردد کرے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے پھر اس بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر سے ہزاروں کیا جمیع وجوہ اسلام بھی کسی میں پائے جائیں تو بھی وہ اس دائرہ کفر سے خارج نہیں ہو سکتا سوائے اپنی امت کے انہوں نے کل اہل اسلام کو کافر اور دوزخی قرار دیا اور اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ ان کی نماز صحیح ہو سکے پھر اپنی ہی تکفیر پر کفایت نہیں کرتے بلکہ خدا کی طرف سے بھی پیام پہنچا رہے ہیں کہ جتنے مسلمان ہیں سب کافر ہیں۔ چنانچہ یہ الہام ہے قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین فانتظروا آیاتی حتے حین ازالہ صفحہ (۸۵۵) یعنی خدا نے مرزا صاحب سے کہا

تو کہ اے کافر میں سچا ہوں میری نشانیوں کا ایک وقت تک انتظار کر و انتہے

اب مرزا صاحب ہی انصاف سے فرمائیں کہ بد سرشتی میں نمبر کس کا بڑھا رہیگا۔

مرزا صاحب مخالفین کی تکفیر بھی کرتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے انکار بھی کر جاتے ہیں۔ چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ جب بعض حضرات مباہلہ کرنے پر مستعد ہوئے کہ اگر دعوے عیسویت سے ہے تو مرزا صاحب میدان میں نکلیں اور ہم بھی نکلتے ہیں اور ہر فریق جھوٹے پر لعنت کرے۔ مرزا صاحب نے اس موقع میں صاف یہ کہدیا کہ میں اپنے مخالفین کو جھوٹا اور لعنتی ہرگز نہیں سمجھتا۔ اس قسم کی تحریرات مرزا صاحب کی بہت ہیں اگر وہ سب لکھی جائیں اور اُن میں بحث کی جائے تو کئی جلدیں ہو جائینگی۔ چونکہ اس کتاب میں ہمیں صرف اہل انصاف کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ مرزا صاحب کی کارروائیاں کس قسم کی ہوتی ہیں سو بفضلہ تعالے معلوم ہوگیا کہ مرزا صاحب کے کلام میں کس قدر تعارض اور نصوص کی مخالفت اور خود غرضیاں ہوا کرتی ہیں۔

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ جنہوں نے مجھکو مسیح موعود مان لیا ہے انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور سب کو حسن ظن کی ہدایت فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کے لئے الہام آلہی قرینۂ قویہ کا کام دیکھتا ہے۔ اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔ ازالہ صفحہ (۴۰۹) فی الحقیقت مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کی ضرورت ہے چنانچہ خود حق تعالے فرماتا ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطیاں بیان کیں جیسا کہ معلوم ہوگا اور حسن ظن سے ذرا بھی کام نہ لیا کہ افضل الانبیا سے کیونکر

غلطی ہو سکتی ہے۔ ضرور ہے کہ کوئی توجیہ ایسی ہوگی جس تک ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی۔ اب اگر اہل اسلام مرزا صاحب پر حسن ظن کرکے ان کے الہاموں کو صحیح مان لیں تو اپنے نبی کی غلطیوں کی تصدیق اور بہت سی حدیثوں کی تکذیب کرنی پڑتی ہے جو حرام قطعی بلکہ مفضی الی الکفر ہے اور ظاہر ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام اس لئے مرزا صاحب پر حسن ظن حرام سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ جتنے مدعیان نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے ہیں سب کو اسلام کا دعوے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تھی یہانتک کہ مسیلمہ کذاب بھی حضرت کو نبی ہی سمجھتا تھا جیسا کہ زاد المعاد میں ابن قیم رح نے لکھا ہے۔ پھر اگر بقول مرزا صاحب ان تمام مسلمانوں پر حسن ظن کیا جاتا تو ابتک دین کی حقیقت ہی کچھ اور ہو گئی ہوتی اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بدگمان اور دور رہنے کے لئے تاکید فرمائی ہے کما فی المشکوٰۃ۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لا تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم رواہ مسلم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانے میں دجال اور جھوٹے پیدا ہونگے وہ لوگ ایسی باتیں کرینگے کہ نہ تمنے سنیں نہ تمہارے آبا و اجداد نے اُن سے بچو اور ڈرتے رہو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈال دیں انتہے مولانائے روم رح فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستی نباید داد دست

عقائد مرزا میں ان کا قول اشتہار دافع البلاء سے نقل کیا ہے کہ میں اللہ

کی اولاد کے رتبے کا ہوں میرا الہام ہے کہ انت منی بمنزلۃ اولادی اتھے۔ آنکھ دیکھنے سے ابتدائً تو بڑی پریشانی ہوئی کہ اللہ کی اولاد مرزا صاحب نے کہاں سے ڈھونڈ نکالی اور کس کتاب سے معلوم کیا ہوگا مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود قرآن میں اسکا ذکر ہے قال اللہ تعالےٰ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم یعنی یہود ونصارے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے دوست ہیں ان سے کہو جب ایسا ہے تو تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے غرض کہ اولاد کا ذکر تو معلوم ہوا مگر اس میں تامل ہے کہ مرزا صاحب کا رتبہ یہود ونصارے کے رتبے کے برابر کیونکر ہوسکیگا اگر دنیوی حیثیت سے دیکھئے تو مرزا صاحب نہ ان کے سے مالدار ہیں نہ صاحب حکومت اور آخرت کے لحاظ سے بھی یقینی طور پر ہم رتبہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ مرزا صاحب ان خرافات سے توبہ کرلیں۔ یہاں یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہی ممتنع الوجود ہے تو انکا ہم رتبہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔ اور یہ الہام لغو جاتا تھا اس لئے کسی اولاد فرضی کے تصور کی ضرورت ہوئی۔ ابن حزم رحمہ نے کتاب ملل ونحل میں اور ابن تیمیہ رحمہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو منصور مستر عجلی جسکا لقب کسف تھا اس نے بھی نبوت کا دعوےٰ کیا تھا اور اس دعوے کو اس طرح مدلل کیا تھا کہ ایکبار مجھے معراج ہوئی جب میں آسمان پر گیا تو حق تعالےٰ نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یا بُنَیَّ اذہب فبلغ عنی یعنی اے میرے پیارے بیٹے جا اور لوگوں کو میرا پیام پہنچا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر زمانے میں ہر قسم کی طبیعت کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ بعضوں نے دیکھا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ یعنی کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہو تو میں اُس کی عبادت کرنے والوں میں پہلا شخص ہوگا انتہٰی۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی تلاش میں ہوں پھر جب ابو منصور نے کہا کہ خدا نے مجھکو ابنی فرمایا تو انہوں نے اسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر یہ خیال کیا ہوگا کہ آخر ہم اپنے بھائی پر حسن ظن کرنے کے مامور بھی ہیں اور ایک اعلیٰ درجے کا شخص جو نبوت کا دعویٰ رکھتا ہے یہ کہ رہا ہے تو ضرور مطابق واقع کے ہوگا اس لئے اس کو مان لیا اور اس کے برابر اپنا رتبہ تصور کر لیا۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ بیٹا کہنے میں جھگڑا پڑ جائیگا مقصود محبت ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اولاد کی محبت سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے بمنزلہ اولاد بننا بہتر ہوگا اور پرستش جاری ہونے کیلئے اتنا بھی کافی ہے کیونکہ اگر خدائے تعالےٰ کی نعوذ باللہ حقیقی اولاد ہوتی تو ضرور قابل پرستش ہوتی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو مستحق عبادت بھی قرار دیتے ہیں کیونکہ ہر رتبے کے احکام معین ہوا کرتے ہیں خدا کی اولاد کا رتبہ یہی ہے کہ مستحق عبادت ہو جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے۔ جب مرزا صاحب نعوذ باللہ خدا کے متبنیٰ ٹھیرے تو اقلاً اتنا تو ضرور ہے کہ ان کی امت اُن کی عبادت کرتی ہوگی۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو اس الہام کے بنانے کے وقت ذرا بھی شرم نہ آئی۔ اب کس طرح سمجھا جائے کہ مرزا صاحب کو خدائے تعالےٰ پر اور روز جزا و سزا پر ایمان بھی ہے۔ پھر یہ دعوے تو پہلے ہی ہو چکا تھا کہ

حق تعالیٰ سے بے تکلف بات چیت کر لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام الزماں ہوں خدائے تعالیٰ ان سے نہایت صفائی مکالمہ کرتا ہے اور اُن کی دعا کا جواب دیتا ہے۔ اور بسا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسی صفائی اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ خدائے تعالیٰ اُن سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسیقدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ سے جو نور محض ہے اُتار دیتا ہے۔ اور وہ اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا اُن سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں انتہیٰ۔

غرض کہ ٹھٹھا اور مزاح کی انبساطی حالت میں درخواست کر کے الہام بھی اتروا لیا کہ انت منی بمنزلۃ اولادی جس سے معتقدین کا حسن ظن اور دوبالا ہو گیا۔ اور جب آیۂ موصوفہ یعنی قل ان کان للرحمٰن ولد قرآن شریف میں پڑھتے ہونگے تو کیسی خوشی ہوتی ہوگی کہ ہمارے مرزا صاحب کو بھی یہ رتبہ حاصل ہے اور اس خوشی میں معلوم نہیں کیسے کیسے خیالات پیدا ہوتے ہونگے جن کی تصریح کرنے پر زبان اُٹھ نہیں سکتی کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ سے انکا مرتبہ بلند تر سمجھتے ہونگے جس کا لازمی یہ ہے کہ اُس نص قطعی سے ان کو مستحق عبادت سمجھ لیا ہوگا کیونکہ اگر اس رتبے میں

نازل کیا تو الہام پر ایمان نہ ہوا اور جب الہام صحیح مان لیا گیا ہے تو ان کی پرستش لازم ہوگئی نعوذ باللہ من ذلک مگر مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب رب العالمین نہیں ہوسکتا باوجود اسکے نہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قسم کی محبت بیان کی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فرمایا۔ دیکھئے ابتدا کیا تھی اور انتہا کہاں ہوئی اس کے بعد صرف انا ربکم الاعلیٰ کا دعوے باقی رہگیا تھا سو اس میں بھی یوں دخل دیا گیا کہ یہ الہام ہوا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون جسکو الحکم مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں صرف کن کہدینے سے وہ چیز پیدا ہو جائیگی لیجئے خالقیت بھی مسلم ہوگئی پہلے نبوت کی وجہ سے عیسویت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اب تو نبوت کی بھی ضرورت نہ رہی۔

حق تعالےٰ عیسےٰ علیہ السلام کے معجزے احیائے موتی کی خبر قرآن شریف میں دیتا ہے قولہ تعالےٰ اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ احیائے موتے نہ تھا بلکہ قریب الموت مردہ مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کیلئے حرکت دیدیتے تھے۔ ازالہ صفحہ (۳۱۱) اور لکھتے ہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر یہ عاجز عمل مسمریزم کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ ازالہ صفحہ (۳۰۹) یہ آیت خدائے تعالےٰ کے اس کلام کی ہوئی جس پر ایمان لانا فرض ہے اور بغیر اس کے آدمی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا اور اپنے علم پر اس قدر وثوق کہ اعلان اس مضمون کا

دیاکہ میں بھی خالق ہوں کہ کن کہکر سب کچھ پیدا کرسکتا ہوں حالانکہ تولہ تعالے اچھی الموتے
کے ابطال کی غرض سے لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالےٰ اپنی ہر ایک صفت میں وحدہٗ
لاشریک ہے اپنی صفات الوہیت میں کسی کو شریک نہیں کرتا ازالہ صفحہ (۳۱۲) اور لکھتے
ہیں خدائے تعالےٰ اپنے اذن اور ارادے سے کسی شخص کو موت اور حیات اور ضرر اور
نفع کا مالک نہیں بناتا۔ ازالہ صفحہ (۳۱۵) اور حق تعالےٰ عیسےٰ علیہ السلام کے پرندے
بنانے کا معجزہ جو آیہ موصوفہ میں فرماتا ہے اسکی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ کچھ تعجب
کی جگہ نہیں کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی
کہ مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا پھونک مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز
کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے
ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی
کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح
کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہوجاتی ہے۔ ازالہ صفحہ (۳۰۳) غرض کہ بقول
مرزا صاحب معاذ اللہ عیسےٰ علیہ السلام ایک بڑھئی کے لڑکے اور معمولی آدمی تھے اور
اس فن میں بھی کامل نہ تھے کیونکہ لکھتے ہیں کہ امریکہ میں جو آجکل چڑیاں بنتی ہیں وہ بدرجہا
ان کی چڑیاں سے بہتر ہوتی ہیں۔ الحکم مورخہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں لکھتے ہیں
مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے
زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے
ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر
پاتا۔ انتہےٰ۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو خالقیت کا بھی دعوےٰ ہے

لفظ کن سے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ان کا روئے سخن صرف عیسے علیہ السلام ہی کی طرف نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی حق تعالے نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یہ صفت خاص آپ کو بھی دی گئی اور نہ وہ کسی حدیث میں حضرت نے فرمایا ہے اس سے ثابت ہے کہ گو مرزا صاحب زبانی غلامی کا دعوے کرتے ہیں مگر درحقیقت معاذاللہ افضلیت کا دعوے ہے۔

امام سیوطی رحمہ نے تفسیر درمنثور میں متعدد روایات ذکر کئے ہیں کہ نصارے نے یہ الزام دینا چاہا کہ عیسے علیہ السلام جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یعنی اللہ کے پاس جیسے آدم ویسے عیسے مٹی سے پیدا کر کے کن فرمایا سو وہ پیدا ہو گئے۔ غرضکہ بغیر باپ کے وہ پیدا کئے گئے مگر یہود ان پر بھی الزام لگاتے رہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا ممکن نہیں اس آیہ شریفہ میں حق تعالے نے انکا بھی رد کر دیا کہ بغیر باپ کے پیدا کرنا قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں اور اُس کی نظیر بھی موجود ہے کہ آدم علیہ السلام اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔ باوجود اس تصریح کے مرزا صاحب یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور دادا بھی باپ کا ہونا تو ان کی تصریح سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ نجاری کا کام کرتے تھے اور دادا کا ہونا اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح عقلی معجزہ دکھلایا ازالہ صفحہ (۳۰۴) اس میں شک نہیں کہ نص قطعی کے مقابلے کے لحاظ سے مرزا صاحب

سے اپنے کلام میں کوئی تاویل کر لینگے یا نص ہی کے معنے بدل دینگے مگر قرآن کے مقابلہ
ان الفاظ کا استعمال کرنا کس قدر بدنما اور خلاف شان ایمان ہے خصوصاً ایسے
موقع میں کیا سمجھا جائے جب کہ وہ اقسام کی توہین حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں امام حسین کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں اور
حسینی الفطرۃ ہوں ازالہ صفحہ (۶۸) اور لکھتے ہیں مجھے خدائے تعالے نے
آدم صفی اللہ اور نوح اور یوسف اور موسٰے اور ابراہیم کا مثیل قرار دیا اور یہانتک
نوبت پہنچی کہ بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کرکے ظلی طور پر مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا قرار دیا ازالہ صفحہ (۲۵۳) اور لکھتے ہیں جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے
لائق ٹھیر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ
کے نزدیک اس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل
بنکر آئیگا ازالہ صفحہ (۵۰۲) ان تقریروں میں سے اگرچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کی مشابہت سے ابتدا کی گئی جس سے یہی سمجھا گیا کہ عام طور پر مشابہت کا دعوے
ہے مگر در باطن ایک بڑے دعوے کی تمہید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
مثیل ہیں اور مثیل بھی وہ نہیں جسکو ہر شخص سمجھتا ہے بلکہ خود حضرت ہی ہیں جو بروزی طور
پر ظہور فرمائے ہیں جیسا کہ الحکم مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں جو قصیدہ انہوں
نے مشتہر کیا ہے اس سے ظاہر ہے اس قصیدے کا عنوان بخط جلی لکھا ہے۔

پیام شوق بجناب رسالت حضرت خاتم الانبیا سید الاصفیا فداہ ابی وامی صلعم از
خاکسار ابو یوسف احمدی سیالکوٹی ۵

دعوے ہمتائے جاناں ہو بھلا کسکی مجال		کسکو تاب ہمسری ہے سید لولاک سے
تونے دکھلایا بروزی طور سے اپنا جمال		قادیاں ہے جلوہ گر اب تیرے روئے پاک سے

غالباً مضمون بروز کسی مقام میں مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے مگر چونکہ یہ اخبار مرزا صاحب اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جاری کرتے ہیں اس لئے استدلال کیلئے وہی کافی ہے۔ چنانچہ اس شعر سے ظاہر ہے جو الحکم مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں لکھا ہے۔

احمدیت کا مسلم ارگن ہے الحکم		اور انفاس مسیحا کا دہن ہے الحکم

مسئلہ بروز قدیم حکما کا مسلک ہے جسکو فی زماننا ہر شخص نہیں جانتا چونکہ مرزا صاحب نے اپنے وسیع معلومات سے اس کی تجدید کی ہے اس لئے اولاً اسکا حال معلوم کرنیکی ضرورت ہے۔

شیخ بوعلی سینا نے شفا میں اور قطب الدین شیرازی نے شرح حکمۃ الاشراق میں لکھا ہے کہ بعض حکما بروز وکمون کے قائل تھے انکا قول ہے کہ استحالہ فی الکیف ممکن نہیں یعنی مثلاً پانی گرم کیا جائے تو یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ اس کی برودت جاتی رہی اور بجائے اس کے اس میں کیفیت حرارت آگئی اس لئے کہ حرارت وبرودت وغیرہ کیفیات اولیہ محسوسہ عناصر کی صور نوعیہ ہیں اور ممکن نہیں کہ صور نوعیہ فنا ہونے پر بھی حقائق نوعیہ باقی رہیں پھر پانی جو گرم ہو جاتا ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں حرارت بھی کامن یعنی پوشیدہ تھی جب حرکت جو باعث حرارت ہے اسکو لاحق ہوئی یا آگ اس سے متصل ہو تو وہ حرارت ظاہر ہو جاتی ہے جو اُس میں کامن تھی اصل یہ ہے کہ جتنے عناصر ہیں اس طور پر مخلوق ہوئے ہیں کہ ہر ایک میں تمام عناصر موجود ہیں مثلاً پانی میں آگ بھی ہے اور ہوا اور خاک بھی ہے نہ خالص پانی کہیں پایا جائیگا

نہ خالص آگ وغیرہ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی میں پانی غالب ہے اور کسی میں ہوا وغیرہ مثلاً پانی میں
پانی غالب ہے اور ہوا وغیرہ مغلوب ہیں۔ پھر جب مغلوب عنصر کو قوت دینے والا عنصر اس کے
ساتھ ملتا ہے تو مغلوب کو قوت ہو جاتی ہے اور سب پر وہی غالب ہو جاتا ہے اور محسوس ہونے
لگتا ہے غرضکہ نہ پانی آگ ہوتا ہے نہ آگ پانی بلکہ آگ کی قربت سے پانی میں جو آگ چھپی
ہوئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور باقی دوسرے عناصر اس سے متفرق ہو جاتے ہیں۔
اس مذہب کو شیخ نے شفا میں اور شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق میں متعدد دلائل سے
باطل کیا ہے۔ چونکہ ہماری غرض یہاں اُس سے متعلق نہیں اس لئے ان دلائل کے
ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ یہاں یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ بروز کے قائل
تھے وہ بھی بروز کو صرف عناصر ہی تک محدود رکھتے تھے اور وہ ہرگز اس کے
قائل نہ تھے کہ ایک آدمی کے جسم میں دوسرے آدمی کا جسم بروز کرتا ہے اور
غالباً مرزا صاحب بھی یہاں بروز سے بروز جسمانی مراد نہ لیتے ہونگے۔ بلکہ اس
بروز کا مطلب یہی فرماتے ہونگے کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بروز کی ہے جس سے یہ صادق آجائے کہ قادیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا بروز ہوا ہے جیسا کہ قصیدے میں مذکور ہے گو مرزا صاحب نے اس کو
بروز خیال کیا ہو مگر درحقیقت یہ تناسخ ہے جس کا قائل فیثاغورس تھا۔ تاریخ فلاسفہ
یونان جسکو عبد اللہ بن حسین نے لغت فرنساوی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے
اس میں لکھا ہے کہ حکیم فیثاغورس اس بات کا قائل تھا کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں
بلکہ ہوا میں پھرتی رہتی ہیں اور جب کوئی جسم مردہ پاتی ہیں فوراً اس میں گھس
جاتی ہیں پھر اس میں یہ پابندی بھی نہیں کہ انسان کی روح انسان ہی کے

جسم میں داخل ہو بلکہ گدھے کتے وغیرہ کے جسم میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اسی طرح حیوانات کی روحیں انسانوں کے اجسام میں بھی داخل ہو جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کسی حیوان کے قتل کو جائز نہیں رکھتا تھا۔ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو ان خرافات پر آمادہ کرنے والا صرف ایک خیال تھا کہ اپنا تفوق سب پر ثابت کرے اور تعلی کا موقع اچھی طرح حاصل ہو چنانچہ لکھا ہے کہ اس کا دعوے تھا کہ میری روح پہلے ایثالیدس کے جسم میں تھی جو عطارد کا بیٹا تھا جسکو اہل یونان اپنا معبود سمجھتے تھے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز عطارد نے اپنے بیٹے ایثالیدس سے کہا کہ سوائے بقاء دوام کے جو جی چاہے مجھ سے مانگ لے اُس نے یہ خواہش کی کہ میرا حافظہ ایسا قوی ہو جائے کہ جتنے واقعات زندگی ہیں اور موت کے بعد مجھ پر گذریں سب مجھکو یاد رہیں۔ چنانچہ اس وقت سے اس کو یہ بات حاصل ہو گئی۔ پھر اس نے اس دعوے کی تصدیق پر چند واقعات بیان کئے کہ اثالیدس کی روح جب اس کے جسم سے نکلی تو اوفوربیہ کے جسم میں گئی اور شہر تروادہ کے محاصرہ میں اسکو مینلاس نے زخمی کیا پھر اس کے جسم سے جب نکلی تو ہرموتیموس کے جسم میں داخل ہوئی پھر ایک صیاد کے جسم میں گئی جس کا نام پیروس تھا اس کے بعد اس عاجز کے جسم میں بروز کی جسکو تم فیثاغورس کہتے ہو اور چند درمیانی واقعات اور بھی بیان کئے۔ غرض کہ خدا کی صاحب زادگی کا اعزاز حاصل کرنے کی وہ تدبیر نکالی کہ جس کا جواب نہیں اور حافظہ اور طبیعت خداداد تو اسکو پہلے ہی سے حاصل تھی جس کے سبب سے شہرۂ آفاق ہو چکا تھا سب نے حسن ظن کر کے اس کی تصدیق کی۔ چونکہ اس زمانے میں الہام کا رواج نہ تھا اس لئے اسکو تناسخ

سلسلہ قائم کرنے اور ان خرافات کے تراشنے کی ضرورت ہوئی ورنہ الہام کا ہتکنڈا اگر اس کے ہاتھ آتا تو اس بکھیڑے کی ضرورت ہی نہوتی عطارد کی قسم کھاکر کہدیتا کہ مجھے الہام ہوا بلکہ عطارد نے اپنے روشن چہرے سے پردہ ہٹاکر روبرو سے کہدیا کہ تو میرا بیٹا ہے اور نشانی یہ ہے کہ میں جو سنتا ہوں یاد رکھ لیتا ہوں اور سنئے ہندسے وغیرہ کے مسائل ایجاد کرتا ہوں اگر اسکو نہیں مانتے ہو تو مقابلہ کرلو۔ غرض کہ اس دعوے کے بعد اس کی تعظیم و تکریم اور بھی بڑھ گئی۔ دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اُس کی شاگردی پر افتخار کرتے یہانتک کہ سعید وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو اس کے نزدیک بیٹھے چونکہ تعلیم میں خدا کے بیٹے کا بروز داخل تھا اس لئے اس کے شاگردوں کے ذہن میں اسکی الوہیت متمکن تھی۔ اگرچہ اس نے عقل سے بہت سارے کام لیے چنانچہ شکل عروس جو فن ہندسہ میں ایک مشہور اور مشکل شکل ہے اسکو اسی نے مدلل کیا مگر معتقدوں کے اعتقاد بڑہانے کے لئے اور تدابیر کی بھی ضرورت ہوئی چنانچہ ایک بار اُس نے ایک چھوٹا سا حجرہ زمین کے اندر تیار کرکے ایک سال اپنے تئیں اس میں محبوس کیا اور یہ مشہور کیا کہ دوزخ کی سیر کو جاتا ہوں اور اپنی ماں سے کہدیا کہ جو کچھ نئے واقعات شہر میں ہوں ان کو تحقیق کرکے لکھدیا کرے۔ ایک سال کے بعد جب اس حجرۂ تنگ و تاریک سے نکلا جو فی الحقیقت اس کے حق میں دوزخ ہی تھا تو ایسی حالت اسکی ہوگئی تھی کہ بمشکل پہچانا جاتا تھا اسی حالت میں سب کو جمع کرکے دوزخ کے واقعات بیان کئے کہ اس میں ہرمودس شاعر کو دیکھا کہ زنجیروں میں مقید اور مصلوب ہے اور ہومیرس کی ممدوح کو دیکھا کہ ایک درخت پر لٹکی ہوئی ہے جس کے اردگرد اژدہے احاطہ کئے

ہوئے ہیں اس قسم کے اور واقعات بیان کرکے کہا کہ اس مدت میں میں تم لوگوں سے بھی غافل نہ تھا۔ چنانچہ شہر کے تاریخ وار پورے واقعات بیان کردئے جو ملں کی تحریر میں ایک بار دیکھ لیا تھا اب اس کشف کے بیان سے تو اور بھی عزت دوبالا ہو گئی۔

ایک بار کہیں کھیل کود کا مجمع تھا اس میں چلا گیا۔ جب اُس کے پاس معتقدین کا مجمع ہوا تو ایک خاص طور کی سیٹی دی۔ ساتھ ہی ایک گدھا ہوا سے اتر آیا۔ لوگوں کو اس سے نہایت تعجب ہوا جس سے اور زیادہ معتقد ہو گئے۔۔ اور در اصل اس گدھ کو اس نے تعلیم دے رکھی تھی جس سے کسی کو اطلاع نہ تھی۔ یہ سب تدابیر اسی غرض سے تھیں کہ مافوق العادت امور معجزے کے رنگ میں پیش کرکے احمقوں میں امتیاز حاصل کیا جائے ایسے ہی لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عقلا کیسی کیسی تدابیر اپنی کامیابیوں کی سوچتے ہیں جن کی تہ تک پہنچنا ہر کسی کا کام نہیں۔ دیکھ لیجئے یہ شخص کیسا مدبر اور مقرر ہو گا کہ یونان جیسے خطے کے عقلا اور حکما کو احمق بنا کر ان کے خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا بن بیٹھا۔ یہی مسئلہ تناسخ و بروز تھا جو اسکو ترقی کے اعلےٰ درجے کے زینے تک پہنچا دیا تھا۔ مرزا صاحب چونکہ اعلےٰ درجے کے حاذق اور زمانے کے نبض شناس ہیں تشخیص کرکے وہی نسخہ استعمال کیا جو ایک حاذق کے تجربے سے مفید ثابت ہو چکا ہے۔ اگرچہ کہ اُس زمانے کے عقلا نے اعلےٰ درجے کی طبیعتیں پائی تھیں مگر فیضان کا سلسلہ منقطع نہیں۔۔ اہل کمال کے مثل ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو جو صنعتیں اس زمانے میں ظہور پا رہی ہیں اول زمانے سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے

کیا گیا کے ذہنوں کو متوجہ کرنے والی متقدمین کی کارروائیاں بطور مادہ پیش نظر ہیں اور قاعدے کی بات ہے کہ تلاحق افکار سے ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو موجد کو حاصل نہ تھی۔ دیکھئے فیثاغورس کو ایک سلسلہ گھڑنیکی ضرورت ہوئی کہ اسکی روح کئی جسموں میں ماری ماری پھری۔ اور مرزا صاحب کو اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی بلاواسطہ روح انہیں میں بروز کر گئی۔ اسکو عطارد کا بیٹا بننے میں کس قدر دشواریاں اٹھانی پڑی۔ اور مرزا صاحب صرف ایک ہی الہام سے متبنی اپنے خدا کے بن گئے اسکو دوزخ کی سیر کا فخر حاصل کرنے کے لئے ایک برس دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑا اور مرزا صاحب آرام سے اپنی خوابگاہ میں بیٹھے ہوئے تمام افلاک کی سیر کر لیتے ہیں بلکہ جب چاہتے ہیں خدا سے باتیں کر کے چلے آتے ہیں۔ اسکو معجزہ خارق العادت بتلانے کیلئے گدھہ کو تعلیم کی زحمت اٹھانی پڑی۔ اور مرزا صاحب کو خارق دکھلانیکی ضرورت ہی نہیں بیٹھے بیٹھے عقلی معجزے گھڑ لیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے دیکھا کہ نبوت کے دعوے میں مولوی پیچھا نہ چھوڑینگے۔ حسب احادیث صحیحہ دجال وکذاب کہا کرینگے۔ اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بروز کیا ہے تاکہ جہال حضرت کا نام سنکر دم نہ مار سکیں اس لئے کہ دجال وکذاب تو وہ ہو جو حضرت کے سوا کوئی دوسرا حضرت کے بعد نبوت کا دعوے کرے جب خود حضرت ہی وہ دعوے کر رہے ہیں تو اس لفظ کا محل نہ رہا۔ مگر یاد رہے کہ جبتک اس دعوے کو قرآن و حدیث سے وہ ثابت نہ کریں کوئی مسلمان ان کی ان ابلہ فریبیوں کو قابل توجہ نہیں سمجھ سکتا کیونکہ ہمارے دین میں تناسخ بالکل باطل کر دیا گیا۔ مرزا صاحب سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ حضرت آپ نے حمامۃ البشریٰ الی اہل مکۃ وصلحاء ام القریٰ میں تو

چونکہ اہل مکہ وغیرہم کو اطمینان دلایا تھا کہ میں علماء سے جو مناظرہ کرتا ہوں وہ صرف نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں ہے اس کے سوا کسی مسئلے میں مجھے اختلاف نہیں چنانچہ فرماتے ہیں واما ایمان تو منا دعلمائنا بالملٰئکۃ وغیرہا من العقائد فلسنا نجادلہم فیہ ولا نخطیہم فی ذالک ولیس فی ہذہ العقائد الا التسلیم وانما نحن مناظرون فی امر نزول المسیح من السماء حمامۃ البشریٰ بصریہ بروز وکمون اور دعوے نبوت وغیرہ کیسا۔

کیا یہ اعتقادی مسائل نہیں ہیں یا تمام مسلمانوں کے متفق علیہ یہ مسائل ہیں مرزا صاحب جھوٹ کو شرک کے برابر فرما چکے ہیں اور اُس موقع میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ جہاں دھوکا دینا مقصود ہو وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔

یہ چند تحقیقات اور اجتہادات مرزا صاحب کے اس غرض سے بیان کئے گئے کہ ان کی رفتار اور طبیعت کا اندازہ معلوم ہو جائے۔ العاقل یکفیہ الاشارۃ۔ سنن دارمی صہ ۳۱ میں روایت ہے کہ صبیغ عراقی اکثر قرآن کی آیات میں پوچھا پاچھی کیا کرتا تھا جب مصر کو گیا اور عمرو بن عاص رض کو اس کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو اپنی عرضی کے ساتھ حراست میں دیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرضی پڑھکر چھڑیاں منگوائیں اور اسکو اتنا مارا کہ زندگی سے وہ مایوس ہو گیا۔ پھر بہت عجز و الحاح پر چھوڑا تو گیا مگر احکام جاری ہو گئے کہ کوئی مسلمان اُس کو نزدیک نہ بیٹھنے دے۔ آخر جب اُس نے توبہ کی اور اس کا یقین بھی ہوا تو اس وقت مجالست کی اجازت دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے العاقل یکفیہ الاشارہ کے معنی عملی طور پر تمام مسلمانوں کو مشاہدہ کرا دیا کہ اُس کی یہ پوچھا پاچھی اشارۃً کر رہی ہے کہ کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ رنگ لانیوالی ہے اس لئے پیش از پیش ایسا بندوبست

گیا کہ اُس کے ہم خیالوں کا بھی ناطقہ بند ہو جائے پھر کس کی مجال تھی کہ قرآن کے معنی میں دم مار سکے۔ افسوس یہ کہ اسلام کا ایک زمانہ وہ تھا کہ اشارات وامارات پر اہل اسلام جہانتک حزم واحتیاط کو کام میں لاتے تھے اور ایک زمانہ یہ ہے کہ سر پر نقارے بج رہے ہیں مگر جنبش نہیں اور حسن ظن کے خواب غفلت میں بے حس وحرکت ہیں۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو حسن ظن کا مسئلہ معلوم نہ تھا صبیغ عراقی نے تو نہ کوئی بات ایجاد کی تھی نہ نبوت وغیرہ کا دعوے کیا وہ تو صرف بعض آیات کے معانی پوچھتا تھا جس میں حسن ظن کو بڑی گنجائش تھی کہ نیک نیتی سے خدائے تعالیٰ کی مراد پر مطلع ہونا چاہتا ہے جو ہر مسلمان کا مقصود دلی ہے۔ اب عقلا بصیرت سے کام لیکر غور فرما سکتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کی یہ تحریرات عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش ہوتیں تو کیا کیا ہو جاتا وہ زمانہ تو کچھ اور ہی تھا۔ مرزا صاحب اس زمانے میں بھی اسلامی سلطنتوں سے نہایت خائف ہیں یہانتک کہ باوجود اسقدر دولت وثروت کے حج فرض کو بھی نہیں جاسکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صاف طور پر یہ روایت ہے کہ جو کوئی ایسے کاموں کا مرتکب ہو جن سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے تو بدگمانی کرنے والے قابل ملامت نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ کنز العمال میں ہے عن عمر رضی اللہ عنہ قال من تعرض للتھمۃ فلا یلومن من اساء بہ الظن اور یہ تو قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ بعض وقت نیک گمان بھی گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ترجمہ اے مسلمانو بہت گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں انتہے اس آیۂ شریفہ میں حق تعالیٰ نے ظن سوء یعنی بدگمانی کی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً ظن فرمایا جو ظن خیر اور ظن سوء

دونوں پر شامل ہے جس سے ثابت ہے کہ جیسے باوجود آثار و علامات تدین کے بدگمانی درست نہیں ویسے ہی تخریب و فساد دین کے آثار و علامات کسی سے ظاہر ہونے پر حسن ظن جائز نہیں اسی وجہ سے صبیغ عراقی پر حسن ظن نہیں کیا گیا۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا یعنی اے مسلمانو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح اس کی تحقیق کر لیا کرو مفسرین نے اس آیت کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ حارث ابن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر کے گئے کہ میں اپنے قبیلے کی زکوٰۃ جمع کر کے رکھتا ہوں حضرت کسی کو بھیجکر منگوالیں۔ حضرت نے ولید بن عقبہ کو بھیجا وہ راستے ہی سے واپس آکر یہ شکایت پیش کیا کہ حارث بجائے اس کے کہ مجھے مال زکوٰۃ دے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا اس لئے میں جان بچاکر آگیا ہوں اس پر صحابہ نے غالباً ولید پر حسن اور اس کی خبر کی تصدیق کر کے حضرت سے کچھ عرض کیا ہوگا جس پر حضرت نے خالد بن ولید کو مع لشکر اُن کی سرکوبی کیلئے بھیجا اور فرمایا ان کے قتل میں جلدی نہ کرنا چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں جاکر مخفی طور پر خوب تحقیق کی جس سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کے اسلام میں کوئی اشتباہ نہیں خالد نے واپس آکر حقیقت حال بیان کی اور حارث بھی مال زکوٰۃ لیکر حاضر ہو گئے اور یہ آیت اُن کی برارت میں نازل ہوئی اور ہمیشہ کیلئے یہ حکم ہو گیا کہ احتیاطی امور میں حسن ظن سے کام نہ لیا جائے دیکھئے باوجودیکہ ولید صحابہ میں تھا اور معتمد علیہ سمجھا گیا۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے اس کا انتخاب فرمایا پھر ایسے شخص پر صحابہ نے اگر حسن ظن کیا تو کیا بُرا کیا تھا۔ مگر حق تعالیٰ نے اسکی بھی

ممانعت فرمادی کہ گو بعض قرائن حسن ظن کے موجود ہوں مگر جب تک پوری تحقیق نہ کی جائے اسباب ظاہری قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر چند صحابہ کل عدول اور اعلیٰ درجے کے متدین تھے مگر معصوم نہ تھے حکمت الٰہی اسی کو مقتضی تھی کہ ان سے بھی اتفاقی طور پر اقسام کے گناہ صادر ہوں تاکہ تمام امت کو جو قیامت تک باقی رہنے والی ہے ہر ایک گناہ کا حکم عملی طور پر معلوم ہو جائے۔

اب یہاں اہل اسلام غور فرمائیں کہ جب صحابہ کی نسبت یہ حکم ہو گیا کہ ان کی خبر مجرد احتیاطی امور میں قابل حسن ظن نہیں تو کسی دوسرے کی مجرد خبر وہ بھی کیسی کہ مجھے اللہ نے اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ کیونکر مانی جائے۔ شاید یہاں یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ نے فاسق پر حسن ظن کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے ولید کو حسن ظن کے وقت فاسق نہیں سمجھا تھا کیونکہ حسن ظن کے قرائن موجود تھے۔ پھر ان حضرات پر کیوں کر یہ بدگمانی کیجائے کہ باوجود فاسق سمجھنے کے اس پر حسن ظن کیا البتہ فسق کا حال اس خبر کے بعد کھلا جس سے اس کا فاسق ہونا مسلم ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے معاملہ میں عبد اللہ ابن سلول اور حسان ابن ثابتؓ اور مسطح ابن اثاثہؓ اور حمنہ بنت جحشؓ لوگوں کو خبر دیتے پھرے یہاں تک کہ یہ خبر مشہور ہو گئی۔ ہر چند صحابہ نے اسکی تصدیق نہیں کی مگر اس خیال سے کہ خبر دینے والے صحابہ ہیں اس کی تکذیب بھی نہیں کی اس پر حق تعالیٰ نے کمال عتاب سے فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم لوگ بچ گئے ورنہ اس تکذیب نہ کرنے پر بڑا عذاب تم پر نازل ہوتا کما قال تعالیٰ ولولا فضل اللہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ یعنی اگر تم مسلمانوں پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا تو جیسا
تم نے اس (نالائق) بات کا چرچا کیا اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل ہو گئی ہوتی آہ سنئے
اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس خبر کے سنتے ہی مسلمانوں کو لازم تھا کہ صاف کہ دیتے کہ یہ
خبر بالکل غلط اور بہتان ہے کما قال تعالے وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ
لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا
لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اور تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی۔
(سننے کے ساتھ ہی) کیوں نہیں بول اُٹھے کہ ہمکو ایسی بات منہ سے نکالنی زیبا نہیں
حاشا وکلا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے خدا تمکو نصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو
پھر کبھی ایسا کرنا نہیں۔ صحابہ نے اس خبر کو مشہور کرنے والوں کی گو تصدیق نہ کی
مگر تکذیب نہ کرنا خود قرینہ ہے کہ مخبروں پر کسی قدر حسن ظن ضرور کیا تھا ورنہ تکذیب
کرنے کو کون مانع تھا اتنے ہی حسن ظن پر عذاب عظیم کی تخویف کے مستحق ہو گئے اگر
حسن ظن سے تصدیق بھی کر لیتے تو معلوم نہیں کہ کس آفت کا سامنا ہوتا اب غور کیا جائے
کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کرنا کیا خدائے تعالے پر بہتان کرنے کے برابر ہو سکتا
ہے ہرگز نہیں۔ پھر مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ خدائے تعالے نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے
جس سے حق تعالے کا وہ ارشاد کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے
خلاف واقع ٹھیرتا ہے کیا بہتان نہیں ہے اور ان پر حسن ظن کرکے اس بہتان عظیم کی تصدیق کرنا
کس عذاب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ حق تعالی کس صراحت سے فرماتا ہے يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا
لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر تم ایمان رکھتے ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا مگر افسوس ہے

کہ اُس پر بھی عمل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے آفتوں پر آفتیں آتی جاتی ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ

یعنی کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار مبتلائے مصیبت ہوتے رہتے ہیں اس پر بھی نہ تو توبہ ہی کرتے ہیں اور نہ نصیحت ہی پکڑتے ہیں انتہیٰ مرزا صاحب جو اکثر لکھتے ہیں کہ اُن کے نہ ماننے کے سبب سے طاعون اور زلزلوں کا سلسلہ جاری ہے سو اس کا تو ثبوت کسی طرح مل نہیں سکتا مگر اس نص قطعی سے اشارۃً اس بات کا ثبوت ملسکتا ہے کہ مرزا صاحب کے بہتان علی اللہ کے ماننے کی وجہ سے یہ مصیبتیں آرہی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب کسی قوم کے بداسلوبیوں کی وجہ سے عذاب آسمانی اترتا ہے تو وہ عام ہوجاتا ہے اور اُس میں کسی کی تمیز باقی نہیں رہتی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور افک کے واقعہ میں حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا

وَلَوْلَا جَاءُوْا عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَاءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّھَدَاءِ فَاُولٰٓئِکَ

عِنْدَ اللہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ یعنی (جن لوگوں نے یہ طوفان اُٹھا کھڑا کیا) اپنے بیان کے ثبوت پر چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب گواہ نہ لاسکے تو خدا کے نزدیک (بس) یہی جھوٹے ہیں۔ انتہیٰ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسے دعووں پر معتبر گواہوں کی ضرورت ہے ورنہ قابل التفات نہیں۔ مرزا صاحب دعوے نبوت پر جو مصنوعی گواہ پیشگوئیاں وغیرہ پیش کرتے ہیں جو کاہن رمّال نجومی بھی کیا کرتے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اس معاملے میں گواہ سمجھے جائیں۔ کتاب المختار فی کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ بعض دوائیں ایسی بھی ہیں کہ اگر آدمی سونے کے وقت ان کا بخور لے تو آئندہ کے واقعات خواب میں معلوم ہوتے ہیں جھوٹے دعوے کرنیوالے اس قسم کی تدابیر سے پیش گوئیاں کیا کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث واجماع وغیرہ سے جو ثابت ہے کہ مدعی کچھ بھی دعوے کرے اُس سے گواہ طلب کئے جائیں یہ امر ہمارے دعوے پر گواہ صادق ہے کہ کسی مدعی پر حسن ظن نہ کیا جائے پھر جب خود دعوے اس قسم کا ہو کہ سرے سے دین ہی اسکو قبول نہیں کرتا تو حسن ظن وہاں کیونکر درست ہوگا اس قسم کے دعووں پر نہ گواہ طلب کرنے کی حاجت ہے نہ اُن کی گواہی مقبول ہو سکتی ہے ان دعووں میں کیسی ہی ملمع سازیاں کی جائیں بدگمانی واجب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ الحزم سوء الظن جس کا مضمون سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ؎

نگہدار وآں شوخ در کیسہ دُر		کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ایمان کیسا دُر بے بہا ہے جب ایک پتھر کی حفاظت کیواسطے عقل عام بدظنی پر آمادہ کر دیتی ہے تو اس گوہر بے بہا کی حفاظت کے لئے کس قدر بدگمانی کی ضرورت ہے ورنہ یہ سمجھا جائیگا کہ ایمان ایک پتھر کے برابر بھی نہیں سمجھا گیا۔

دین میں تہتر فرقے جو ہوگئے جن کا ناری ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے سب کا وجود وبقا اسی حسن ظن ہی کی بدولت ہوا اگر کسی بانئے مذہب پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو نہ اوروں کے حوصلے بڑھتے نہ کسی کا خیال اس طرف متوجہ ہوتا۔

دیکھئے یہ حدیث صحیح ہے عن عرفجۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیکون ہنات وہنات فمن اراد ان یفرق امر ہذہ الامۃ وہو جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان رواہ مسلم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ شر وفساد ہونگے سو یاد رکھو کہ جو کوئی اس امت کے اجتماعی حالت میں تفرقہ

ڈالنا چاہے اس کو تلوار سے قتل کرڈالو اسے نہیے۔ کیا اچھا ہوگا کہ اگلے زمانے کے لوگ تفرقہ اندازوں پر حسن ظن نہ کرکے جس طرح اس حدیث شریف نے قطعی فیصلہ کردیا ہے ان کو قتل ہی کر ڈالتے جس سے ان مذاہب باطلہ کا نام لینے والا ہی کوئی نہ رہتا اور تمام امت متفق اور ایک دوسرے کی معاون رہتی اور لاکھوں فرق باطلہ کے لوگ دوزخ سے محفوظ رہتے الحاصل اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ بے موقع حسن ظن نے اسلام میں بڑی بڑی رخنہ اندازیاں کیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے برادران دینی ابتک ہوشیار نہیں ہوئے اور اس مقولے پر غور نہ کیا۔ من جرب المجرب حلت به الندامة روح البیان

اور روح المعانی وغیرہ تفاسیر میں یہ روایت ہے عن الحسن البصری قال کنا فی زمان الظن بالناس حرام وانت الیوم فی زمان اعمل واسکت وظن بالناس ماشئت یعنی ہم نے ایسا زمانہ بھی دیکھا ہے کہ بدگمانی اس وقت حرام تھی اس لئے کہ عموماً صلحا اور سب آثار خیر نمایاں تھے اور اب وہ زمانہ آگیا کہ اپنی ذات سے عمل کرکے ساکت رہو اور جس پر جو چاہو گمان کرو کیونکہ لوگوں سے ایسے ہی افعال صادر ہورہے ہیں جن سے بدگمانی کو موقع ملتا ہے۔ دیکھئے جب پہلی صدی کے آخر کا یہ حال ہو تو چودھویں صدی کا کیا حال ہوگا۔ حسن بصری رح کے قول سے مستفاد ہے کہ جس کا خبث باطن ظاہر ہونے لگے تو اس عالم میں اس کو اتنی سزا تو ضرور ہے کہ اس کے ساتھ بدگمانی کی جائے کسی شاعر نے لکھا ہے ؎

خیانتہائے پنہاں میکشد آخر برسوائی	کہ دزد خانگی را شحنہ در بازار میگیرد

تاریخ دانوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اسی بے موقع حسن ظن ہی سے نصاریٰ نے کرمان

کو تباہ کیا اور ایسی چشم بندی کی کہ انیس سو برس سے اہل کتاب کی آنکھ نہ کھلی اس اجمال کی تفصیل اس واقعہ سے ظاہر ہے جو علامہ خیر الدین افندی الوسی نے الجواب الفسیح صفحہ (۳۱۳) میں اسلامی اور نصاریٰ کی تواریخ سے نقل کیا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد جب عیسائیوں کی حقانی پُر اثر تقریریں یہود کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگیں اور یہودی جوق جوق دین عیسائی قبول کرنے لگے تو بولس جو یہود کا بادشاہ تھا کل عیسائیوں کو شام کے ملک سے خارج کر دیا۔ مگر دیکھا کہ اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور عیسویت ویسی ہی ترقی پذیر ہے مجبور ہو کر ارا کین دولت سے کہا کہ یہ فتنہ روزافزوں ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کے فرو ہونے کی کوئی تدبیر نہیں بنتی۔ اب میں ایک رائے سوچا ہوں خواہ وہ اچھی ہو یا بُری تم میری موافقت کرو انہوں نے قبول کیا اُن سے اُس نے معاہدہ لیکر سلطنت سے علٰحدہ ہو عیسائیوں کا لباس پہن اُن میں چلا گیا وہ اُس حالت میں اس کو دیکھتے ہی خدا کا شکر بجا لائے اور بہت کچھ آؤ بھگت کی اُس نے کہا کہ اکابر قوم کو جلد جمع کرو کہ میں کچھ اُن سے کہنا چاہتا ہوں سب فوراً جمع ہو گئے۔ اُس وقت اُس نے یہ تقریر کی کہ جب تم لوگوں کو میں شام سے نکالدیا مسیح نے مجھ پر لعنت کی اور میری سماعت بصارت عقل سب چھین لی جس سے میں اندھا بہرا دیوانہ ہو گیا۔ اس حالت میں مجھے متنبہ اور یقین ہوا کہ بیشک سچا دین یہی ہے جس پر تم ہو اب بفضلہ تعالیٰ اپنے باطل دین اور دنیائے فانی کی سلطنت کو چھوڑ کر تمہاری رفاقت اور فقر و فاقے کو سعادت ابدی جانتا ہوں۔ اور عہد کر لیا ہوں کہ بقیہ عمر توریت کی تعلیم اور اہل حق کی صحبت میں بسر کروں۔ آپ صاحبوں سے میری یہ التماس ہے کہ ایک چھوٹا سا گھر بنا دو جس میں عبادت کیا کروں اور اُس میں بجائے

بستر الکھ بچھادو میں نہیں چاہتا کہ عمر دو روزہ میں کسی قسم کی آسائش حاصل کروں یہ کہکر دیوتیت کی تلاوت اور اس کی تعلیم میں مشغول ہو گیا۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اگر کسی بستی کا زمیندار ایسے حقانی پر جوش الہامی کلمات کہتا ہے اور حالت موجودہ بھی کسی قدر اس کی تصدیق کرتی ہو تو طبیعتوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو جاتا ہے چہ جائیکہ بادشاہ وقت سلطنت ترک کرکے زمرۂ فقرا میں داخل ہو جائے اور منشا اس کا ایک زبردست الہام بیان کرے جس نے تخت و تاج شاہی سے لباس فقر و بستر خاک پر قانع کر دیا اور حالت موجودہ بھی از سر تا پا اس کی تصدیق کر رہی ہو تو پھر اس زمرۂ فقرا میں کس کا دل ایسا ہوگا کہ جان و مال اس پر فدا کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ غرض کہ عبادت خانہ فوراً تیار ہو گیا اور اس میں عزلت اختیار کی۔ دوسرے روز جب سب معتقدین جمع ہوئے تو دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اثنائے تقریر و تعلیم میں کہا کہ ایک بات میرے خیال میں آئی ہے اگر مناسب سمجھو تو قبول کرو سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔ کہا جتنی جہان کو روشن کرنے والی چیزیں عالم غیب سے آتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے آتی ہیں کیا یہ بات سچ ہے سب نے کہا ہاں یقیناً سچ ہے۔ کہا میں صبح و شام دیکھتا ہوں کہ آفتاب ماہتاب وغیرہ سب مشرق کی طرف سے نکلتے ہیں۔ اس لئے میری رائے میں قبلہ بنانے کے لائق مشرق سے بہتر کوئی سمت نہیں۔ نماز اسی طرف پڑھنی چاہیئے۔ سب نے بطیب خاطر آمنا و صدقنا کہکر بیت المقدس کو جو تمام انبیا کا قبلہ تھا ایک ہی بات میں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے عبادت خانے میں چلا گیا اور دو روز تک نہیں نکلا جس سے لوگوں کو سخت تشویش ہوئی۔ تیسرے روز جب معتقدین کا ہجوم ہوا۔ برآمد ہو کر تعلیم و تقریر شروع کی اثنائے تقریر میں کہا کہ مجھے ایک اور بات سوجھی ہے سب تحقیق جدید سننے کو تو

پہلے ہی سے مشتاق تھے۔ یہ مژدہ سنکر بسمع قبول متوجہ ہو گئے کہا گیا یہ بات سچ ہے
کہ جب کوئی معزز شخص کسی معمولی آدمی کے پاس ہدیہ بھیجے اور وہ قبول نہ کرے تو اسکی
کسر شان ہوتی ہے سب نے کہا بیشک نہایت درجہ کسر شان ہے کہا جتنی چیزیں زمین و
آسمان میں ہیں خدائے تعالےٰ نے سب تمہارے ہی لئے بنائی ہیں ایسے ہدیہ کو
رد کر دینا یعنی بعض اشیا کو حرام سمجھنا کیسی گستاخی ہے۔ عقیدت مندی یہی ہے کہ
جتنے چھوٹے بڑے حیوانات ہیں سب کو شوق سے کھانا چاہیے۔ سب نے آمنا
وصدقنا کہکر نہایت کشادہ دلی سے وہ بھی قبول کر لیا اُس کے بعد عبادت خانے سے
تین دن تک نہیں نکلا جس سے لوگوں کو سخت پریشانی اور ملاقات کا نہایت شوق
ہوا۔ چوتھے روز دروازہ کھول کر مشتاقان دیدار کو تسلی دی پھر پوچھا کیا تم نے سنا ہے
کہ کوئی آدمی مادر زاد اندھے کو بینا اور ابرص کو چنگا اور مردوں کو زندہ کیا ہے۔
لوگوں نے کہا ممکن نہیں کہا دیکھو مسیح یہ سب کام کرتے تھے اس لئے میں تو یہی کہونگا
کہ مسیح آدمی نہ تھا بلکہ خود اللہ تعالےٰ تھا جو چند روز تم میں ظاہر ہو کر چھپ گیا یہ سنتے ہی
خوش اعتقادوں کے نعرے آمنا وصدقنا کے ہر طرف سے بلند ہوئے اور سوائے
معدودے چند کے سب نے بالاتفاق کہدیا کہ بیشک مسیح آدمی نہ تھا غرض تین ہی
معرکوں میں اُس نے میدان مار لیا اور سب کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا کر
ایک نئی سلطنت قائم کرلی۔ حیرت کا مقام یہ ہے کہ اُن سادہ لوحوں نے یہ بھی
نہ پوچھا کہ حضرت آپ کو عیسائی ہونے کا دعوےٰ ہے پھر یہ مخالف باتیں کیسی
آخر ہم بھی اپنے نبی کے کلام اور اُن کے طریقے سے واقف ہیں کبھی اس قسم کی
بات ان سے نہیں سُنی اور اگر یہ الہامات ہیں تو جس نبی کے امتی ہونے کا دعوےٰ ہے

اُس کے طریقے کے مخالف الہام کیسے۔ بہر حال جدت پسند طبائع حسن ظن کر کے اس کے مکر وتزویر کے دام میں پھنس گئے مگر ایک شخص کامل الایمان جس کا شمار اُن لوگوں میں تھا جنکو اُس زمانے کی اصطلاح میں لکیر کے فقیر کہتے ہیں اُٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہا تم پر خدا کی مار اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ کمبخت تمہارا دین بگاڑنے کو آیا ہے ہم نے خود مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے کبھی اُن سے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں مگر ایک شخص کی بات نقارخانے میں طوطی کی آواز تھی کسی نے نہ سنی آخر وہ بزرگ اپنے چند رفقا کو لیکر علیحدہ ہو گئے نصاریٰ کو اس شخص پر حسن ظن اس قدر ہے کہ ابتک اسکو پولوس مقدس لکھتے ہیں۔ دیکھئے اسی حسن ظن کا اثر ہے کہ ان کو قطعی کافر بنادیا۔ اس میں شک نہیں کہ اُس کی ظاہری حالت قابل حسن ظن تھی۔ مگر اس قسم کے اقوال کے بعد ایسے شخص پر حسن ظن رکھنا کیا کسی نبی کی شریعت میں جائز ہوسکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ جس چیز کا انجام کفر ہو وہ اگر کفر نہیں تو گناہ کبیرہ تو ضرور ہوگی۔ اسی وجہ سے یہ قاعدہ مسلم ہے کہ مقدمۃ الحرام حرام ہر چند اُس زمانے کے لوگوں نے دھوکا کھایا۔ مگر ادنے تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا سبب قوی تھا اس لئے کہ اُنہوں نے دیکھا کہ بادشاہ وقت دین کا دشمن اپنے نبی کے معبود سے ایمان ظاہر کر رہا ہے اور اس کی حالت بھی گواہی دے رہی ہے کہ جبتک باطنی نور کا اثر اُس کے دل پر نہ ہوا ہو ممکن نہیں کہ سلطنت چھوڑکر فقرو فاقے کی مصیبتیں برداشت کر سکے اس قسم کے مکروں پر مطلع ہونا سوائے اہل بصیرت کے ہر کسی کا کام نہیں۔ مگر حیرت یہ ہے کہ پولس صاحب نے جن باتوں کے جانے کیلئے سلطنت چھوڑ دی تھی مرزا صاحب اُنہی قسم کی باتوں کی بدولت ایک ایک قسم کی سلطنت حاصل کر رہے ہیں اور لاکھوں روپے کما رہے ہیں۔ اقتضائے زمانہ اسے کہتے ہیں کہ بادہ۔ بکہ

عقل و فراست آجکل ترقی پر ہے اور قدیم لوگ بے وقوف سمجھے جاتے ہیں مگر بہت سے عقلمندوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب کیا کر رہے ہیں اس کی نظیریں اسلامی دنیا میں بھی بہت سی موجود ہیں جو تاریخ دانوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

کتاب المختار میں علامہ جوبری نے لکھا ہے کہ سفارح کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام اسحاق تھا اصفہان میں آکر سخت مفسدہ پردازیاں ہرپا کیا یہ شخص مغرب کا رہنے والا تھا اُسی طرف وہ قرآن توریت وانجیل وزبور وغیرہ کتب آسمانی پڑھکر جمیع علوم مروجہ کی تحصیل اور اکثر السنہ اور اقسام کے خطوط کی تکمیل کر کے اصفہان میں آیا اور دس برس تک ایک مدرسے میں مقیم رہا اس مدت میں نہ کوئی کمال ظاہر کیا نہ کسی سے بات کی۔ یہانتک کہ اخرس یعنی گنگا مشہور ہوگیا۔ مگر معرفت سب سے پیدا کرلی۔ پھر اُسنے ایک رات ایک خاص قسم کا روغن تیار کر کے اپنے منہ پر ملا اور دو شمعیں خاص قسم کی روشن کیں جن کی روشنی میں چہرے کا روغن ایسا چمکنے لگا کہ جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ پھر تین چیخیں ایسی ماریں کہ سب مدرسے کے لوگ چونک پڑے اور آپ نماز میں مشغول ہوکر نہایت تجوید اور عمدہ لہجے سے باواز بلند قرآن پڑھنے لگا۔ مدرسین اور اعلے درجے کے طلباء نے جب دیکھا کہ وہ گنگا نہایت فصیح ہوگیا اور چہرہ ایسا پرانوار ہے کہ نگاہ نہیں ٹھیر سکتی تھی اس قدرت خدا کے مشاہدے سے صدر مدرس تو بیہوش ہوگئے اور دوسرے لوگ سکتے کے عالم میں تھے جب افاقہ ہوا تو صدر مدرس صاحب نے خیال کیا کہ یہ قدرت خدا کا نیا تماشا اگر عماید بلد بھی دیکھیں تو اچھا ہوگا مدرسے کے دروازے پر جب آئے تو وہ مقفل تھا اور کلید مفقود کسی تدبیر سے باہر نکلے وہ آگے اور تمام فقہا اُن کے پیچھے پیچھے قاضی شہر کے مکان پر آئے وہ اس ہجوم اور چیخم چاخ سے

بدحواس باہر نکل آئے اور اس عجیب وغریب واقعے کو سنکر وزیر کو اطلاع دی۔ غرض کہ تمام شہر میں اُس رات ایک ہنگامہ تھا۔ ہر طرف سے جوق جوق لوگ چلے آرہے تھے کہ چلو قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ وزیر وقاضی وغیرہ معززین شہر مدرسے کے دروازے پر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے کسی نے پکار کر کہا حضرت آپ کو اسی خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو یہ درجہ عطا فرمایا خدا کے لئے دروازہ کھولئے اور مشتاقان دیدار کو اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمائے اُس نے کوئی تدبیر ایسی کی کہ قفل گر پڑے مگر بظاہر آواز بلند کہا اے قفلو کھل جاؤ اس کی آواز کے ساتھ قفلوں کے گرنے کی آواز نے لوگوں کے دلوں پر عجیب قسم کی تاثیر کی کہ سب خائف وترسان ہوگئے اور دروازہ کھول کر کمال ادب سے روبرو جا بیٹھے۔ قاضی صاحب نے جرأت کرکے پوچھا کہ اس واقعۂ حیرت انگیز سے تمام شہر گرداب اضطراب میں ہے اگر اسکی حقیقت بیان فرمائی جائے تو سب پر منت ہوگی کہا چالیس روز سے مجھے کچھ آثار نمایاں ہورہے تھے۔ آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ اسرار خلق مجھ پر علانیہ منکشف ہوگئے تھے مگر میں بیان نہیں کرسکتا تھا۔ آج رات ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے مجھکو جگا کر اُنہوں نے نہلایا اُس کے بعد مجھ پر نبوتی سلام اس طور سے کہا کہ السلام علیک یا نبی اللہ مجھے خوف ہوا کہ معلوم نہیں اس میں کیا ابتلا ہے اس لئے جواب سلام میں میں پس وپیش کر رہا تھا کہ اُن میں سے ایک نے مجھ سے کہا افتح فاک باسم اللہ الازلی یعنی بسم اللہ کہکر مُنہ تو کھولو میں نے مُنہ کھول دیا اور دل میں باسم اللہ الازلی کو دہراتا رہا۔ اُنہوں نے ایک سفید سی چیز میرے مُنہ میں رکھدی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ چیز کیا تھی۔ مگر اتنا کہ سکتا ہوں کہ وہ برف سے

زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھی اُس کے حلق سے
نیچے اترتے ہی میری زبان گویا ہوگئی اور ابتداءً میری زبان سے یہی نکلا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
واشہد ان محمدا رسول اللہ یہ سنکر فرشتوں نے کہا تم بھی رسول اللہ برحق ہو میں نے
کہا اے بزرگوار و یہ کیا کہتے ہو انہوں نے کہا اللہ نے تمکو نبی بنا کر اس قوم میں مبعوث
کیا ہے میں نے کہا یہ کیسی بات ہے حق تعالیٰ نے تو ہمارے سید روحی فداہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خاتم النبیین فرمادیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ سچ ہے مگر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیا کے خاتم تھے جن کی ملت اور شریعت دوسری تھی تم
اس ملت کے نبی ہو یعنی تمہاری نبوت ظلی ہے مستقل نہیں میں نے کہا مجھ سے تو
یہ دعوے کبھی نہ ہوسکیگا اور نہ میری کوئی تصدیق کریگا کیونکہ میرے پاس کوئی معجزہ
نہیں۔ انہوں نے کہا جس نے تمہیں گنگا پیدا کرکے ایک مدت کے بعد فصیح بنادیا
وہ خود تمہاری تصدیق لوگوں کے دلوں میں ڈالدیگا تمہیں اس سے کیا کام اور
معجزات بھی لیجئے جتنی آسمانی کتابیں تمام انبیا پر نازل ہوئیں سب کا علم تمہیں دیا گیا
اور کئی زبانیں اور کئی قسم کے خطوط تم کو عطا کئے گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ قرآن
پڑھو میں نے جس طرح نازل ہوا پڑھکر ان کو سنادیا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنادی
پھر توریت و زبور و صحف پڑھنے کو کہا وہ بھی سنادئے اور ان کتابوں کا القا جو میرے
دل پر ہوا اس میں کوئی تصحیف تحریف اور اختلاف قرأت کی آمیزش نہیں تھی۔ بلکہ
جس طرح منزل من اللہ ہوئی ہیں بلا کم و بیش اسی طرح میرے دل میں ڈالی گئیں جسکی
تصدیق فرشتوں نے بھی کی پھر ملائکہ نے کل کتب سماویہ مجھ سے سنکر کہا قم فانذر الناس
یعنی اب اٹھو اور لوگوں کو خدا سے ڈراؤ یہ کہکر وہ چلے گئے اور میں نماز میں مشغول

ہوگیا اس وقت انوار و تجلیات جو میرے دل پر نازل ہورہے تھے اُنکا یہ عالم تھا کہ کچھ بیان نہیں کرسکتا غالباً اُس کے کسی قدر آثار چہرے پر بھی نمایاں ہوگئے ہونگے اور ابتک بھی محسوس ہوتے ہونگے یہ تو میری سرگذشت تھی اب میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ جو شخص خدا پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر مجھ پر ایمان لایا اُسکو تو نجات ملی اور جس نے میری تکذیب کی اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو بھی معطل کردیا اور وہ کافر ہے۔ اگرچہ علما اور سمجھدار لوگوں نے اُس کی تصدیق نہ کی ہوگی لیکن پھر بھی ظاہر پرست اتنے اُس کے مرید ہوگئے کہ سلطنت کا مقابلہ کرکے بصرہ و عمان وغیرہ تک قبضہ کرلیا ہرچند آخر میں مارا گیا لیکن اُس کی امت ابتک عمان میں موجود ہے اخرس کو دس بیس برس تو محنت کرنی پڑی مگر رائے بڑی پختہ تھی آخر باطل قیاسوں سے نتیجہ خاطر خواہ نکال ہی لیا کہ ایک ہی رات میں حسن ظن کی روح ایسی پھونکدی کہ بات بات پر آمنا و صدقنا کی آواز بلند ہونے لگی۔ بقول مرزا صاحب یہ عقلی معجزہ تھا اور کس زور کا تھا کہ ایک ہی رات میں اُس نے اپنا سکہ جما لیا۔ بیس برس گنگا رہنے کی مشقت اسکو اس وجہ سے اُٹھانی پڑی کہ اُس زمانے میں خارق العادت بھی قابل اعتبار سمجھے جاتے تھے۔ مرزا صاحب نے عقلی معجزے نکالکر اس مشقت کو بھی اٹھادی۔ اس نے الہام کی عزت ثابت کرنے کیلئے دس سال کی مشقت گوارا کی مرزا صاحب نے یہ مدت براہین احمدیہ کی تالیف اور اعتبار بڑھانے میں صرف کی جس سے ان کے الہاموں کی عزت ہونے لگی۔

تاریخ دول اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص خوزستان سے سواد کوفہ میں آکر ایک مدت تک ریاضت میں مشغول رہا یہانتک کہ کثرت صوم و صلوٰۃ

وعبادات سے اقران ومعاصرین پر اس کی فوقیت مسلم ہوگئی اُس کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ صرف بوریا پر گذر اوقات کرتا اور کسی سے کچھ نہ لیتا اور وعظ ونصائح کی پرزور تقریر ونکی یہ کیفیت کہ سامعین کے دلوں کو ہلا دیتی۔ غرض کہ ہر طرح سے معتقدین کے دلوں پر جب پورا تسلط کر لیا اور حسن ظن کا اندازہ کرکے دیکھ لیا کہ اب ہر بات چل جائیگی۔ تو پہلے تمہیداً تقلید کا مسئلہ چھیڑا کہ دین میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کے تسلیم کے بعد کہا کہ اجماع بھی کوئی چیز نہیں۔ پھر احادیث میں وہی کلام کیا جو آجکل ہو رہا ہے۔ جب اُس پر بھی سب نے آمنا وصدقنا کہدیا تو بطور امتحان چند مسائل معمولی نماز وروزہ کے ایسے بیان کئے جو مخالف اجماع واحادیث تھے۔ معتقدین نے اسی پر عمل شروع کر دیا۔ اس امتحان کے بعد بطور راز کہا کہ دیکھو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی رو سے امام زمان کو معلوم کرنا نہایت ضروری امر ہے مگر یاد رکھو کہ امام زمان کا خاندان نبوت اور اہل بیت سے ہونا ضروری ہے۔ اور وہ قریب میں نکلنے والے ہیں۔ الحاصل ان کو امام زمان کا مشتاق بناکر شام کو چلا گیا وہاں بھی اسی تدبیر سے لوگوں کو امام زمان کا مشتاق اور منتظر بنا دیا۔ جب ایک وسیع ملک امام زمان کا مشتاق اور منتظر ہوگیا تو اُس کے قرابتداروں سے ایک شخص جس کا نام ذکرویہ یحییٰ تھا اس نے اپنے آپکو محمد بن عبد اللہ ابن اسمعیل ابن امام جعفر صادق مشہور کرکے مہدویت کا دعوے کیا لوگ تو منتظر ہی تھے اور دیکھا کہ نام بھی وہی ہے جو احادیث میں وارد ہے ان کو مہدی موعود کا ملجانا ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ غرض کہ حسن ظن والوں کا ایک لشکر عظیم جمع ہو گیا۔ اور مہدی موعود صاحب نے اپنے معتقدین کو لوٹ کھسوٹ پر لگا دیا اور مکہ معظمہ میں اس قدر مسلمانوں کی خونریزی

کیونکہ کسی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ملسکتی یہ وہی فتنۂ قرامطہ ہے جس سے تواریخ کے ہزو حصے جزو سیاہ ہیں۔ دیکھ لیجئے اس فتنے کی بنیاد اُسی حسن ظن پر تھی جو خوزستانی کے تقدس پر کیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کے تقدس کا اثر بھی کچھ کم نہیں آپ کے جراحات جو التیام پذیر نہیں قرامطہ کے جراحات سنان سے کم نہیں۔ اگر وہاں جسمانی قتل تھا تو یہاں روحانی ہے عن ابن مسعود وعبداللہ بن غافر وثابت ابن ضحاک رضی اللہ عنہم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن المومن کقتلہ رواہ الطبرانی والخرائطی کنز العمال صفحہ (۱۲۵) جلد (۲) یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان پر لعنت کرنا گویا اسکو قتل کرنا ہے انتہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کا لشکر لعن مسلمانوں کو برابر قتل کر رہا ہے یا نہیں۔ چونکہ امام مہدی علیہ السلام کا قیامت کے قریب تشریف فرما ہونا تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسلام کے مسلمہ مسائل سے ہے جسکی وجہ سے ہر زمانے میں لوگ مہدویت کا دعوے کرتے رہے ہے۔ جس کا حال کتب تواریخ سے ظاہر ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ اہل بیت سے ہونگے اور ان کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا۔ اس لئے جن لوگوں نے مہدویت کا دعوے کیا ان کو اس کی بھی ضرورت ہوئی کہ اُس نام و نسب کے ساتھ متصف ہوں اسی وجہ سے خوزستانی مذکور نے زکرویہ کا نام محمد بن عبداللہ بتلایا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اس کا ہونا بیان کیا۔ اگر مہدویت کیلئے اس نام و نسب کی ضرورت نہ سمجھی جاتی تو اسکو اس جھوٹ کہنے اور نسب سیادت میں داخل کرکے اسکو ملعون بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کیلئے یہ نام و نسب لازم ہے۔

خوزستانی کو زکرویہ کا نام و نسب بدلنے کا موقع ملگیا تھا اس لئے کہ جن

لوگوں کے روبرو اس کا حال بیان کیا تھا وہ اسکو جانتے نہ تھے صرف حسن ظن سے
اس کے بیان کی تصدیق کرلی تھی کہ واقع میں اس کا نام و نسب وہی ہو گا جو وہ کہتا
ہے۔ مرزا صاحب کو نام و نسب بدلنے کا موقع نہ ملا اس لئے کہ قادیان کے لوگ ان کو
جانتے تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ احادیث میں جو نام و نسب
امام مہدی علیہ السلام کا وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ نام غلام احمد ہو اور مرزا
ہو۔ مگر مہدی ضرور ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۷) میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ہو جاؤ گے تو محمد بن
عبد اللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمدؐ بن عبد اللہ
آئیگا یا عیسیٰ بن مریم آئیگا۔ در اصل اپنی مراد و مطلب میں ہم شکل ہیں محمد ابن عبد اللہ
کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہو جائیگی جو اپنی درستی کیلئے
سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر ظاہر
ہو گا۔ اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت نام محمدؐ بن عبد اللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب
یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام محمدؐ ابن عبد اللہ ہو گا۔ کیونکہ محمدؐ صلی اللہ
علیہ وسلم کا مثیل بنکر آئیگا۔

یہ بھی غنیمت ہے کہ مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جن حدیثوں میں مہدی کا
وعدہ ہے اس میں ان کا نام محمدؐ ابن عبد اللہ ہے اب ان حدیثوں کو دیکھئے جن میں
مہدی علیہ السلام کے آنے کا وعدہ ہے۔ کنز العمال کی کتاب القیامت میں بکثرت
روایات موجود ہیں جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابشروا
بالمہدی رجل من قریش من عترتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی مولدہ بالمدینۃ

اکحل العینین۔ براق الثنایا فی وجہہ خال۔ وغیرہ یعنی تمہیں بشارت ہے کہ مہدی
ایک شخص قبیلۂ قریش سے میری عترت اور اہل بیت میں ہونگے۔ ان کا نام میرے
نام کے مطابق اور اُن کے باپ کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا اُن کی آنکھیں سرگیں
اور دانت چمکتے ہوئے ہونگے اور چہرے پر اُن کے ایک خال ہوگا انتہیٰ اور اس کے سوا اور
بہت سی علامات احادیث میں مذکور ہیں جو آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ لکھی جائینگی اب دیکھئے
کہ مرزا صاحب نہ قریشی ہیں نہ سید نہ انکا نام محمد بن عبد اللہ ہے نہ اور علامتیں ان میں
پائی جاتی ہیں باوجود اس کے کہے جاتے کہ میں مہدی موعود بھی ہوں۔ اور ان سب
علامات کو بالائے طاق رکھ کر کہتے ہیں کہ کسی بات کی ضرورت نہیں مطلب ان احادیث
کا یہی ہے کہ مہدی وہ شخص ہوگا جس کا نام غلام احمد قادیانی ہوگا اور مغلوں کی نسل سے ہوگا
مرزا صاحب نے ناموں میں تصرف کرنیکا طریقہ ابو منصور سے سیکھا ہے جس نے
صلوٰۃ وصوم وحج وزکوٰۃ اور میتہ اور خنزیر وغیرہ کو چند آدمیوں کے نام قرار دئے
تھے اور اس سے مقصود اس کا یہ تھا کہ نماز و روزہ وحج وزکوٰۃ جو مشہور ہیں ان کی کوئی
اصل نہیں اور نہ خمر وخنزیر وغیرہ حرام ہیں الحاصل۔ مرزا صاحب کی کارروائیوں کی
نظیریں بہت سی موجود ہیں۔

الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں علامہ ابو الریحان خوارزمی رح نے لکھا ہے
کہ دولت عباسیہ میں ایک شخص جس کا نام بہا فرید بن ماہ فروزین تھا نیشاپور کی طرف
نکلا اس کا ابتدائی حال یہ ہے کہ وہ سات برس تک غائب رہا چین وغیرہ میں
اوقات بسر کرکے واپسی کے وقت چین سے نہایت باریک۔ اور نرم قمیص لایا جو
مٹھی میں آسکتی تھی اور رات کے وقت مجوس کے گورستان میں کسی بلند مقام پر

چڑھ کر بیٹھ رہا جہاں اُس کے علاقے کی زمین تھی۔ صبح ایسے وقت اُس مقام سے اتر آکر کسان جو اسی کا علاقہ دار تھا وہاں موجود تھا۔ وہ دیکھتے ہی متعجب ہو گیا کہ یہ بات کیا ہے۔ ساٹھ سال سے غائب رہکر قبرستان سے لباس فاخرہ پہنے ہوئے نکلا کیسا اس نے اس کو تسکین دیکر کہا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس مدت میں میں آسمان پر گیا ہوا تھا۔ اور اب وہیں سے آرہا ہوں۔ اس عرصے میں مجھے جنت اور دوزخ کی سیر بھی کرائی گئی اور خلعت بھی عنایت ہوا جو زیب بدن ہے۔ خوب دیکھ ایسا کپڑا بھی دنیا میں کہیں بن سکتا ہے۔ کسان بے وقوف تو ہوا ہی کرتے ہیں اُس کی تصدیق کر لی اور اپنا چشم دید واقعہ لوگوں سے بیان کرنے لگا۔ یہانتک کہ اور مجوسی اُس کے معتقد ہو گئے اس کے بعد اُس نے نبوت کا دعوے کر کے کہا کہ مجھ پر وحی بھی اترا کرتی ہے اور نئے نئے احکام جاری کئے جس سے فتنۂ عظیم برپا ہوا اور آخر ابو مسلم نے اس کو قتل کر دیا۔ دیکھئے حالت ظاہری اور مافوق العادت قیص پر حسن ظن کرنے کا کیسا اثر ہوا کہ نبوت اور وحی سب مسلم ہو گئیں اب مرزا صاحب جو اپنی بعض عقلی کارروائیاں پیش کر کے فرماتے ہیں کہ وہ مافوق العادت معجزات ہیں کس طرح ایمان لانے کے قابل ہوں۔

مرزا صاحب نے عقلی معجزات کو جو اپنے اجتہاد سے اصلی معجزات کی ایک قسم قرار دی ہے غالباً اس کا منشا اسی قسم کے معجزے ہیں جو بہا فرید جیسے لوگوں سے صادر ہوئے اور لوگوں میں ان کی بات بھی چل گئی۔ مگر ادنے فہم والا سمجھ سکتا ہے کہ جیسے ان لوگوں کے معجزے عقلی تھے ویسے ہی وحی اور الہام بھی عقلی تھے اس لئے کہ خرق عادت ایک ایسی چیز ہے کہ ساحروں سے بھی صادر ہوا کرتی ہے گو معجزے اور

سحر میں زمین و آسمان کا فرق ہے باوجود اس کے ممکن نہیں کہ کسی ساحر کو الہام ہو۔ پھر جب عقلی معجزے دکھانے والوں سے خوارق عادات بھی کھلے طور پر صادر نہیں ہوسکتے بلکہ درجہ الہام کے درجے سے بہت ہی پست ہے تو ان کو اعلیٰ درجے کی خصوصیت وحی اور الہام سے کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ جس نے کئی سال کی مشقت گوارا کر کے مکر و فریب سے قیص کو معجزہ قرار دیا ہو اس کی وحی کا کیا حال ہوگا وہ یہ بھی کہتا ہوگا کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں اس سے باتیں کرتا ہوں اس نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ان باتوں کے بیان کرنے میں جھوٹ کو کون چھیڑ و سکنے والا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا کمانے کیلئے الہام سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں نہ اس قدر مال ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے لاکھوں روپے حاصل کرلیں نہ ایسی عقل ہے کہ کلیں ایجاد کریں۔ وہ چند سادہ لوگوں پر یہ افسوں پڑھ دیتے ہیں کہ خدا کے پاس ہمارے ایسے ایسے مدارج ہیں۔ اور یہ لوگ اس غرض سے کہ ہمارے بھی کچھ کام نکل آئینگے اُن کے دام میں آجاتے ہیں جس سے خسر الدنیا والآخرۃ کا پورا پورا مضمون اُن پر صادق آجاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ جب کسی پر وحی کا اترنا یا الہام کا ہونا تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ حق نہیں رہتا کہ اُس کے کسی الہام و وحی سے انکار کیا جائے اس لئے مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہر کس و ناکس کے دعوے الہام و وحی کو تسلیم نہ کریں اور مدعیان الہام ہزار کہیں کہ ہمارا الہام حجت ہے ایک نہ مانیں اور صاف کہدیں کہ ہمارے دین میں الہام غیر نبی حجت نہیں قرار دیا گیا ہمارا دین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہی میں کمل ہوگیا ہے ہمارے لئے قرآن و حدیث اور وہ اقوال ائمہ جو مسائل اجتہادیہ میں اور جنکو انہوں نے قرآن و حدیث سے

استنباط کر کے بیان فرمایا ہے وہ بہت کافی ہیں۔

فتوحات اسلامیہ میں شیخ دحلان رحمہ نے تاریخ کامل وغیرہ سے لکھا ہے

کہ پانچویں صدی کے اوائل میں محمد ابن تومرت جس کا مولد و منشا جبل سوس تھا اس نے

دعوےٰ کیا کہ میں سادات حسینیہ سے ہوں اور مہدی موعود بھی ہوں اور ما فوق العادۃ امور دکھلا کر کامیاب ہو گیا لکھا ہے کہ یہ شخص امام غزالی رحمہ وغیرہ اکابر علما سے تحصیل علوم کر کے رمل و نجوم میں بھی دستگاہ حاصل کیا اور تدریس و تعلیم میں مشغول ہوا اس کا علم و زہد و تقوے دیکھکر شاگردوں اور مریدوں کا مجمع بڑھ گیا اُن میں بحسب مناسبت معنوی و طبعی عبد المومن و عبد اللہ ونشریسی وغیرہ چند اشخاص معتمد علیہ قرار پائے عبد اللہ ونشریسی سے جو بڑا فاضل شخص تھا ابن تومرت نے کہا کہ تم اپنے علوم کو چھپا کر رکھو ایک روز اُن سے معجزے کا کام لیا جائیگا۔ اُس نے پیر کا منشا معلوم کر کے اپنے آپکو گنگا اور دیوانہ بنا لیا۔ میلے کچیلے کپڑے پہن لئے اور اُن پر تھوک بہتا ہوا کچھ ایسی حالت بنائی کہ کوئی نزدیک نہ آنے دے۔ چند روز کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے وہ سب مراکش پہنچے دیکھا کہ عورتوں کی ایک جماعت خچروں پر سوار چلی جا رہی ہے اُن پر ایسا بلوہ کیا اور خچروں کو مارا کہ ایک عورت جو امیر المسلمین کی بہن تھی گر پڑی۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی اور وہ سب بلائے گئے پھر علما سے مناظرہ ٹھیرا لیکن وہاں سب کو قائل کر دیا۔ اُس کے بعد بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر ایسی موثر اور پر جوش تقریر کی کہ بے اختیار بادشاہ کے آنسو ٹپک پڑے اُس مجلس میں مالک بن وہب بھی موجود تھے جو وزیر سلطنت اور عالم متدین تھے انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ آثار و قرائن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو امر بالمعروف سے

کچھ تعلق نہیں مقصود تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے بہتر تو یہ ہے کہ اس کو قتل ہی کرڈالئے ورنہ دائم الحبس تو ضرور کر دیا جائے۔ چونکہ امیر المسلمین کو اُس کی تقریر سے حسن ظن ہو چکا تھا اور حاضرین مجلس نے بھی کہا کہ بیچارہ فقیر کیا کرسکتا ہے اور جس نے بادشاہ کو اپنی تقریر سے رُلا دیا اُس کے ساتھ اُسی مجلس میں اس قسم کا سلوک کرنا بالکل بے موقع ہے اس لئے بادشاہ نے وزیر کی رائے کو بدظنی پر محمول کر کے اُسکو کمال اعزاز سے رخصت کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے لئے آپ دعائے خیر کیجئے ابن تومرت اپنی فرودگاہ پر آکر اپنے مصاحبین سے کہا کہ جب تک مالک بن وہیب ہے ہماری یہاں کچھ نہ چلیگی اب یہاں رہنا ہمارے مفید نہیں۔ چنانچہ وہ سوس کی طرف چلا گیا۔ وہاں اُس کی پرجوش تقریر نے وہ اثر دکھایا کہ ہر طرف سے جوق جوق معتقدین کے آنے لگے جب دیکھا کہ ایک معتد بہ اور کافی مجمع ہو گیا تو اثنائے تقریر میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی ایک ایسا شخص ہوگا کہ زمین کو عدل سے بھر دیگا۔ اور اس کا مقام جہاں سے وہ نکلے گا مغرب اقصےٰ ہے۔ یہ سنتے ہی عبد المومن وغیرہ دس شخص اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اس وقت وہ سب صفات مہدی آپ میں موجود ہیں اور ملک بھی مغرب اقصےٰ ہی ہے۔ اب آپ کے سوا اور کون مہدی ہو سکتا ہے۔ یہ کہ کر جھٹ سے بیعت کرلی۔ پھر کیا تھا حسن ظن والے جوق جوق آتے اور بیعت کو نجات و فلاح دارین کا وسیلہ بنا کر جان بازی پر پروانہ وار مستعد ہو جاتے۔ غرض کہ ایک لشکر کثیر لڑنے مرنے والا تیار ہو گیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اُس وقت اس کی آنکھ کھلی اور اس وزیر با تدبیر کی پیش بینی کے نظرانداز کرنے کا بہت کچھ پچتایا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ بہر حال اُس کے مقابلے پر فوج کثیر روانہ کی گئی۔ مہدی چونکہ رمل و نجوم میں ماہر تھا پیشگوئی کی کہ

فتح امہدی کو ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بادشاہی فوج کو سخت ہزیمت ہوئی اور بہت سی
غنیمت ان کے ہاتھ آئی پھر تو حسن ظن اور مریدوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ہمیشہ
وہ کم عمر نوجوان لڑکوں کو جنگ پر اُبھارتا مگر معمر اور تجربہ کار لوگ اپنے اپنے متعلقین کو
روکتے رہتے تھے جسکی خبر وقتاً فوقتاً اسکو پہنچتی تھی وہ سوچا کہ کبھی نہ کبھی ان روکنے والوں سے
ضرر پہنچیگا اور تعجب نہیں کہ یہ دشمن کے ہاتھ گرفتار کرا دیں۔ قرائن سے ان لوگوں کی فہرست
مرتب کرکے صرف عبداللہ ونشریسی کو اس سے مطلع کیا جسکو گنگا اور دیوانہ بنا رکھا تھا ایک روز
اُس سے کہا کہ اب تمہارے اظہار کمال کا وقت آگیا۔ اور اس کو تدبیر بتا دی۔ چنانچہ جب
صبح کی نماز کیلئے مہدی مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک شخص نہایت فاخرہ لباس پہنے محراب کے
بازو میں کھڑا ہوا ہے جس کی خوشبو سے مسجد مہک رہی ہے۔ پوچھا یہ کون ہے کہا
فدوی ونشریسی ہے کہا یہ حالت کیسی تم تو گنگے اور دیوانے تھے کہا درست ہے
لیکن آج رات عجیب اتفاق ہوا ایک فرشتہ آسمان سے میرے پاس اترا اور میرا دل بھی
اولاً شق کیا اور پھر دھوکر قرآن اور موطا وغیرہ کتب احادیث وعلوم سے بھر دیا۔ یہ سنتے
مہدی موعود رونے لگے کہ خدا کا شکر کس مُنہ اور کس زبان سے بیان کروں اوروں کو تو
دعائیں مانگنے پر کچھ ملتا ہے۔ مگر اس عاجز کی سب خواہشیں بغیر دعا کے وہ پوری
کرتا ہے۔ اس عاجز کی جماعت میں خدا نے ایسے لوگوں کو بھی شریک کیا ہے
جن پر فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے مولیٰ ہمارے سید
روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک شق کیا گیا تھا اسی طرح اس عاجز کی جماعت میں
ایک ذلیل سے ذلیل شخص کا دل فرشتوں نے شق کرکے قرآن وحدیث اور تمام علوم لدنیہ
سے بھر دیا۔ غرض کہ گریہ کو پر اثر بنانے والی تقریریں کرکے اس فاضل حکیم الامۃ کی طرف

توجہ کی اور کہا بھائی یہ باتیں ایسی نہیں جو بغیر تحقیق کے مان لی جائیں امتحان کی ضرورت ہے چنانچہ مختلف مقامات سے قرآن پڑھنے کو کہا اُس نے نہایت تجوید اور ترتیل سے سنا دئے اسی طرح موطا وغیرہ کتب کا امتحان لیا گیا سب میں کامیاب نکلا لوگوں کو اس واقعہ سے یقین ہوگیا کہ یہ مافوق العادۃ بات بیشک معجزہ ہے۔ غرض کہ اس کارروائی سے حسن ظن والوں کے اعتقاد اور بھی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئے اس کے بعد اُس فاضل ونشریسی نے کہا کہ حضور کے طفیل سے حق تعالے نے مجھے ایک بات اور عطا کی ہے پوچھا وہ کیا۔ عرض کیا کہ ایک نور قدوسی کے دل میں ایسا رکھ دیا ہے کہ جنتی اور دوزخی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہوں اور اُس نور کے عنایت کرتے وقت حق تعالے نے یہ بھی فرمایا کہ اس متبرک جماعت میں دوزخیوں کا شریک رہنا نہایت بیموقع ہے اب تم پہچان کر ایک ایک دوزخی کو قتل کر ڈالو اور چونکہ آدمی کے قتل کا معاملہ قابل احتیاط تھا اس لئے حق تعالے نے تین فرشتے میری تصدیق کیلئے اُتارے ہیں جو فلاں کنوئیں میں اس وقت موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی مہدی موعود اس کنوئیں کی طرف چلے جو ایک وسیع میدان میں تھا اور مریدوں کا مجمع بھی ساتھ ہے اور ایسی حالت میں چلے جا رہے ہیں کہ چہروں کا رنگ فق مردنی چھائی ہوئی ہے کہ دیکھئے آج کون دوزخ کے ابدی عذاب میں جھونکا جاتا ہے اور دنیا میں ذلت سے قتل ہو کر ہمیشہ کیلئے ننگ خاندان ٹھیرتا ہے ہر ایک کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں زبان سے بات نہیں نکل سکتی۔ دل کا یہ عالم کہ یاس وہراس سے گلا جاتا ہے وہ میدان اس وقت عرصۂ قیامت بنا ہوا تھا کہ نہ باپ کو بیٹے کی خبر نہ بھائی کو بھائی کی ہر ایک نفسی نفسی کہہ رہا تھا اور اُدھر تمام قبیلوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ دیکھئے کوئی مرد گھر کی آبادی کیلئے واپس بھی آتا ہے یا سب دوزخ ہی کو آباد

کرینگے۔ غرض کہ مہدی موعود اُس کنوئیں پر پہنچے اور ایک دوگانہ ادا کرکے ان ملائکہ سے جو کنوئیں کی
تہ میں عالم کو تہ و بالا کرنیکی غرض سے اترے ہوئے تھے باواز بلند پوچھا کہ عبداللہ ونشریسی
کہتا ہے کہ خدائے تعالے نے اُسکو دوزخی اور جنتی کی شناخت دیکر حکم دیا ہے کہ دوزخی
چُن چُن کے قتل کئے جائیں کیا یہ بات سچ ہے وہ تینوں مصنوعی فرشتے تو مہدی صاحب
کے رازدار تھے جن کو پہلے سے وہ پٹی پڑھائی جاچکی تھی فوراً پکار کر کہدیا کہ سچ ہے سچ ہے
سچ ہے !!! مہدی صاحب نے دیکھا کہ اگر یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آجائیں تو افشائے
راز کا اندیشہ ہے اس لئے ان کو عالم بالا ہی میں بھیجدینا مناسب ہوگا ونشریسی وغیرہ کی طرف
متوجہ ہو کر کہا کہ یہ کنواں مطہر ملائکہ کے نزول سے متبرک ہوگیا ہے اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے
تو مبادا کوئی نجاست اس میں گرے یا کسی قسم کی بے ادبی ہو جس سے قہر الٰہی کا اندیشہ ہے
اس لئے اسکو پاٹ دینا مناسب ہے چنانچہ سب کی رائے سے وہ فوراً پاٹ دیا گیا جو
چاہ بابل کی طرح ان بے گناہ معصوم مصنوعی فرشتوں کا ہمیشہ کیلئے محبس ٹھیرا اُس کے بعد دوزخیوں کی
قتل کی کارروائی شروع ہوئی ونشریسی جو فہرست مذکورہ سے واقف تھا میدان
میں کھڑا ہوگیا مشتبہین کو چُن چُن کر بائیں طرف اور موافقین کو داہنی طرف کر دیتا تھا اور
اصحاب الشمال فوراً قتل کئے جاتے تھے لکھا ہے کہ کئی روز تک یہ کارروائی جاری رہی
ہر روز قبیلے قبیلے کے لوگ بلائے جاتے اور ان میں سے دوزخی دوزخ میں پہنچا دئے
جاتے چنانچہ ستر ہزار آدمی اس طرح مارے گئے جب مشتبہ لوگوں سے میدان خالی ہوگیا
تو خالص معتقدوں کو لیکر فتنہ و فساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا اور دعویٰ مہدویت چوبیس ۲۴
برس تک کرتا رہا پھر مرنے کے وقت عبدالمومن کو اپنا جانشین قرار دیا۔

اہل بصیرت کو اس واقعے سے کئی امور کا ثبوت مل سکتا ہے۔

(۱) اس قسم کے مدبر لوگ جنکو مہدویت وغیرہ کا دعوے ہوتا ہے پہلے سے اپنے قابو کے مولویوں کو ہمراز وہم خیال بنا رکھتے ہیں جو سب سے پہلے آمنا وصدقنا کہ اپنا مال نثار کر خوش اعتقادی کا اعلیٰ درجے کا ثبوت دیتے ہیں جن کے تدین اور تقدس ظاہری کے اعتماد پر غافل اور بھولے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں جیسا کہ فاضل عبد اللہ ونشریسی اور عبد المومن وغیرہ علما کی جماعت جو امر بالمعروف کیلئے نکلی تھی اس کی شاہد حال ہے ہم حسن ظن سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی جماعت میں مولوی نور الدین صاحب جنکا لقب حکیم الامۃ ہے اور مولوی عبد الکریم صاحب وغیرہ افراد علم وفضل وخوش اعتقادی وغیرہ میں ونشریسی سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

(۲) جھوٹوں پر بھی حسن ظن یہانتک ہوسکتا ہے کہ انکی تقریر خدا ورسول کے کلام سے بھی زیادہ موثر ہوتی ہے۔ دیکھئے اُن لوگوں نے اپنے اپنے کنبے کے مسلمانوں کو بھیڑیوں کی طرح اپنے ہاتھوں سے قتل کر ڈالا حالانکہ جعلی مہدی کو نہ ماننے والا کسی مذہب میں مرتد واجب القتل نہیں قرار پاسکتا۔ مرزا صاحب بھی ایسا ہی اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ ابن تومرت کو تو فقط مہدویت کا دعوے تھا مرزا صاحب تو مہدی بھی ہیں عیسےٰ بھی ہیں حارث بھی ہیں اور اور بھی کچھ ہیں۔

(۳) پیشین گوئیاں کرنے والے پہلے سے نجوم ورمل سیکھ رکھتے ہیں جیسا کہ اس مہدی کے حال میں معلوم ہوا تاکہ ان فنون کے ذریعہ سے موقع موقع پر پیشگوئیاں کردی جائیں۔ اگر کوئی خبر صحیح نکلی تو معجزہ ہوگیا ورنہ تاویل کرنی کونسی بڑی بات ہے جیسا کہ آتھم وغیرہ سے متعلق پیشگوئیوں میں مرزا صاحب نے کی۔

(۴) مرزا صاحب کا بڑا استدلال جسکو بار بار لکھتے ہیں یہ ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوتا تو

اس قدر مہلت نہ ملتی۔ اس واقعے سے اس کا جواب بھی ہو گیا کہ مہدی مذکور کو چوبیس برس تک مہلت ملی اور مرزا صاحب کے خروج کو ابتک چوبیس سال نہیں گذرے۔

(۵) مہدی مذکور نے مشتبہ لوگوں کے دوزخی ہونے پر آسمانی حکم پہنچایا تھا اور اس کی تصدیق فرشتوں سے کرائی مگر مرزا صاحب نے دیکھا کہ اس تکلف کی بھی اس زمانے میں ضرورت نہیں فقط الہام ہی پر کام چل سکتا ہے کیونکہ اس زمانے میں حسن ظن کا مادہ بہت ہو گیا ہے۔ اس لئے اس قسم کے تصنع کی انکو ضرورت نہ ہوئی قل یا ایہا الکفار والے الہام سے خدا کا حکم پہنچا دیا کہ سب مسلمان کافر ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔

(۶) اس مسیح مہدی موعود نے مشتبہ لوگوں کو قتل کر کے اپنی جماعت کو ممتاز کر لیا تھا مرزا صاحب نے اپنی امت کے معابد مسلمانوں سے علیحدہ کر کے ان کو ممتاز کر لیا۔ اس مہدی نے مسلمانوں کو مار ڈالا تھا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک مردے ہیں ان کے پیچھے نماز درست نہیں مطلب یہ کہ اگر قتل نہیں کر سکتے تو کم سے کم وہ لوگ مردے تو سمجھے جائیں۔ غرض کہ مرزا صاحب نے حتی المقدور متقدمین کے طریقے سے انحراف نہ کیا۔

(۷) بے ایمان جعل سازیوں کو معجزے قرار دیا کرتے ہیں جیسے ابن تومرت نے زندہ آدمی سے کہا کہ تمہارے علم سے معجزے کا کام لیا جائیگا۔ مرزا صاحب نے یہیں سے عقلی معجزہ نکالا کہ ایسے بڑے مہدی نے ان کارروائیوں کا نام معجزہ رکھا۔

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ۲۹ھ میں ایک یہودی نے مسیح ہونیکا اور ایک مسلمان نے مہدویت کا دعوے کیا تھا۔ چونکہ یہود کی کتابوں میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ ایک نبی پیدا ہونگے جو خاتم الانبیا ہیں اور ان کے اسلاف نے عناد اور ہٹ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہ مانا اس لئے وہ اس نبی کے منتظر ہیں

اس یہودی کو دعوے عیسویت میں یہ پیش نظر تھا کہ یہودی نبی معہود سمجھ جائیں اور مسلمان مسیح موعود
چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ آنیوالے عیسےٰ آخر بنی اسرائیلی ہیں اور میں بھی بنی اسرائیلی
ہوں اور ابتک کسی کا دعوے عیسویت ثابت نہ ہوا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ
میں عیسےٰ موعود ہوں اس لئے میرا دعویٰ قابل تسلیم ہے۔ اور یہود سے کہا کہ آخر ایک
نبی کا آنا مسلم اور ضروری ہے جس کی خبر موسےٰ علیہ السلام نے دی تھی اور مجھ پر وحی نازل
ہوئی ہے۔ اور معجزات بھی مجھے دئے گئے ہیں۔ چنانچہ بعض امور ما فوق العادۃ از قسم
طلسمات وغیرہ خوارق عادات ظاہر کرتا تھا اور نہایت وجیہ اور فصیح ہونے کی وجہ سے
دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اس کی پر زور تقریریں اُن پر جادو کا
کام کرتیں چنانچہ ایک مجمع کثیر معتقدوں کا اُس کے ساتھ ہوگیا جب وہ قسطنطنیہ جانا چاہا
تو فتنہ کے خوف سے صدر اعظم نے حکم دیا کہ اسکو گرفتار کرلیا جائے چنانچہ جہاز ہی میں گرفتار
کیا گیا۔ مگر معتقدین کی یہ حالت تھی کہ جوق جوق آتے اور نذرانے دیدیکر قیدخانے
میں اُس کی پابوسی کیلئے جانے کی اجازت حاصل کرتے۔ خلیفۃ المسلمین سلطان محمدؒ نے
اپنے روبرو اسکو بلواکر کچھ پوچھا جسکا جواب ٹوٹی پھوٹی ترکی میں دیا۔ بادشاہ نے کہا مسیح
وقت کو اتنا تو چاہئے کہ ہر زبان میں فصیح گفتگو کرے۔ پھر پوچھا بھلا کچھ عجائب اور
خوارق عادات بھی تجھ سے صادر ہوتے ہیں کہا کبھی کبھی۔ کہا تیری مسیحائی میں آزمانا
چاہتا ہوں یہ کہکر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارلو۔ دیکھیں بندوق اس پر کارگر ہوتی
ہے یا نہیں۔ اگر سچا مسیح ہے تو اسکو کچھ نہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی جھک گیا اور بکمال عجز
عرض کی کہ میرے خوارق عادات میں یہ قوت نہیں کہ گولی کے خرق وخرق سے
مجھے بچا سکیں بادشاہ نے اُسکے قتل کا حکم دیا جب دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت

نہیں اور مسیحائی سنے جواب دیا تو بادشاہ کے قدموں پر گر کر توبہ کی اور اسلام کی حقانیت
کا اقرار کر کے صدق دل سے مسلمان ہو گیا چنانچہ اس بزرگوار کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ صدہا
یہود اس کی مدلل تقریروں سے مشرف باسلام ہوئے ۔ اب مہدی صاحب کا حال سنئے
وہ بھی قسمت کے مارے گرفتار ہو کر اسی بادشاہ کے پاس آئے بادشاہ نے اسی قسم کے
سوالات کئے جواب سے عاجز تو ہوا مگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی ۔ سعاوت و شقاوت خدا کے
ہاتھ ہے یہودی کے حق میں تو دعوے عیسویت باعث نجات ہوا اور مسلمان کیلئے
دعوے مہدویت باعث ہلاک خدا کی قدرت ہے اس واقعہ میں غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بڑا ہوشیار شخص تھا اُس نے یہ سوچا کہ بتواتر ثابت ہے کہ
امام مہدی صاحب حکومت و فوج ہونگے اور عیسےٰ علیہ السلام صرف دجال کے قتل کے
واسطے آئینگے اور چونکہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں اس مناسبت سے یہودی کا
مسیح ہونا موزوں ہے ۔ اگر داؤ چل گیا تو سلطنت اپنی ہے ۔ یہودی کو اس وقت
نکالدینا کونسی بڑی بات ہے ۔ غرضکہ احادیث کے لحاظ سے اُس مہدی کو مسیح جعلی کی
تلاش کی ضرورت ہوئی ۔ تاکہ یہ کوئی نہ کہے کہ اگر آپ مہدی ہیں تو مسیح کہاں ۔ مرزا صاحب نے
یہ جھگڑا ہی مٹا دیا ۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود بھی میں ہوں اور مہدی موعود بھی میں
ہی ہوں اور جو احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ مسیح اور ہیں اور مہدی
اور سو وہ قابل اعتبار نہیں ۔

اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین کی بدگمانی مسلمانوں کے
حق میں مفید ثابت ہوئی یا معتقدین کا حسن ظن ۔

ابن تیمیہ رحہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ مغیرہ ابن سعید عجلی جس کی نبوت کا

قائل فرقہ منیریہ ہے اس کا دعوے تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں اور اُس سے مردہ کو زندہ کرسکتا ہوں اور اقسام کے نیرنجات وطلسمات دکھا کر لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا۔ کنایتاً اس کا دعوے تھا کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے۔

عبد الکریم شہرستانی رہ نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ پہلے اُس نے یہ دعوے کیا کہ میں امام زمان ہوں اُس کے بعد نبوت کا دعوے کیا۔ اور منجملہ اور تعلیمات کے مریدوں کو اُس کی یہ تعلیم بھی تھی کہ حق تعالے جو فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امانت خدا تعالے کی یہ تھی کہ علی ابن ابی طالب رضی کو امام نہونے دینا یہ بات آسمان وزمین وجبال نے قبول نہ کی پھر وہ امانت انسان پر عرض کیگئی تو عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ تم ان کو امام نہونے دو اور میں تمہاری تائید میں موجود ہوں اس شرط پر کہ مجھے اپنا خلیفہ بنانا انہوں نے قبول کیا چنانچہ ان دونوں نے اس امانت کو اُٹھالیا سو وہی بات ہے جو حق تعالے فرماتا ہے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنی وہ دونوں ظلوم وجہول ہیں۔ یہ اس کے معارف قرآنیہ تھے جن پر اسکو اور اُس کے مریدوں کو ناز تھا کہ کل تفاسیر اس قسم کے معارف سے خالی ہیں جیسا کہ مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۱۲) میں لکھتے ہیں کہ ابتدا خلقت جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۂ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس برس اب بتلاؤ کہ یہ دقایق قرآنیہ اور یہ معارف حقہ کس تفسیر میں لکھے ہیں اسکا یہ بھی قول تھا کہ حق تعالیٰ ایک نور کا پتلا آدمی کی صورت [illegible]

تاج چمک رہا ہے اور اُس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہیں۔ اُس کے معتقدین کا
حسن ظن اُس کی نسبت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ خلافت بنی امیہ میں مارا گیا تو ان کو
یقین تھا کہ وہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر آئیگا۔
یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ باوجود ان تمام خرافات کی تصریح کے صرف خدا کو دیکھنے کے
باب میں کنائے سے کیوں کام لیا ہوگا۔ ہمارے مرزا صاحب تو صاف فرماتے ہیں
کہ خدا منہ سے پردہ ہٹا کر دیر تک اُن سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ وجہ یہی معلوم ہوتی
ہے کہ آخری زمانے کے جدت پسند مسلمانوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ کوئی خدا سے
باتیں کرے یا اس کا بیٹا بنے دل لگی کیلئے کوئی نئی بات ہونی چاہیے کُلّ جدید لذیذ۔
منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ ابو منصور جو فرقہ منصوریہ کا بانی ہے اُس کی تعلیم
میں یہ بات داخل تھی کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہو سکتی رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے
رہینگے قرآن وحدیث میں جو جنت اور نار کا ذکر ہے وہ دو شخصوں کے نام ہیں اور
اسی طرح میتہ دم لحم خنزیر اور میسر حرام نہیں ان چیزوں سے تو ہمارے نفوس کی تقویت
ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا
طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا ایسی چیزوں کو خدا کیوں حرام کرنے لگا۔ دراصل یہ چند اشخاص
کے نام ہیں جن کی محبت حرام کیگئی ہے۔ کما قال تعالےٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ
وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اور کل فرائض کو اُس نے ساقط کر کے کہا کہ صلوۃ۔ صوم۔ زکوۃ۔ اور
حج چند شخصوں کے نام تھے جن کی محبت واجب ہے۔ غرضکہ کل تکلیفات شرعیہ کو ساقط
کر دیا تھا یہانتک کہ جسکی عورت کو چاہتے وہ لوگ پکڑ لیتے اور کوئی منع نہیں کر سکتا تھا۔
اسلام میں رخنہ اندازیاں کرنے والے قرآن کو ضرور مان لیتے ہیں تاکہ مسلمان

سمجھ لیں کہ یہ بھی مسلمان ہیں پھر اس حسن ظن کے بعد آہستہ آہستہ تفاسیر واحادیث کی بیخ کنی شروع کرتے ہیں تاکہ قرآن میں تاویلات کر کے معنی بگاڑنے میں کوئی چیز مانع اور سدراہ نہ ہو۔ دیکھئے اس شخص نے تو آیات موصوفہ کے ماننے میں کچھ بھی تامل کیا مگر اس ماننے سے نہ ماننا اُس کا ہزار درجے اچھا تھا۔ کیونکہ انہیں نصوص قطعیہ سے اس نے استدلال کیا کہ نہ عبادت کوئی چیز ہے نہ مسلمان کسی بات کے مکلف ہیں سب کو سرے سے مرفوع القلم بنادیا۔ حسن ظن والوں کا کیا کہنا مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر نبی کی وہ بات جسکو کروڑ ہا مسلمانوں نے مان لیا۔ اُس کے ماننے میں اقسام کے حیلے اور ایک ایسے شخص کی بات جسکا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں اُسکو آمنا وصدقنا کہکر فوراً مان لیتے ہیں۔ مرزا صاحب ہم لوگوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں بیشک جو لکیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ کر حق وباطل میں فرق کر دیا ہے۔ ہم اسی لکیر پر اڑے ہوے ہیں ہمارا ایمان اُس سے بڑھنے نہیں دیتا مگر حیرت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی ایک لکیر کو پیٹ رہے ہیں جو ابو منصور وغیرہ رہزنان دین نے کھینچ دی تھی کہ حدیث وتفسیر کوئی چیز نہیں ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ سید احمد خاں صاحب نے بھی بڑی شد ومد سے لکھا تھا کہ حدیث وتفسیر قابل اعتبار نہیں۔ البتہ مرزا صاحب نے ہر کہ آمد برآں مزید کرد کے لحاظ سے کچھ دلائل اور بڑھا دیے ہونگے۔ مگر لکیر کے فقیر ہونے کے دائرے سے وہ بھی خارج نہیں ہو سکتے۔ غرض کہ اس الزام میں جیسے ہم ویسے مرزا صاحب ہر ایک اپنی اپنی روحانی مناسبت سے مقلد ضرور ہے۔ ابو منصور نے تکالیف شرعیہ کے ساقط کرنے کی جو تدبیر نکالی تھی کہ صوم وصلوٰۃ اور میتہ وخنزیر وغیرہ اشخاص کے نام تھے۔ اُس سے فقط فرقۂ منصوریہ ہی منتفع نہیں ہوا بلکہ بعد والوں کو بھی اُس سے بہت کچھ مدد ملی چنانچہ سید احمد خانصاحب

اپنی تفسیر وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جبرئیل اُس ملکا و رقوت کا نام ہے جو انبیا میں ہوتی ہیں
ملائکہ اور ابلیس و شیاطین آدمی کی اچھی بُری قوتوں کے نام ہیں۔

آدم ابو البشر - جن کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے کوئی شخص خاص نہ تھے بلکہ اس سے
مراد بنی نوع انسانی ہے۔

جن - کوئی علیحدہ مخلوق نہیں بلکہ وحشی لوگوں کا نام ہے۔

نبی - دیوانوں کی ایک قسم کا نام ہے جو تنہائی میں اپنے کانوں سے آواز سنتے
ہیں اور کسی کو اپنے پاس کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

ہدہد جسکو سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے پاس بھیجا تھا وہ آدمی تھا جسکا نام ہدہد تھا
اسی طرح موقع موقع پر بحسب ضرورت الفاظ کے مصداق بدل دیتے ہیں۔ مرزا صاحب
نے جب اقسام کے چندے اپنے معتقدین پر مقرر کئے مثلاً طبع کتب - خط وکتابت
اشاعت علوم - مناروں کی بنا مسجد کی تعمیر وغیرہ اور ماہوار اور ایک مشت چندے
برابر وصول ہونے لگے دیکھا کہ زکوٰۃ کی رقم مفت جاتی ہے۔ فرمایا کہ املاک وزیورات وغیرہ
میں جن لوگوں پر فرض ہو اُن کو سمجھنا چاہئیے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب یتیم بیکس
ہے کوئی نہیں اور زکوٰۃ دینے میں جس قدر تہدید شرع میں وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے
بس فرض ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے اپنی تصنیفات خرید کئے جائیں اور مفت تقسیم کئے
جائیں۔ غرض کہ اسلام کا نام یتیم وغریب رکھکر اپنے معتقدین کی ایک رقم معتدبہ پر استحقاق
جما دیا اگر مرزا صاحب کا قول صحیح ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ اُن کے مرید ہیں تو یہ رقم سالانہ
ایک چھوٹے سے ملک کا محاصل ہے۔ مرزا صاحب کو ناموں کی بدولت جس قدر نفع ہوا
وہ نہ ابو منصور کو نصیب ہوا نہ سید احمد خانصاحب کو مرزا صاحب کو ابو منصور کی تاسیس نے

سب سے زیادہ نفع دیا اس لئے کہ ان کا مقصود اصلی مرزا عیسےٰ موعود بننا ہے جس کے ضمن میں سب منصوبے بن سکتے ہیں اور قرآن وحدیث سے عیسےٰ ابن مریم مسیح روح اللہ کا آنا ثابت ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۵۶) میں لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانے میں آنیکی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۵۶) میں لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کی پیشگوئی اول درجے کی پیشگوئی ہے جسکو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے۔ اور کتب صحاح میں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے۔ انجیل اس کی مصدق ہے انتہٰی۔ غرض کہ عیسےٰ علیہ السلام کے آنے پر خوب زور دیا کہ وہ قرآن سے ثابت ہے صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے انجیل سے ثابت ہے ساری امت نے اسکو قبول کرلیا ہے تواتر اس کا اس درجے کا ہے کہ اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتا۔ مگر چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام والا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس لیے وہ ابو منصور کا مجرب نسخہ عمل میں لائے اور جتنے نام آنے والے عیسےٰ علیہ السلام کے احادیث میں وارد ہیں سب اپنے پر رکھ لئے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ آدم نوح ابراہیم موسےٰ اور مہدی موعود حارث حراث محدث مجدد امام زمان خلیفۃ اللہ وغیرہ دس بیس نام داشتہ آید بکار کے لحاظ سے رکھ لئے اور قادیان کا نام دمشق اور علما کا نام دابۃ الارض اور پادریوں کا نام دجال رکھدیا اور ایک مقام میں لکھتے ہیں۔ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہیں۔

الحاصل یہ نام کا کارخانہ کچھ ایسا جما کہ ابو منصور بھی زندہ ہوتا تو داد دیتا بلکہ رشک کرتا۔

تقریر سابق سے یہ بات ظاہر ہے کہ حمقا کو دام میں پھانسنے کے واسطے سوائے اور تدابیر کے کسی امر کی ترغیب بھی مفید سمجھی جاتی ہے جیسے مغیرہ عجلی اور ابو منصور کو

اسم اعظم کے تراشنے کی ضرورت ہوئی جس سے اُن کو بہت کچھ کامیابیاں ہوئیں۔ مرزا صاحب نے اسم اعظم کا تو نام نہیں لیا مگر استجابت دعا کا ایسا نسخہ تجویز کیا کہ اُس سے بھی زیادہ تر قوی الاثر ہے اس لئے کہ اسم اعظم کی خاصیتیں محدود ہونگی اور استجابت دعا کی کوئی حد ہی نہیں جب جی چاہا خدا سے تخلیہ کر کے روبرو سے حکم جاری کرا لیا اگر سلطنت چاہیئے تو فوراً مل جائے کیونکہ خدا سب کچھ دیسکتا ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۱۸) میں تحریر فرماتے ہیں جو اس عاجز کو دی گئی وہ استجابت دعا بھی ہے لیکن یہ قبولیت کی برکتیں صرف اُن لوگوں پر اثر ڈالتی ہیں جو غایت درجے کے دوست یا غایت درجہ دشمن ہیں۔ جو شخص پورے اخلاص سے رجوع کرتا ہے یعنی ایسے اخلاص سے جس میں کسی قسم کا کھوٹ پوشیدہ نہیں جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہیں وہ بے شک ان برکتوں کو دیکھ سکتا ہے اور اُن سے حصہ پاسکتا ہے اور وہ بلاشبہ اس چشمے کو اپنی استعداد کے موافق شناخت کرلیگا مگر جو خلوص کے ساتھ نہیں ڈھونڈھیگا وہ اپنے قصور کی وجہ سے محروم رہیگا انتہےٰ۔ دنیا میں تو ہر شخص کو احتیاجیں لگی ہوئی ہیں اور یہی احتیاج آدمی کو کرشان اور بے ایمان بنا دیتی ہے اس وجہ سے مرزا صاحب نے خیال کیا کہ استجابت دعا کے دم میں پھنسنے والے بہت سے لوگ نکل آئینگے یہ بھی اُن کا ایک عقلی معجزہ ہے اور ابو منصور کے معجزے سے کم نہیں مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب دعا تو کر دینگے لیکن جب قبول نہوگی تو صاف اپنی برات کر کے فرمادینگے کہ میں کیا کروں اس میں تمہاری استعداد اور اخلاص کا قصور ہے میں نے پہلے ہی کہدیا ہے کہ ایسے پورے اخلاص سے آئیں کہ جس کا انجام بدظنی و بداعتقادی نہو اگر اس وقت تمہارا اخلاص کامل بھی ہے تو انجام اس کا بدظنی اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے پہلے اس سے توبہ کر لو

اور اخلاص کو خوب مستحکم کرو اور اس کا ثبوت عملی طور پر دو یعنے پانچ قسم کا چندہ جو کھولا گیا ہے

(۱) شاخ تالیف و تصنیف۔

(۲) شاخ اشاعت اشتہارات۔

(۳) صادرین و واردین کی مہانداری۔

(۴) خط و کتابت۔

(۵) بیعت کرنے والونکا سلسلہ۔

جس کا حال رسالہ فتح الاسلام میں لکھا گیا ہے اور اس کے سوا بنائے مدرسہ وخریدی اخبارات وغیرہ میں رقم نقد داخل کرو تو ممکن ہے کہ دعا بھی قبول ہو جائے۔ مرزا صاحب نے جو تخویف کی ہے کہ غایت درجے کے دشمن کے حق میں بھی بد دعا قبول ہوتی ہے بیشک یہ تدبیر عقلاً ضروری تھی تاکہ کم ہمت مخالفت نہ کرسکیں مگر اس پر بالطبع یہ شبہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ابوالوفا صاحب اور بعض اہل اخبار ایک مدت سے مرزا صاحب کے سخت دشمن ہیں باوجود اس کے ان کی اچھی حالت ہے۔ اس قسم کا شبہ مسٹر اتھم کی پیشگوئی کے وقت بھی ہوا تھا جس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ پندرہ مہینے میں اتھم حق کی طرف رجوع نہ کریگا تو مرجائیگا۔ پھر جب مدت منقضی ہوگئی اور وہ صحیح وسالم قادیان موجود ہوگیا اور ہر طرف سے شورش ہوئی کہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی اس وقت مرزا صاحب نے اسکا جواب دیا تھا کہ اتھم جھوٹ کہتا ہے کہ رجوع الی الحق اس نے نہیں کی۔ ضرور اس نے رجوع الی الحق کی جب ہی تو بچگیا اسی قسم کا جواب یہاں بھی دیدینگے کہ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ غایت درجے کے دشمن نہیں بلکہ دوست اور خیر خواہ ہیں ورنہ اتنی کتابیں کیوں لکھتے

اُن کی دانست میں تو ہدایت کرنا ہی مقصود ہے جو مقتضا دوستی کا ہے۔ ہر چند جواب تو ہو جائیگا مگر اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نہ مرزا صاحب کا کوئی دشمن ہے نہ کسی کے حق میں بددعا ان کی قبول ہو سکتی ہے صرف ڈرانے کے لئے وہ الہام بنایا گیا ہے جو عقلی معجزہ ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس قسم کی ترغیب نہیں دی بلکہ صاف فرمادیا کہ امت کی سفارش کی دعا آخرت پر منحصر رکھی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے عن ابن عباسؓ ولم یبق نبی الا اعطی سولہ وا خرت شفاعتی لامتی و فی روایۃ واعطیت الشفاعۃ فاخرتھا لامتی و فی روایۃ فاختبات دعوتی شفاعتی لامتی رواہ البخاری ومسلم واحمد والدارمی وغیرہم کذا فی کنز العمال صفحہ (۱۰۹) ج (۶) یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی نے جو مانگا وہ اُن کو دیا گیا اور میرے لئے ایک دعا خاص کی گئی ہے کہ شفاعت امت میں قبول ہے۔ میں نے اسکو قیامت کیلئے رکھ چھوڑا ہے انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کا ایمان کسی دنیوی غرض پر مبنی نہ تھا نہ اُن کا یہ خیال تھا کہ ایمان لاکر حضرت سے ترقی دنیوی کی دعائیں کرائینگے اُن کا مقصود ایمان سے صرف نفع اُخروی تھا جس کے لئے اُس عظیم الشان دعا کو حضرت نے رکھ چھوڑا ہے۔ اہل بصیرت مرزا صاحب کی ان کارروائیوں کو گہری نظر سے اگر دیکھیں تو حقیقت حال منکشف ہو سکتی ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ بنان ابن سمعان تمیمی نے دعوے کیا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں جس کے ذریعے سے زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اُس دعوے پر حسن ظن کر کے ایک جماعت کثیرہ اس کی تابع ہوگئی فرقہ بنانیہ اسی کی طرف منسوب ہے یہ لوگ اُس کی نبوت کے قائل تھے۔

ملل ونحل میں عبدالکریم شہرستانی نے لکھا ہے کہ بنان کا قول ہے کہ علی علیہ السلام میں ایک جزو الٰہی حلول کر کے اُن کے جسد کے ساتھ متحد ہو گیا تھا اسی قوت سے انہوں نے باب خیبر اکھاڑا تھا۔ اُس نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ اسلم تسلم وترتقی من سلم فانک لاتدری حیث یجعل اللہ النبوۃ یعنی تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہوگے اور ترقی کروگے تم نہیں جانتے کہ خدا اسکو نبی بناتا ہے یہ خط عمر ابن عفیف امامؒ کی خدمت میں لایا آپ نے پڑھکر اسے فرمایا کہ اسے نگل جا چنانچہ وہ نگلا اور فوراً مر گیا۔ اس کے بعد بنان کو بھی خالد بن عبداللہ قسری نے قتل کیا۔ دیکھئے اس کی پر زور تقریریں اور اسم اعظم کی طمع نے ایک فرقے کو حسن ظن پر مجبور کر کے تباہ کیا۔ مدعیان نبوت کے کل دعوے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ مجھے اسم اعظم یاد ہے۔ میں زہرہ کو بلا لیا کرتا ہوں اور جنیں ہوں اور جہاں ہوں مگر ظہور ایک کا بھی نہیں اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہوتا تو اسم اعظم سے کسی مردے کو زندہ کر کے یا زہرہ کو لوگوں کے روبرو بلا کر دکھا دیتا۔ اسی طرح اگر مرزا صاحب کو اجابت دی گئی تھی تو دعا کر کے کسی اندھے کو بینا کرتے یا اور کوئی خارق دکھا دیتے مگر یہ کہاں ہو سکتا ہے یہ تو عقلی معجزے یعنی عقلی تدابیر ہیں اگر چل گئیں تو کامیابی ہوئی ورنہ خیر۔ عقلا اُن کے کل الہاموں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ مقنع نام ایک شخص تھا چند مافوق العادۃ چیزوں کو دکھلا کر الوہیت کا دعوے کیا تھا جب لوگوں کا حسن ظن اُس کے ساتھ پختہ ہو گیا تو کل فرائض کو ترک کر دینے کا حکم دیا حسن ظن تو ہو ہی چکا تھا سب نے آمنا وصدقنا کہہ دیا اسکے گروہ کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ دین فقط امام زمان

کی معرفت کا نام ہے۔

مرزا صاحب کی توجہ جو حدیث من لم یعرف امام زمانہ کی طرف بمذول ہوئی غالباً اس کا منشا اسی فرقے کے اقوال ہونگے کیونکہ وہ بھی اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کرتا ہے۔

ملل و نحل میں عبدالکریم شہرستانی رح نے لکھا ہے کہ ابوالخطاب اسدی نے اپنے آپ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے منتسبین میں مشہور کر کے لوگوں کا اعتقاد امام کے ساتھ خوب مستحکم کیا اور یہ بات ذہنوں میں جمائی کہ امام زمان پہلے انبیا ہوتے ہیں۔ پھر الٰہ ہو جاتے ہیں۔ اور الٰہیت نبوت میں نور ہے اور نبوت امامت میں نور ہے۔ اور تعلیم میں یہ بات بھی داخل تھی کہ امام جعفر صادقؓ اس زمانے کے الٰہ ہیں یہ نہ سمجھو کہ جس صورت کو تم دیکھتے ہو وہی جعفر ہیں وہ تو ایک لباس ہے جو اس عالم میں اترنیکے وقت خدا نے پہن لیا ہے حضرت امامؓ کو جب اُس کے خرافات اور کفریات پر اطلاع ہوئی تو اُسکو نکالدیا اور اُس پر لعنت کر کے اُن تمام اقوال سے اپنی برارت ظاہر کی مگر اسکو امام سے تعلق ہی کیا تھا اُس کو تو ایک فرقہ اپنا نامزد کر کے اُن کا مقتدا بننا منظور تھا امامؓ کی برارت کا اُس پر کچھ اثر نہ ہوا اور اپنی کارروائیوں میں مشغول رہا یہانتک کہ منصور کے زمانے میں مارا گیا اُس کا قول تھا کہ میرے اصحاب میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ جبرئیل و میکائیل سے افضل ہیں اور قولہ تعالےٰ واوحی ربک الی النحل سے یہ بات ثابت کرتا تھا کہ ہر مسلمان پر وحی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے بھی امام زمان ہونے سے پہلے زور دیکر نبوت اور خالقیت تک ترقی کر گئے پھر وحی بھی اپنے لئے تاری۔

اُس کے بعد فرقہ خطابیہ کئی فرقوں پر منقسم ہوا ایک معمریہ جس نے ابوالخطاب کے بعد معمر کو امام زمان تسلیم کیا اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کو فنا نہیں اور جنت و دوزخ کوئی چیز

نہیں۔ اسی آسائش و مصیبت دنیوی کے وہ نام ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور زنا وغیرہ منہیات اور نماز وغیرہ عبادات کوئی چیز نہیں۔

اور ایک فرقہ اُن میں بزیغیہ ہے جس نے ابوالخطاب کے بعد بزیع کو امام زمان تسلیم کیا تھا اس پورے فرقے کا یہ دعوے تھا کہ ہم اپنے اپنے اموات کو ہر صبح و شام برابر معائنہ کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح خطابیہ کی اور بھی شاخیں ہیں انتہے ملخصاً۔ اب دیکھئے ابوالخطاب پر اوائل میں حسن ظن کیا گیا تھا کہ ایک جلیل القدر امام کا معتقد و منتسب ہے اُس نے اُن لوگوں کو کہاں پہنچا دیا امامؑ کو خدا کہنے لگے دوزخ و جنت کا انکار کر دیا تکلیفات شرعیہ اُٹھا دی گئیں۔ پھر طرفہ یہ کہ خود امام عمر بھر اُس سے برأت ظاہر کرتے رہے مگر کسی نے نہ مانا۔ فرق باطلہ کی یہی علامت ہے کہ اپنے معتقد علیہ کے کلام کے مقابلہ میں اہل حق کی بلکہ خدا و رسول کی بات بھی نہیں مانتے اور تاویل بلکہ رد کرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

مرزا صاحب جو اپنے پر وحی اترنے کے قائل ہیں تعجب نہیں کہ اسی فرقے کے اعتقاد نے انہیں اس پر جرأت دلائی ہو کیونکہ صحابہ بھی واوحی ربک الی النحل جانتے تھے مگر کسی نے یہ دعوے نہیں کیا کہ ہم پر وحی آتی ہے۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ فرقہ بزیغیہ جو ایک کثیر جماعت تھی سب کی سب اپنے مرے ہوئے قرابتداروں کو ہر روز صبح و شام کیونکر دیکھ لیتی تھی قرون ثلثہ میں باوجود خیرالقرون ہونے کے کسی نے یہ دعوے نہیں کیا اور نہ ابتک کسی فرقے کا ایسا دعوے سنا گیا اہل بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہر قوم اپنی ترقی اور اپنے ہم مشربوں کی کثرت چاہتی ہے خصوصاً جو فرقہ نیا نکلتا ہے اسکو تو ترقی کی اشد ضرورت ہے ورنہ

اُن کی بقا محال ہو جائے اسی وجہ سے ہر فرد اُن میں جس قسم کا مذہبی کام کر سکتا ہے دل سے
اُس کی انجام دہی میں ساعی رہتا ہے اور جب اہل رائے اُن میں سے کوئی نافع تدبیر سوچتے
ہیں تو ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ اُس پر عمل کرے جیسا کہ مشاہدے سے ثابت ہے
اُن لوگوں نے دیکھا کہ کوئی بات ایسی بنائی جائے کہ لوگوں کو بالطبع اُس کی رغبت ہو۔
اس لئے یہ تدبیر نکالی کہ جو صدق دل سے ہمارے مذہب میں داخل ہو اسکو یہ بات
حاصل ہوگی۔ پھر سادہ لوحوں نے دیکھا کہ اتنی جماعت کثیرہ پہ کیونکر بدظنی کی جائے
اس لئے بہت لوگ اُس میں داخل ہو گئے ہونگے۔

غور کیجئے کہ جب دوسری تیسری صدی جس میں بہ نسبت چودھویں صدی کے
تدین بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ اُس کی ایسی نظائر پیش ہو جائیں تو اس زمانے کی کارروائیوں پر
کس قدر بدظنی کی ضرورت ہے۔ اب غور کیا جائے کہ الحکم میں مرزا صاحب کے مریدوں کے
خواب خصوصاً امیر علی شاہ صاحب کے خواب جو چھپا کرتے ہیں چنانچہ الحکم نمبر (۱۰۹)
سنہ میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب موصوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر روز خواب میں
دیکھتے ہیں اور حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مامور من اللہ مسیح موعود صادق
اور خلیفۃ اللہ ہیں اُن کی تقلید فرض ہے۔ چنانچہ اُن کے الہامات کی کتاب چھپنے والی
ہے اسلئے کیونکر قابل وثوق ہوں۔ مرزا صاحب کے تو چند ہی مریدوں نے خواب
دیکھے ہونگے۔ فرقہ بزیغیہ کے لوگ تو کل کے کل ہر روز صبح و شام اپنے اموات
کا معائنہ کر لیا کرتے تھے۔

عبدالکریم شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ احمد کیال نام ایک شخص تھا
ابتدا میں اہل بیت کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا اُس کے بعد یہ دعوے کیا کہ میں ہی امام زمان

ہوں اُس کے بعد ترقی کر کے کہاکہ میں قائم ہوں اوران الفاظ کی تشریح یوں کی کہ جو شخص اس بات پر قادر ہو کہ عالم آفاق یعنی عالم علوی اور عالم انفس یعنی عالم سفلی کے مناہج بیان کرے اور انفس پر آفاق کی تطبیق کر سکے وہ امام ہے۔ اور قائم وہ شخص ہے جو کل کو اپنی ذات میں ثابت کرے اور ہر ایک کلی کو اپنے معین جزئی شخص میں بیان کر سکے اور یہ بات یاد رکھو کہ اس قسم کا مقرر سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا اسکی بہت سی تصانیف عربی فارسی زبان میں موجود ہیں۔

ایک تقریر اس کی یہ ہے کہ کل تین عالم ہیں اعلیٰ ادنیٰ انسانی۔ عالم اعلیٰ میں پانچ مکان ہیں مکان الاماکن یعنی عرش محیط جو بالکل خالی ہے نہ اُس میں کوئی موجود رہتا ہے نہ اُس کی کوئی روحانی تدبیر کرتا ہے اس کے نیچے مکان نفس اعلیٰ اور اُس کے نیچے مکان نفس ناطقہ اور اُس کے نیچے مکان نفس حیوانیہ ہے سب کے نیچے نفس انسانی کا مکان ہے۔ نفس انسانی نے چاہا کہ عالم نفس اعلیٰ تک چڑھے۔ چنانچہ حیوانیت اور ناطقیت کو اُس نے قطع بھی کیا مگر جب مکان نفس اعلیٰ کے قریب پہنچا تو تھک کر متحیر ہو گیا اور متعفن ہو کر اُس کے اجزا مستحیل ہو گئے جس سے عالم سفلی میں گر پڑا۔ پھر اسی عفونت اور استحالہ میں ایک مدت تک پڑا رہا۔ اُس کے بعد نفس اعلیٰ نے اپنے انوار کا ایک جزو اس پر ڈالا جس سے اس عالم کی تراکیب حادث ہوئیں اور آسمان و زمین و مرکبات معادن نبات حیوان اور انسان پیدا ہوے اور ان تراکیب میں کبھی خوشی کبھی غم کبھی سلامتی کبھی محنت واقع ہوئیں۔ یہانتک کہ قائم ظاہر ہوا جو اُس کو کمال تک پہنچا دے اور تراکیب منحل ہو جائیں اور متضادات باطل اور روحانی جسمانی پر غالب ہو جائے۔ جانتے ہو وہ قائم کون ہے یہی عاجز احمد کیال ہے

دیکھو اسم احمد اُن چاروں عالموں سے مطابق ہے الف مقابلے میں نفس اعلےٰ کے ہے اور حا نفس ناطقہ کے مقابل و رمیم نفس حیوانیہ کے مقابل اور وال نفس انسانیہ کے مقابل ہے پھر غور کرو کہ احمد کے چار حرف جیسے عوالم علویہ روحانیہ کے مقابلے میں ہیں اسی طرح سفلی جسمانی عالم کے مقابلے میں بھی وہ ہیں الف انسان پر دلالت کرتا ہے اور حا حیوان پر اور میم طائر پر اور دال مچھلیوں پر۔ اور حق تعالےٰ نے انسان کو احمد کی شکل پر پیدا کیا قد الف دونوں ہاتھ حا اور پیٹ میم اور پانوں دال کی شکل پر ہیں انبیا اگرچہ پیشوا ہیں مگر اہل تقلید کے پیشوا ہیں جو مثل اندھوں کے ہیں اور قائم اہل بصیرت اور عقلمندوں کا پیش رو ہے انتہے ملخصاً۔ اس کے سوا اور بہت معارف و حقائق لکھے ہیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے۔ اب دیکھئے جدت پسند طبائع خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان معارف کے فہم و تصدیق سے اہل بصیرت میں نام لکھا جائے کس قدر اُس کی جانب مائل ہوئے ہونگے اور کثرت تصانیف اور پرزور تقریروں نے اُن کو کس درجے کے حسن ظن پر آمادہ کیا ہوگا کہ مقصود آفرینش اور تمام انبیا سے افضل ہونا اُس کا مان لیا۔ اگرچہ مرزا صاحب بھی انا ولا غیری کے مقام میں ہیں اس لئے کہ کوئی شخص سوائے ان کے آدمیت موسویت عیسویت مہدویت محمدیت مجددیت محدثیت امامت خلافت کا جامع کسی زمانے میں نہیں پایا گیا جیسا کہ احمد کیال کا دعوے تھا کہ کل کو اپنی ذات میں ثابت کرنے والا سوائے احمد کیال کے کسی زمانے میں نہیں پایا گیا مگر پھر بھی ضرورت کے وقت مثلیت اور ظلیت کی پناہ میں آجاتے ہیں لیکن احمد کیال کبھی ہمت نہیں ہارا اگر اُس کے اور حالات سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو بڑا ہی مقرر اور بلند ہمت دکھائی دیگا اُس نے دکھایا کہ امام مہدی علیہ السلام مجدد و محدث

وغیرہ کا وجود تو دین میں ثابت ہی ہے ان کے مدعی بہت پیدا ہوئے اور ہوتے جائینگے
طبیعت آزمائی اگر کرنا ہی ہے تو ایسی انوکھی بات میں کیجائے جس کا جواب نہ ہو
چنانچہ ایک بے اصل بنیاد قائم کی ایسی ڈالی کہ کسی نے سنا ہی نہیں پھر اپنی بزور تقریر
اور باوجود تصنیفوں سے آمنا وصدقنا بہتوں سے کہلوا ہی لیا۔

اگرچہ احمد کیال کو معارف دانی کا بڑا دعوے تھا مگر جناب مرزا غلام احمد صاحب
قادیانی بھی معارف کے ایجاد و اختراع میں کم نہیں مرزا صاحب کی ایک تقریر یہاں لکھی
جاتی ہے جس سے موازنہ دونوں کی تقریروں کا ہو جائیگا ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۰۵) میں فرماتے
ہیں کہ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگئی اس کا دامن حضرت کے زمانے سے قیامت
تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں کے دلی اور دماغی قوے کی جنبش حضرت کے
زمانے سے آجتک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیرات ہیں اور جس زمانے میں
حضرت کا نائب کوئی پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام
کرتی ہیں بلکہ اُس زمانے سے کہ وہ نائب رحم مادر میں آئے پوشیدہ طور پر انسانی
قوی کچھ کچھ جنبش شروع کرتی ہیں اور اختیار ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت
تیز ہو جاتی ہے اور اُس نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے
وہ اُس لیلۃ القدر کی ایک شاخ ہے۔ اس لیلۃ القدر کی بڑی شان ہے جیسا کہ
اُس کے حق میں یہ آیت ہے فیھا یفرق کل امر حکیم یعنی اُس
لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی
باتیں دنیا میں شائع کردی جائینگی اور انواع واقسام کے علوم غریبہ و فنون نادرہ و صناعات

عجیبہ معمورۂ عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے اور انسانی قویٰ میں اُن کی مختلف استعدادوں اور مختلف قسم کے امکانوں بسلسلت علم اور عقل میں جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں سب کو منصۂ ظہور لایا جائیگا لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوگا۔ اور لیلۃ القدر میں بھی فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعے سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ظلالت کی پرظلمت رات سے شروع کرکے طلوع صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جسکی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدائے تعالے نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا انت اشد مناسبۃ بعیسی اور لکھتے ہیں کہ اب فرمائیے کہ یہ معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں۔ یہ تقریر کئی ورق میں ہے ماحصل اس کا یہ کہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے مرزا صاحب کا نائب رسول ہونا ثابت ہے اور جتنی کلیں امریکہ وغیرہ میں اس زمانے میں نکلی ہیں سب مرزا صاحب کی وجہ سے نکلی ہیں۔

مرزا صاحب کے معارف کسی تفسیر میں نہ ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ وہ فی الواقع درج تفاسیر ہونے کے قابل بھی تھے۔ احمد کیال کے معارف تو مرزا صاحب کی تصانیف میں بھی نہیں پائے جاتے تو کیا اس سبب سے اُس کی مجذوبانہ بڑ اس قابل سمجھی جائیگی کہ وہ کسی تفسیر میں لکھی جانیکے قابل تھی ہرگز نہیں۔ پھر مرزا صاحب کے معارف کسی تفسیر میں ہونے کی کیا ضرورت۔

ملل ونحل میں شہرستانی رحمہ نے لکھا ہے کہ فرقۂ باطنیہ کا عقیدہ ہے کہ ہر ظاہر کیلئے

باطن اور ہر تنزیل کیلئے تاویل ہے اس لئے وہ ہر آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ نفس اور عقل اور طبائع کی تحریک سے افلاک متحرک ہوئیں اسی طرح ہر زمانے میں نبی اور وصی کی تحریک سے نفوس اور اشخاص شرائع کے ساتھ متحرک ہوتے رہتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس مضمون کو دوسرا لباس پہنا کر لیلۃ القدر اور نائب رسول کے پیرائے میں ظاہر کیا۔ بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا مادہ اذکیا کے ہاتھ آ جاتا ہے تو مختلف صورتیں اُس سے بنا لینا اُن پر دشوار نہیں ہوتا اسی وجہ سے متقدمین کو متاخرین پر فضیلت ہوتی ہے کہ انہوں نے ہر قسم کا مادہ متاخرین کیلئے مہیا کر دیا ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ کلمات اور آیات کے اعداد سے باطنیہ بہت کام لیتے تھے۔

مرزا صاحب نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۸۶) میں لکھتے ہیں کہ اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ بعض اسرار اعداد حروف بھی میرے پر ظاہر کر دیتا ہے اور اسکی صفحہ (۳۱۱) میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعۂ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں اُن کا نام و نشان نہیں پایا جاتا مثلاً جو اس عاجز پر کھلا کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۂ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں انتہیٰ اہل انصاف غور فرمائیں کہ مرزا صاحب کے معارف جن کی بنیاد خبر اعتقادات باطنیہ پر ہے اہل سنت و جماعت کی تفاسیر میں کیونکر ملینگے۔ یہاں تو یہ التزام ہے

کہ جہانتک ممکن ہو ظاہری معنی سے تجاوز نہ ہو چنانچہ مرزا صاحب بھی اپنی ضرورت کے وقت لکھتے ہیں کہ النصوص یحمل علی الظواہر کما فی الازالہ اس قسم کے معارف کا ذخیرہ باطنیہ کی کتابوں میں تلاش کرنا چاہیئے چونکہ اس فرقے نے جدت پسند طبائع کی تحسین و قدردانی کی وجہ سے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کے بہت سے نام اور شاخیں ہوگئیں۔ چنانچہ ملل و نحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ کے القاب بہت ہیں ہر ایک قوم میں اُس کا جدا نام ہے۔ مثلاً عراق میں باطنیہ کو قرامطہ اور مزدکیہ کہتے ہیں اور خراسان میں تعلیمیہ اور ملحدہ۔ اس وجہ سے اُن کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ تعجب نہیں کہ ذخیرہ احمد کیال کا مرزا غلام احمد صاحب کے ہاتھ آیا ہو جب ہی تو ایسے انوکھے معارف لکھتے ہیں کیونکہ من جد وجد۔ ملل و نحل میں لکھا ہے کہ باطنیہ موقع موقع پر فلاسفہ کے کلام سے بہت تائید لیا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ بہتر فرق اسلامیہ سے خارج سمجھا جاتا ہے انتہےٰ۔

ملل و نحل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہؓ اپنی اپنی طرف سے حکم مقرر کئے تو عبد اللہ بن وہب راسبی اور عبد اللہ بن کوا وغیرہ چند اشخاص نے کمال تقوے کی راہ سے کہا کہ حق تعالےٰ تو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ فرماتا ہے اور تم لوگ آدمیوں کو حکم بناتے ہو۔ اور یہ نکتہ چینیاں شروع کیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فلاں لڑائی میں لوگوں کو قتل کیا اور ان کا مال بھی غنیمت بنایا اور اُنکے عیال و اطفال کو بھی قید کر لیا اور فلاں جنگ میں صرف مال لوٹا اور فلاں جنگ میں غنیمت بھی نہ لی۔ بہرحال وہ اس قابل نہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے۔ دین میں امام کی کوئی ضرورت نہیں۔ عمل کیلئے قرآن و حدیث کافی ہیں۔ اور اگر ایسی ہی ضرورت

ہو تو مسلمان کسی اچھے متقی شخص کو دیکھکر اپنا حاکم بنالیں وہی امام کہلائیگا۔ جس کی تائید مسلمانوں پر واجب ہوگی اور اگر وہ بھی عدل سے عدول کرے اور اُس کی سیرت میں تغیر پیدا ہو تو وہ بھی معزول بلکہ قتل کردیا جائے۔ الغرض اُن کی دینداری و دیانتداری کی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر ایسا اثر ڈالا کہ کمال حسن ظن سے جوق جوق اُن کے ہم خیال ہونے لگے اور سب نے اتفاق کیا کہ عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے چونکہ یہ شخص بڑا ہی عاقل تھا جانتا تھا کہ آخر یہ دولت اپنے ہی گھر آنے والی ہے اظہار تقدس و تدین کی غرض سے انکار کرکے یہ کہا کہ فلاں شخص اس کام کا اہل ہے ہم سب کو چاہیئے کہ اُس کا اتباع کریں لیکن لوگوں کا حسن ظن تو اسی پر تھا اس انکار سے اور بھی اعتقاد زیادہ ہوا جب خوب خوشامد اور الحاح کرالیا تو نہایت مجبوری ظاہر کرکے سب سے بیعت لی اور اُس فرقہ باغیہ کا سرگروہ بن بیٹھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب اطلاع ہوئی کہ ان لوگوں کا استدلال آیۂ شریفہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ پر ہے تو فرمایا کہ کلمۃ حق ارید بہ الباطل یعنی بات تو سچی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے پھر اُن کی سرکوبی کے لئے بذات خود نہروان تشریف لیگئے جہاں وہ لوگ جمع تھے اُس وقت اُن کی بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کی جمعیت ہوگئی تھی لکھا ہے کہ سب کے سب ایسے متقی اور نمازی اور روزہ دار تھے کہ اُن کی حالت کو دیکھکر صحابہ رشک کرتے تھے غرض اُس روز وہ سب مارے گئے۔ جس کی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو دی تھی۔ لیکن اُن میں سے نو دس آدمی بچگئے جو متفرق ہوکر عمان کرمان سجستان جزیرہ اور یمن کی طرف بھاگ گئے۔ اس قوم کا تقویٰ تو پہلے ہی سے مشہور ہوچکا تھا کہ وہ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے اس لئے کہ اُن کے عقائد میں یہ بات داخل تھی کہ

جھوٹ وغیرہ کبائر کا مرتکب کافر مخلد فی النار ہے اور بعض تو اس سے بھی قائل تھے کہ مرتکب صغیرہ بھی مشرک ہے۔ غرض کہ حسن ظن نے پھر اد سر نو جوش کیا اور لوگ انکی حالت ظاہری پہ اپنا ایمان فدا کر کے معتقد اور مرید ہونے لگے۔ ہر وقت یہی ذکر کہ علیؓ عثمانؓ اصحاب صفین اور اصحاب جمل رضی اللہ عنہم چنان و چنین سے تھے۔ ان کی سخن چینیوں سے صحابہ کبار کے مطاعن ہر ایک کے زبان زد ہوگئے۔ اور یہ بات ہے کہ کوئی متقی شخص کسی بڑے درجے کے بزرگ پہ اعتراض اور طعن کرتا ہے تو جاہلوں کے نزدیک اُس طعن کی وقعت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے ان بھگوڑوں پہ حسن ظن خوب ہی جماجس سے ترقی اس شجرۂ خبیثہ کی یہانتک ہوئی کہ کئی شاخیں اس کی نکلیں۔ اور ابتک شاخ و برگ اور ٹہنیاں نکلتی جاتی ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں نافع ابن ازرق کے ساتھ ایک مجمع کثیر ہوگیا اور تیس ہزار ۳۰۰۰۰ سے زیادہ سوار ہمراہ لیکر وہ بصرے سے اہواز تک قابض ہوگیا۔ اس فرقے کا اعتقاد تھا کہ آیۂ شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ عبدالرحمن بن ملجم کی شان میں نازل ہوئی اس فرقے نے علاوہ علی کرم اللہ وجہہ کی تکفیر کے حضرت عائشہؓ اور عثمانؓ و طلحہؓ و زبیر و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر زیادہ کر دی تھی۔

الحاصل خوارج نے تعقوبے میں موشگافیاں اس قدر کیں کہ ادنے جھوٹ اور اس پہ اصرار بھی اُن کے نزدیک شرک تھا اور بعضوں کا اعتقاد تھا کہ سورۂ یوسف کلام آلہی نہیں ہے اس لئے کہ عشق کا قصہ بیان کرنا خدا کی شان سے بعید ہے اب دیکھئے کہ جس فرقے کا کلاب النار ہونا صراحتاً احادیث میں وارد ہے کمانی کنز العمال

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخوارج کلاب النار رحم کرہ
کیا کوئی مسلمان ان کو متقی کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دراصل جھوٹ کو شرک کہنا بھی ایک
دھوکے کی ٹٹی تھی ورنہ ابن ملجم قاتل علی کرم اللہ وجہہ کجا اور آیۂ شریفہ وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہٗ کی فضیلت کجا نہ ان میں کوئی صحابی تھا جسکو اس آیۂ شریفہ
کی شان نزول پر اطلاع ہو نہ کوئی روایت میں وارد ہے کہ ابن ملجم اس کا مصداق تھا
باوجود اس کے وہ صاف کہتے تھے کہ آیۂ موصوفہ ابن ملجم کی شان میں اتری ہے
کس درجے کا جھوٹ اور خدا پر بہتان ہے۔ پھر جھوٹ کو شرک قرار دینا دھوکا دہی نہیں تو
کیا ہے جیسے مرزا صاحب جھوٹ کو شرک قرار دیتے ہیں اور خود اس کے مرتکب
ہیں۔ اسی پر قیاس ہو سکتا ہے کہ کل کارروائیاں اُن کی اسی قسم کی تھیں۔ یہاں یہ بات
بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب صحابہ کے مجمع میں جعلی تقدس ظاہر کرکے انہوں نے
اپنا کام نکال لیا تو تیرا سو برس (۱۳۰۰) کے بعد چند اشخاص اتفاق کرکے اپنا کام نکالنا چاہیں
تو کیا مشکل ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۳۰) میں مسلم شریف کی وہ حدیث
جس میں دجال کا پانی برسانا اور مردے کو زندہ کرنا وغیرہ مذکور ہے نقل کرکے لکھتے ہیں کہ ایسے
پرشرک اعتقادات ان کے دلوں میں سمجھے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا
تخت و تاج سپرد کر رکھا ہے۔ اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اتنی عظمتوں اور قدرتوں
میں خدائے تعالےٰ کے برابر سمجھ لیا ہے انتہیٰ۔ مطلب اس کا ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ امام مسلم جن کے تدین پر اجماع امت ہے۔ انہوں نے یہ حدیث نقل کرکے
تمام مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس سے خود صرف مشرک ہی نہ بنے بلکہ مشرک گر

بنانے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ شرک کا الزام لگانیوالے ٹھہرے کیونکہ اگر اس حدیث کے کوئی دوسرے معنی تھے تو ضرور تھا کہ اس معنی کی تصریح کر دیتے تاکہ مسلمان اس حدیث کو دیکھکر مشرک نہ بنیں۔ پھر یہ روایت صرف مسلم ہی نے نہیں بلکہ اور بھی اکابر محدثین نے اسکو نقل کیا ہے۔ غرض کہ یہ محدثین اور اُن کے بعد کے کل مسلمان لوگ تو مرزا صاحب کے نزدیک قطعی مشرک ہیں اور چونکہ باتفاق محدثین مسلم کی اسناد کل صحیح ہیں اس لحاظ سے اُس شرک کا سلسلہ بقول مرزا صاحب صدر تک پہنچیگا اس مسلک میں مرزا صاحب کے مقتدا خوارج ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اکابر صحابہ کی تکفیر میں کوتاہی نہ کی اور یہ الزام لگایا کہ آدمیوں کو انہوں نے خدا کے برابر کر دیا جو صراحتاً شرک ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۲۹) میں لکھتے ہیں غرض جیسا کہ خدائے تعالےٰ کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ اسی طرح یہی کن فیکون سے بقول ان کے دجال سب کچھ کر دکھائیگا انتہےٰ۔ مطلب یہ کہ کن فیکون اُسکے لئے جائز رکھنا شرک ہے اور خود اس کا رتبہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں کہ مجھے بھی کن فیکون دیا گیا ہے۔

کتاب المختار میں لکھا ہے کہ معتز باللہ کے زمانے میں ایک شخص جس کا نام فارس بن یحیےٰ تھا مصر کے علاقے میں نبوت کا دعوے کر کے عیسےٰ علیہ السلام کا مسلک اختیار کیا تھا اُس کا دعوےٰ تھا کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور ابرص اور جذامی اور اندھوں کو شفا دیسکتا ہوں۔ چنانچہ طلسم وغیرہ تدابیر سے ایک مردے کو ظاہراً زندہ بھی کر دکھایا اسی طرح برص وغیرہ میں بھی تدابیر سے کام لیکر بظاہر کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ کتاب المختار میں اُس کے نسخے اور تدابیر بھی لکھی ہیں۔

مثیل مسیح اسکو کہنا چاہیئے جس نے مثیل مسیح ہونے کا دعوے کیا ظاہر اُن کی نقل بھی پوری کر بتائی۔ چنانچہ اسی وجہ سے بہت لوگ اُس کے معتقد ہوئے اور اُسکے لئے ایک عبادت خانہ بنا دیا جو ابتک موجود ہے۔ مرزا صاحب ایک زمانے سے مثیل مسیح بلکہ خود مسیح ہیں مگر ایسا بھی کوئی معجزہ نہ دکھایا لیکن اگر غور کیا جائے تو جو کام مرزا صاحب کر رہے ہیں اُس سے بھی زیادہ نادر ہے کہ باتوں ہی باتوں میں مسیح بن گئے

یہ چند واقعات احسن ظن کی خرابی کے جو مذکور ہوئے مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اگر تواریخ پر نظر ڈالی جائے تو اسکے نظائر بہت ملسکتے ہیں اور یہ تو اجمالی نظر سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ بہتر۷۲ اسلامی فرق باطلہ کا وجود احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور ہر فرقے کے جزئی اختلاف اگر دیکھے جائیں تو صدہا کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور ادیان باطلہ کے فرقے تو بے انتہا ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر مسئلۂ باطلہ کا موجد ایک شخص ہی ہوتا ہے اگر ان موجدوں پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو اتنے فرقے ہی کیوں ہوتے۔ ایک شخص کی بات نقارخانے میں طوطی کی آواز تھی۔ اگر حسن ظن والے ہاں میں ہاں نہ ملاتے تو اسے سنتا ہی کون تھا۔ اگر موجد کو اس پر بہت اصرار ہوتا تو اپنے ساتھ قبر میں لیجاتا۔ غرض کہ اس حسن ظن ہی نے جھوٹی نبوت اور امامت کو اس قابل بنایا کہ لوگوں کی توجہ اس طرف ہوئی۔ چنانچہ جہلا جنکو معنوی مناسبت اُن جعلی انبیا اور اماموں کے ساتھ تھی آمنا وصدقنا کہکر ان کو مقتدا بنا لیا حق تعالے فرماتا ہے

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ

اس سے ظاہر ہے کہ اہل باطل کے دل باہم متشابہ ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب کی

کارروائیوں کو دیکھنے کے بعد کبھی شبہ نہیں رہسکتا کہ وہ مدعیان نبوت کے قدم بقدم راہ طے کر رہے ہیں جس کا منشا وہی تشابہ قلبی ہے۔ جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے تھے وہ جہلا نہ تھے قرآن و حدیث کو خوب جانتے تھے مناظروں میں مستعد تھے آیات و احادیث وغیرہ سے اپنے بچاؤ کے پہلو نکال لیتے تھے۔ غرض کہ ان کا علم ہی اس تفرقہ اندازی کا باعث ہوا تھا ان کی حالت اس گروہ کی سی ہے جس کی خبر حقتعالی دیتا ہے وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ یعنی علم آنے کے بعد جدا جدا فرقے ہوگئے۔ مرزا صاحب کے تبحر میں کوئی کلام نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ علم ہمیشہ سیدھی راہ پر لیچلے۔ اسی وجہ سے مدعیان نبوت باوجود علم کے گمراہ ہوئے جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ یعنی باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کیا۔ ان لوگوں کے مخالف مسلک کوئی آیت یا حدیث پیش کیجاتی تو مثل یہود کے اُس کی تاویل کر لیتے ہیں جیسا کہ حق تعا فرماتا ہے يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ یعنی کلمات کو اصلی معنی سے پھیر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب آیتوں اور حدیثوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں جن کو تحریف کہنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی نے ان لوگوں کو یہود کا مقلد بنا دیا تھا اور یہانتک نوبت پہنچی کہ اصلی معنی کسی آیت کے بیان کئے جائیں تو قہقہے اڑاتے تھے کما قال تعالیٰ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا یعنی جب جان لیتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو تو اُسکی ہنسی بناتا ہے۔

مرزا صاحب نے یہ بھی کہا جیسا کہ عیسیٰ کے زندہ اُٹھائے جانے پر

استہزا کرتے ہیں کہ آسمانوں پر اُن کے کھانے کا کیا انتظام ہوگا اور مطبخ اور پاخانہ بھی وہاں ہوگا وغیرہ وغیرہ اگرچہ دعوے اُن لوگوں کو کمال ایمان کا تھا کیونکہ نبی سے بڑھکر کس کا ایمان ہو سکتا ہے مگر وہ سب نمائش ہی نمائش تھی ممکن نہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد کوئی امتی خلاف قرآن و حدیث نبوت کا دعوے کرے اس سے ظاہر ہے کہ منشا اس قسم کے دعوؤں کا صرف ہوائے نفسانی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ هَوَاهُ یعنی کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھیرا لیا اگر مرزا صاحب خدا کو معبود سمجھتے تو جس طرح اُس کے کلام قدیم میں وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مذکور ہے اُس کی تصدیق کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوے ہرگز نہ کرتے طرفہ یہ کہ اس نص قطعی کے مقابلے میں بعضوں نے وہ اشعار پیش کئے جن کا مضمون یہ کہ شیخ اپنے مریدوں میں نبی ہوتا ہے مقام غور ہے کہ مضامین شعریہ جن کی بنیاد مبالغوں اور استعارات پر ہے قطعیات کے مقابلے میں پیش کئے جاتے ہیں شعرا اپنے ممدوح کو مسیح دوران ارسطوئے زمان بایزید وقت وغیرہ لکھا کرتے ہیں۔ اُس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ فی الواقع مسیح اور بایزید ہے اسی طرح شیخ کو بھی کسی نے نبی نہیں سمجھا ان لوگوں کی عادت ہے کہ باطل کو حق کے ساتھ ملتبس کردیا کرتے ہیں جس سے حق تعالیٰ منع فرماتا ہے قال تعالیٰ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ اس کے نظائر مرزا صاحب کے اقوال میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔

یہ لوگ قرآن و حدیث کے مقابل اپنے الہام اور وحی پیش کرتے ہیں

چنانچہ بہت سے اقوال مرزا صاحب کے اس قسم کے نقل کئے گئے حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ

شَیْءٌ یعنی اُس سے بڑھکر اور کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعویٰ کرے کہ میری طرف وحی آتی ہے انتہٰے ۔ مرزا صاحب نے بھی صراحتاً دعوے کیا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے ۔

یہ لوگ بحسب ضرورت باتیں بناکر لکھدیتے ہیں کہ یہ الہام اور وحی ہے جو اللہ نے بھیجی جیسا کہ یہود وغیرہ کیا کرتے تھے جن کی نسبت حق تعالےٰ فرماتا ہے فَوَیْلٌ

لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا

بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْھِمْ وَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ

یعنی خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھیں پھر لوگوں سے کہیں کہ یہ خدا کے ہاں سے اتری ہے تاکہ اُس کے ذریعے سے تھوڑے سے دام حاصل کریں پس افسوس ہے کہ اُن پر اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا افسوس ہے اُن پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں انتہٰے ظاہر ہے کہ مقصود ان لوگوں کا بھی وحی والہام آسمانی پیش کرنے سے یہی ہے کہ لوگ معتقد ہوکر چند ویک مشت یا ماہواری دیں جیسا کہ مرزا صاحب وحی کو ذریعہ بناکر اقسام کے چندے وصول کر رہے ہیں ۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ

بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو خدائے تعالےٰ نے اُتارا ہے اُس پر ایمان لے آؤ تو جواب دیتے ہیں جو ہم پر اُتارا گیا ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں انتہٰے ۔ دیکھئے حشر اجساد وغیرہ میں نصوص قطعیہ موجود ہیں مگر اپنے الہام اور وحی

مسئلہ کے مقابلے میں اُن کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اُن کی بھی یہی حالت ہے جو اس سے ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنی وحی پیش کرتے تھے ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ یعنی تم کیا کلام آلہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اُن کا یہی بدلہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اُن کی رسوائی ہو اور قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں یہی ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی سو اُن سے نہ عذاب ہلکا کیا جائیگا اور نہ وہ مدد کئے جائینگے۔ انتہٰی۔

یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے ہیں اور احادیث پر ہمارا ایمان ہے مگر مقصود اس سے کچھ اور ہی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ یعنی وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں یعنی مسلمان حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اُسی زمرے کے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مرزا صاحب کی قسموں کا حال بھی اوپر معلوم ہوا۔

اس قسم کھانے سے اُن کی یہ غرض ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں جو اُن سے عام ناراضی پھیلتی ہے وہ کم ہو جائے اس قسم کی کارروائیاں پہلے لوگوں نے بھی کی ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ یعنی تمہارے سامنے

وہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمکو راضی کرلیں انتہٰے۔ قسمیں کھاکر ان کا یہ کہنا کہ ہم بھی تمہیں میں سے ہیں یعنی مسلمان فضول ہے اس لئے کہ اگر اُن کا ایمان پورے قرآن و حدیث پر ہوتا تو جھگڑا ہی کیا تھا اور نیا فرقہ بننے کی ضرورت ہی کیا تھی حق تعالےٰ فرماتا ہے

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا یعنی اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی انہیں چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آگئے اگر قرآن و حدیث پر مرزا صاحب کا ایمان ہوتا تو تمام امت کی مخالفت کیوں کرتے اور سب کو مشرک کیوں بناتے۔

کبھی یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہیں کہ دیکھو ہم انبیا ہیں ہماری سب باتیں غاسن لینا ہمارے معاملے میں دخل نہ دو ورنہ چناں ہوگا اور چنیں ہوگا جیسے مرزا صاحب کی تعریفوں میں ہوا ہے۔ اسی قسم کی دھمکیاں اگلے لوگ بھی دیا کرتے تھے مگر حق تعالےٰ فرماتا ہے ان سے ہرگز مت ڈرو کما قال تعالےٰ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی وہ شیطان ہے جو مسلمانوں کو ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے ہرگز مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ مرزا صاحب کی دھمکیوں کا کچھ خوف نہ کریں۔

اور کبھی جھگڑے اور مناظرے کرکے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں جیساکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اَتٰهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ یعنی جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر ایسی سند کے جو اُن کو پہنچی ہو ان کو بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں اور ایمانداروں کے ہاں اسیطرح

مہر کرتا ہے اللہ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر۔ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب بلادلیل کیسے کیسے جھگڑے پیدا کر رہے ہیں۔

یہ لوگ اقسام کے وسوسے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ کسی طرح آدمی متزلزل ہو جائے

جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ مرزا صاحب کے وسوسوں کا کس قدر اثر ہوا کہ جو لوگ قادیانی نہیں

ہوئے وہ بھی عیسٰی علیہ السلام کی زندگی میں کلام کرنے لگے جیسے مرزا حیرت صاحب کی

تقریروں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بعض ظاہر بین متزلزل

ہو رہے ہیں۔

اگر اُن سے کہا جائے کہ نبوت وغیرہ دعاوی کاذبہ کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس سے

فساد اور مسلمانوں میں تفرقہ بڑ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے مامور ہیں کہ مسلمانوں کی

اصلاح کریں۔ یہی حالت سابق کے لوگوں کی تھی جن کی خبر حق تعالے دیتا ہے

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَا اِنَّهُمْ

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں

فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں

سمجھتے۔ مرزا صاحب سے کتنا ہی کہا جائے کہ حضرت آپ کی عیسویت نے مسلمانوں میں

فساد عظیم برپا کر رکھا ہے کہ مناظروں سے نوبت جدال و قتال تک پہنچ گئی ہے وہ کام

کیجئے کہ مسلمانوں کی جس سے ترقی ہو اور کل مسلمان اتفاق کر کے مخالفین کے حملوں سے

اپنے دین کو بچائیں مگر وہ سمجھتے ہی نہیں اور یہی فرماتے ہیں کہ میں اصلاح کے لئے

آیا ہوں کیا مسلمانوں کی اصلاح یہی ہے کہ انہیں قتال و جدال رہے اور کفار بیفکری سے اُن کی

بیخ کنی کریں۔

اگر ان لوگوں کو خوف خدا اور آخرت پر ایمان ہوتا تو کبھی اس قسم کے دعاوی باطلہ نہ کرتے حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے یہ لوگ (اپنے نزدیک) اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لاچکے ہیں دھوکا دیتے ہیں۔ **معلوم نہیں** کہ اُن کا خدا پر کیسا ایمان تھا کیا یہ نہ جانتے ہونگے کہ خدائے تعالےٰ عالم الغیب ہے اور تمام خیالات فاسدہ پر مطلع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ یعنی خدا آنکھوں کی خیانت جانتا ہے اور اُن بھیدوں کو بھی جانتا ہے جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ اور فرماتا ہے کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی اور ایسا نہ سمجھنا کہ خدا اُن ظالموں کے اعمال سے غافل ہے اور ارشاد ہے وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ یعنی ہم ان کو مہلت دیتے ہیں اور میرا کید مستحکم ہے۔ مرزا صاحب جس وقت براہین احمدیہ لکھ رہے تھے گو مسلمانوں کے پیش نظر یہ ہوگیا تھا کہ وہ ہمہ تن دین کی تائید میں مشغول ہیں مگر خدائے تعالےٰ ان کے ارادے کو خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور اب بھی جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُس سے بھی غافل نہیں مگر مرزا صاحب اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ اگر یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو اُس سے روک دئے جاتے اور اس قدر مہلت نہ ملتی۔ یہی دھوکا ابن تومرت وغیرہ کو ہوا تھا اس لئے کہ مرزا صاحب سے زیادہ ان کو مہلت ملی تھی اور اس مدت میں برابر مسلمانوں میں فتنہ وفساد کرتے رہے۔ مگر آخرکار

طعمہ اجل ہو کر اپنے ٹھکانے کو پہنچ گئے۔

بات یہ ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور سے ہو جاتا ہے تو آدمی خدا کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ یعنی شیطان ان پر غالب آ گیا ہے اور اس نے اُن کو خدا کی یاد بھلا دی انتہیٰ خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب کامیابی ہو جاتی ہے اور لوگ بکثرت اُن کے پیرو ہوتے جاتے ہیں تو گمراہی اور زیادہ ہو جاتی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ یعنی ان کے بھائی ان کو گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے اگر مرزا صاحب کو ان کے ہم خیال لوگ تائید نہ دیتے تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی۔ مگر یاد رہے کہ یہ تائید باعث زیادتی جرم ہے جس سے سزا میں بھی سختی ہو گی کما قال تعالیٰ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ہم ان لوگوں کو صرف اس لئے ڈھیل دیر رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور آخر کار اُن کو ذلت کا عذاب ہے۔

تشابہ قلبی یا حسن ظن وغیرہ سے جو لوگ ان لوگوں کے دباؤ میں آ گئے اُن پر یہ بات صادق آتی ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ فَاَطَاعُوْہُ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ یعنی پھر بے وقوف بنا لیا اپنی قوم کو پھر اسی کا کہا مانا ان لوگوں نے بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔

ان لوگوں کے روبرو ان کے مخالف مدعی کوئی آیت قرآنی پڑھی جائے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے الہامات اور وحی پر نازاں اور خوش رہتے ہیں۔ ان کی وہی حالت ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

فرحوا بما عندہم من العلم یعنی جب رسول کھلی نشانیاں ان کے پاس لے آئے
تو وہ اپنے علم ہی پر خوش رہے کتنے ہی آیات و احادیث اس قوم پر پیش کئے جائیں
وہ ایک نہیں مانتے اور اپنے ہی علم پر نازاں ہیں کہ مرزا صاحب کا الہام ہی ٹھیک ہے۔

ف آیات قرآنیہ کا نزول اگرچہ خاص خاص مواقع میں ہوا ہے مگر علما جانتے ہیں کہ
العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المعنی یعنی جو مواقع خاصہ نزول کے داعی ہوا کرتے تھے یا
جن کے باب میں آیتیں نازل ہوئیں قرآن انہیں کیلئے خاص نہیں بلکہ جہاں جہاں
منطبق ہوسکتا ہے وہ سب اس میں داخل ہیں اس لحاظ سے مدعیان نبوت وغیرہ بھی
ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہوسکتے۔

اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو
کیا کرنا چاہیئے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مخفی
راز پہ مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدائے تعالیٰ نے
اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں چنانچہ فرماتا ہے
قولہ تعالیٰ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ
إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ یعنی اور ایسا ہی ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فاسق
پیدا کئے تاکہ ان میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں
اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے اگر یہ آیہ شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے
لوگوں کی ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں جن کو اس قسم کی تائید
ہو رہی ہے اس قسم کی لوگوں کی ترقیوں سے مسلمانوں کو یہ خیال چاہیئے کہ ہماری ابتلا
اور آزمائش کیلئے حق تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ تائید ان کی حقانیت

پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے قولہ تعالے کُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَآءِ وَهٰؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا یعنی طالب دنیا اور طالب آخرت ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں پروردگار کی بخشش بند نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی ولادت بابرکت سے آثار نبوت اور ارہاصات شروع تھے اہل عرب عمر بھر حضرت کی امانت وصدق دیکھا کئے۔ یہود اور نصاریٰ اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت کی نبوت کا حال سنا کئے اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیا کئے۔ باوجود اس کے حضرت کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ اشخاص مسلمان ہوئے۔ اور مسیلمہ کذاب بہ دو چار سال ہی میں لاکھ آدمی تک ایمان لائے پھر کیا اس فوری ترقی سے مسیلمہ کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ باطل کا تیوع بہت جلد ہوتا ہے خصوصاً اس آخری زمانے میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔

حق تعالے فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ یعنی جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسبت اسکو دنیا دینگے مگر پھر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اَلدُّنْيَا ذُوْرٌ لَا يَحْصُلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ کو اپنا مقتدا بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کر لیا مگر افسوس ہے ان پر جنہوں نے دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا کیونکہ ہر ایک کے ہم خیال ہونے کے لئے کئی کئی آیتوں اور احادیث کا ان کو انکار کرنا ضرور پڑا حالانکہ حق تعالے فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا یعنی اہل ایمان وہی لوگ ہیں جو خدا ورسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے دلوں میں منجانب اللہ ایک قسم کی ایسی تسکین ہوتی ہے کہ مخالفین کی باتیں اُن کو مشوش نہیں کرتیں۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ یعنی خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان اور تسکین اتاری تاکہ پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیا وغیرہم مسلمانوں کو بہکادیں تو بمقتضائے الدین النصیحۃ ان کی خرابیوں پر متنبہ کردیں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے۔ جس پر حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ یعنی شاید کہ تم واے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو ہلاک کر لوگے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے انتہےٰ اور نیز ارشاد ہے قولہ تعالےٰ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ یعنی اے رسول خدا غم نہ کھاؤ اُن پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں انتہےٰ اور مسلمانوں کو ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ یعنی مسلمانو تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا انتہےٰ۔

اور حدیث شریف میں ہے عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتکرہوا الفتنۃ فی آخر الزمان فانہا تبیر المنافقین (ابونعیم) کذا فی کنز العمال یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانے میں فتنے کو برا نہ سمجھو اس لئے کہ

وہ منافقوں کو ہلاک کریگا مطلب یہ کہ جن لوگوں کے دل میں پہلے ہی سے پورا ایمان
نہیں ہے وہ فتنہ پردازوں کی تصدیق فوراً کرلینگے اور ہلاک ہونگے۔ اور سچے مسلمان
اپنے کمال ایمانی کی وجہ سے ان کے فتنوں سے محفوظ رہیں گے چونکہ ایسے ایمان
والوں کا مسلمانوں میں رہنا کچھ مفید نہیں بلکہ انکا علیحدہ ہوجانا ہی بہتر ہے۔ اس لئے تخصیص
کر کے آخری زمانے والے مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ اس زمانے میں فتنے کو
مکروہ نہ سمجھو کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ خالص مسلمان ممتاز ہوجائینگے۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں مسلمانوں کی بہت شکایت فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ
نے ایک سخت [illegible] سے ان سے عجز و فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ اٹھالیا اور اسی
صفحہ (۱۰۲) میں لکھتے ہیں۔ نیک ظنی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے مثلاً یہ نیک ظنی
ہی کی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بہ آسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ
کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ
شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی غرض ہوگی اور آخر میں اس بدظنی سے گونگے
رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک کرتے فی الحقیقت حسن ظن
اصلاح تمدن کیلئے ایک بڑی دولت تھی مگر افسوس ہے کہ اسکو زمانے کی رفتار اور
مکاروں کی خود غرضیوں نے خاک میں ملادیا۔ ہر زمانے کے بدمعاشوں کی کارروائیاں
اور حسن ظن کرنے والوں کی تباہیوں نے مسلمانوں کو عبرت کا سبق پڑھایا جس سے
وہ الحزم سوء الظن پر عمل کرنے لگے۔ اور اس کی تو خود مرزا صاحب بھی اجازت دیتے ہیں
چنانچہ اس کے صفحہ (۱۰۲) میں لکھا ہے نیک ظنی انسان میں فطرتی قوت ہے اور جبتک
کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا نہو اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا طبعی خاصہ ہے

اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا ہوجائے تو پھر نیک ظنی استعمال میں لانا چاہیئے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو بدگمانی کے کیسے کیسے موقع دیے ہیں۔

جس طرح اور لوگوں نے نبوت مہدویت قائمیت شاہدیت کشفیت اور ولایت وغیرہ کے جھوٹے دعوے کرکے دنیوی وجاہت حاصل کی اور اپنے اغراض پورے کئے مرزا صاحب بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو ایک ہی ایک دعوے کیا تھا۔ مرزا صاحب ایک دعوے پر قانع نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ میں مجدد ہوں۔ محدث ہوں امام زمان ہوں۔ مہدی موعود ہوں عیسے موعود ہوں۔ خلیفۃ اللہ ہوں۔ حارث حراث ہوں نبی ہوں۔ رسول اللہ ہوں۔ خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ تمام انبیا کا مثیل وہمسر ہوں بلکہ افضل ہوں۔ کن فیکون کا اقتدار رکھتا ہوں۔ مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ خدا اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ میرے معجزات انبیا کے معجزات سے بڑھکر ہیں۔ میری رسالت اور نبوت کا منکر اور میرے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان دعووں سے اس قدر دنیوی وجاہت حاصل کی کہ اقسام کے چندے کرکے لاکھوں روپئے حاصل کئے اور کر رہے ہیں۔

اب اور سنئے تفسیر وحدیث کی توہین کرکے ان کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ قرآن میں اقسام کی تحریفات وتصرفات والحادکئے۔ انبیا کے الہامات کو جھوٹے کہے اور انبیائے اولوالعزم جیسے ابراہیم۔ موسے اور عیسے علیہم السلام کو ساحر بنایا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خاصہ میں جو آیتیں نازل ہوئیں ان کو الہام کے ذریعہ سے اپنے پر چسپاں کرلیا۔ جیسے انا اعطیناک الکوثر۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر ۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا ۔ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ ۔ الم نشرح لک صدرک ۔ لا تخف انک انت الاعلی ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس انی فضلتک علی العالمین ۔ اذا جاء نصر اللہ ۔ رفعنا لک ذکرک انک علی صراط مستقیم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین ۔ الیس اللہ بکاف عبدہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ۔ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۔ ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ ۔ افلا تعقلون ۔ جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ۔ قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ۔ قل اعوذ برب الفلق ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ واللہ متم نورہ ۔ تمت کلمۃ ربک وغیرہ جو براہین احمدیہ میں مذکور ہیں ۔ اور جو آیات واحادیث ان کے مقصود کے مضر ہیں ان پر سخت حملے کئے ۔

اہل اسلام اپنے اپنے ایمان کے مدارج کے موافق خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ کیا اب بھی مرزا صاحب کے ساتھ حسن ظن کیا جائے ۔

تمت الحصۃ الاولی

صحتنامہ کتاب افادۃ الافہام حصہ اوّل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۹	کیونکہ براہین احمد صفحہ (۲) احمدیہ میں	کیونکہ براہین احمدیہ صفحہ (۴۹۶) میں
۲۶	۱۷	فضل و براہین میں	فضل براہین میں
۳۰	۶	بڑھا گیا	بڑھایا گیا
۶۰	۱۰	وصعن	وضعھن
۷۰	۱۵	پیدا گئی	پیدا ہوگئی
۷۸	۶	کلموں کا ایجاد	کلوں کا ایجاد
۸۰	۱	دادا الابتلا	دار الابتلا
۹۱	۵	مَاتَشَہِیہ	مَاتَشْتَہِیہِ
۱۰۶	۱۵	حَلَقَ	خَلَقَ
۱۱۷	۱۰	پہنچتی	پہنچی
۱۲۴	۱۳	ایمان لئے تھے	ایمان لائے تھے
۱۲۶	۳	وہ عیب	دو عیب
۱۳۰	۱۲	دوصلے	دو سگے
۱۵۴	۷	ترش رور خواب	ترش روز خواب
۱۵۷	۸	نہ بنا ہو	نہ بنایا ہو
۱۹۰	۴	دودھ زیادہ اثر یہ ہوا	دودھ زیادہ ہوا اثر یہ ہوا
۲۱۵	۵	صدق کرتر زیادہ ہوئی	سوچند زیادہ ہوئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۰	۲	عمل میں کیا	عمل کیا
۲۴۲	۵	خرییقین	یقین
۲۴۸	۱۳	طریفین	طرفین
۲۵۹	۴	فرملائیں	فرمائیں
〃	〃	مسلمانوں کے	مسلمانوں کو ان کے
۲۶۰	۵	کرے تو	کرنے کے لئے
〃	۹	کچھ کچھ	کا کچھ نہ کچھ
۲۷۸	۷	انت	اانت
۲۹۱	۱۰	امتردد	یا متردد
۳۳۲	۱۸	نظرانداز کرنیکا بہت کچھ پچتانا۔	نظرانداز کرنے پر بہت کچھ پچتایا۔
۳۴۰	۷	یتحملتھا	یتحملنھا
۳۶۱	۱۰	اذا راد شیاٴ	اذا اراد شیئاً
۳۷۰	۱۳	یا حسن وظن	یا حسنِ ظن
۳۷۱	۶	قرآن نہیں کیلئے	قرآن انہیں کے لئے
۱۷۵	۱۶	قصرفات	تصرفات

اعلان

دفتر اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن میں بغرض افادت قومی کتب دینیہ طبع اور شائع ہورہے ہیں۔ چنانچہ کتب مندرجہ نقشہ ذیل اصلی لاگت پر دفتر اشاعۃ العلوم واقع شبلی گنج اندرون مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں ملتے ہیں۔ اور کتب خانہ دائرۃ المعارف واقع چھتہ بازار میں بھی کتب مذکورہ موجود ہیں جن علم دوست اصحاب کو خرید کرنا مطلوب ہو ہر دو جگہ سے خرید فرما سکتے ہیں۔

فہرست کتب طبع شدہ مجلس اشاعۃ العلوم مع صراحت صفحات وقیمت بابت سنہ ۲۲-۲۳-۲۴ ف

[illegible]	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	خدا کی قدرت	حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔	استمداد اولیا	اردو نظم	۸	۳؍

یہ رسالہ تضمین اشعار مولوی خرم علی صاحب مرحوم ہے جس میں مرحوم نے پردۂ نظم توحید میں حضرت نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالے علیہم سے استمداد کی ممانعت اور تحذیر کی تھی

حضرت مولانا ممدوح نے انہیں اشعار کی تضمین و تطبیق کے لحاظ سے جواز استمداد کا ثبوت دیا ہے گو بظاہر مرحوم کے اشعار کی شرح ہے لیکن باطن میں منکرین استمداد کا جواب مدلل ہے جو مفید و کار آمد اہل سنت و جماعت اور اس کی قیمت بالکل کم رکھی گئی ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مضمون	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲	رپورٹ قاضی گھن پورہ	غلام محی الدین صاحب قاضی گھن پورہ	تاریخ	اردو	۴۲	×

قاضی صاحب نے اپنے مفوضہ قصبات میں دورہ اور وہاں کے مسلمانوں کے حالات جہل اور مذہب اسلامیہ سے ناواقفی اور صرف برائے نام مسلمان اور مذہب ہنود سے میل اختلاط کی کیفیت کی توضیح اور ان کو جو جو ہدایات کئے اس کی تفصیلی کیفیت بقید نام اور سکونت اس میں درج کیے ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مضمون	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳	مکارم الحفظہ	مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب	فضیلت حفاظ قرآن	اردو	۸۴	۳/

اس رسالے میں تاریخی واقعات شرعی احکام اور حفاظ کے فضائل و آداب مع متعدد فوائد و ہدایات و دلچسپ قصص و حکایات کتب تفسیر و حدیث و فقہ تجوید تاریخ و سیر وغیرہ سے جمع کئے گئے ہیں جو حفاظ کے لئے نہایت مفید و موجب تحریص و ترغیب حفظ کلام پاک ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴	السمع الاسمع	مولوی احمد کریم صاحب	خطابہ	عربی	۲۰	ا/

مصنف نے اس نسخے کو بطور خطبہ مرتب فرمایا ہے جس میں مواعظ و نصائح مفیدہ سے کام لیا ہے اور با این ہمہ اسکو صنعت غیر منقوطہ میں نہایت نزاکت سے لکھا ہے چونکہ ایسے الفاظ خالی از اشکال نہیں ہوتے۔ اس لئے مصنف علام نے جا بجا ان لغات کا حل فرما دیا ہے جس سے ناظرین کو فہم مطالب میں مدد ملیگی۔ یہ خطبہ نہایت مفید اور بلیغ اور ذی علم لوگوں کے لئے بالضرور بصیرت افزا ہے جو مؤلف کی علمی لیاقت و جودت طبع پر دال ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۵	سرمایۂ نجات	مولوی محمد عبدالجلیل صاحب نعمانی	فقہ	اردو	۹۲	۳/۶

اس رسالہ مفیدہ میں مصنف نے منعم حقیقی کے نعمات و صفات و حضرت پیغمبر آخر الزمان صلعم کے اخلاق و فضائل و قرآن شریف کے اوامر و نواہی و بعثت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی علت غائیہ اور ضمنی طور پر قبر میں نکیرین کا سوال و تقدیر و حشر و نماز و نعم و نامۂ اعمال وغیرہ عقاید و احکام طہارت و نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج

کے تفصیلی مسائل کی تشریح فرمائی ہے۔

نمبر تعداد	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد نقشہ جات	قیمت
۶	نقشۂ انوار الفرائض	مولوی فتح الدین صاحب آزبر	فرائض	اردو	ایک عدد	۶ر۳

مؤلف نے بکمال محنت احکام توریث اسلام و ہنود اس مختصر نقشے میں جمع کئے ہیں ترکہ میت کی تقسیم مذہب اسلام و شاستر ہنود کے مطابق نہایت خوبی سے بتلائی گئی ہے اور علم فرائض کے مشکلات و مغلقات کی نہایت شرح و بسط سے آسانی کی ہے جسکو کم استعداد والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے۔

نمبر تعداد	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد نقشہ جات	قیمت
۷	نقشہ جات فقہ	مولوی عبید اللہ صاحب	فقہ	اردو	۵ عدد	۶ر۲

یہ کامل نقشہ پانچ قطعوں پر مشتمل ہے جس میں مسائل ضروریہ احکام اسلام و وضو نماز کے شرائط و فرض و واجبات و مکروہات و نواقض وضو و صلوٰۃ نہایت خوبی کے ساتھ بتلائے گئے ہیں جو نہایت مفید عام ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۸	خطبۂ میلاد النبی	مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب	سیر	اردو	۴۲	۳ر

اس رسالے میں فاضل مصنف نے بطور خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وسوانح قلمبند کئے ہیں زبان اردو نہایت صاف وستھری ہے طرز وانداز بیان بھی دلکش ومرغوب ہے ۔ اکثر جگہ آیات قرآنی سے استدلال واستشہاد کیا گیا ہے اور اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ مسلمان قومی حیثیت سے سخت بیمار ہیں ان کا مرض معصیت ہے اور علاج توبہ واستغفار وطلب رحمت وغیرہ آنحضرت کے واقعات زندگی کے ساتھ اسلام کی حکمت واسرار احکام اور اخلاق حسنہ بھی ذکر کیا ہے جس کا ختم بیان ولادت مبارک پر ہوا ہے "

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۹	العروۃ الوثقیٰ	مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب مہاجر	سیر	عربی	۱۶۴	۵ر

اس کتاب میں روحیت اور فضائل روحیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وجواز محفل میلاد وعبادت وموانع روحیت صلعم وتربیت باطنہ وفضائل قیام وقت ذکر ولادت ومولد شریف و فضائل وکرامات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۰	الوسیلۃ العظمی	مولوی سید غلام محمد یار الدین صاحب مہاجر	سیر	عربی	۱۳۶	۴ر

اس کتاب میں جواز قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اثبات مولد شریف کا سنت سے اور اثبات قیام تعظیم کے لئے مطلقاً باستشہاد قیام نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اور قیام صحابۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بایراد اقوال ثقات وسنت واستحباب اور استحسان قیام وفضیلت مکہ معظمہ ومدینہ منورہ وشرافت علماء حرمین شریفین وغیرہ بہ تفصیل مذکور ہیں

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۱	زاد السبیل الی دار الخلیل	مولوی سعد اللہ صاحب	فقہ	اردو	۱۳۷	۴ر

اس کتاب میں حج کی فرضیت وفضائل حج وعمرہ واحرام باندھنے کے مواقع وطرق وممنوعات ومکروہات ومناجات وقت احرام وطریقہ عمرہ وادائی حج وبیان جنایات وبیان زیارات مکۂ معظمہ ومدینہ منورہ ودیگر مسائل مختلفہ نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جو عازمین حج کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۲	نیک مشورہ	حضرت مولٰنا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی	ہدایات سفر حج	اردو	۲۸	۲

اس رسالہ میں فضیلت حج اور عازمین حج کیلئے ضروری ہدایات بصراحت مذکور ہیں یہ چھوٹا سا رسالہ عازمین حج کے لئے رفیق طریق اور اس کے موافق عمل کرنیوالوں کے مشکلات کا مشکل کشا ہے۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۳	مقاصد الاسلام حصہ پنجم	حضرت مولٰنا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔	اخلاق	اردو	۱۷۶	۸۶/۵

اس کتاب میں تصوف کی تعریف صوفی اور اس کے اصطلاحی معنی معرفت الٰہی جزا و سزا حالات جنت و دوزخ جزا و سزائے اعمال کا عقلی طور پر ثبوت دیا گیا ہے فقر و زہد صحابہ رضی اللہ عنہم و خلفاء ثلاثہ کے متعلق روایتیں و محاربات شام وغیرہ کی روایتیں اور عبد اللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی و دیگر مضامین مختلفہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے بتلائے گئے ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	کیفیت
۱۴	سفرنامہ حرمین الشریفین	مولوی محی الدین حسین صاحب دہلوی	تاریخ سفرنامہ حج	اردو	۳۴۳	۱۳۱۲ھ

سفر کی تعریف آداب سفر زیارات کی اجمالی صورت - شہر مدینہ اور اُس کے دیگر حالات
مدینے کے آثار مشہورہ اور مشاہد متبرکہ - مدینۂ منورہ کے مصارف - مدینہ والوں کا تمدن
و معاشرت اور وہاں کے مدارس و حمام و ماکولات و فواکہات و لباس و
وکیل و وزن سکہ جات و نرخ انتظام مسجد حرام اہل مکہ کے اخلاق اور ان کا
سلوک و ادائی حج و گفتگوئے اسفار بحری و بری وغیرہ بصراحت مذکور ہیں -
گویا عازمین حج کے لئے یہ کتاب زادراہ ہے -

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	کیفیت
۱۵	روئداد جلسۂ سالانہ مدرسۂ معینیہ	مولوی سید نثار احمد صاحب معتمد مدرسہ موصوفہ	تاریخ	اردو	۲۴	×

مدرسۂ معینیۂ اجمیر کی رپورٹ سالانہ ہے - جس میں مدرسہ مذکور کے
حالات درج ہیں -

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۶	خیر المواعظ جلد اول	مولانا مولوی محمد زمان خان شہیدؒ	مواعظ و نصائح	عربی بہ ترجمہ فارسی	۶۶۰	عہ ۷

اس کتاب میں تمام احادیث متعلق مسائل طہارت و صلوٰۃ و جنائز و زکوٰۃ و صیام و حج و نکاح و طلاق و عتاق و قصاص و فضائل قرآن شریف، حرمین شریفین و یمن و عجم و شام بصراحت مذکور ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۷	رسالہ حیاۃ الانبیاء ترجمہ انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء	امام جلال الدین سیوطی مترجمہ مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب۔	کلام	اردو	۳۴	۲/۶

اس رسالے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد انتقال کمال تحقیق و توضیح سے ثابت کی گئی ہے اور حدیث معارض کا متعدد طرق سے بدلائل جواب دیا گیا ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۸	احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح	مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹوی۔	فقہ	اردو	۳۲	۱ر۳

نماز تراویح کے بیس رکعات کا ثبوت نہایت تحقیق و تنقیح سے کیا گیا ہے
یہ رسالہ دو فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔
فصل اول ثبوت مواظبت خلفائے راشدین بر نماز تراویح۔
فصل دوم سنت خلفائے راشدین کو ضروری العمل جاننے کے بیان میں اور
خاتمہ میں مسئلۂ تراویح کی تحقیق کی گئی ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۱۹	تحقیق مسح الجوربین	مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹوی۔	فقہ	فارسی	۲۴	۱ر

یہ رسالہ تحقیق مسئلۂ جوربین میں لاجواب ہے فتاوے مختصر و احادیث صحیحہ و اخبار
مرفوعہ سے اس مسئلۂ خاص میں نہایت وضاحت سے تحقیق کی گئی ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۰	فیصلہ شاہ صاحب دہلوی	مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی۔	تصوف	اردو	۲۶	۱/ر

اس رسالہ میں وحدۃ الوجود کا ثبوت نہایت خوبی کے ساتھ دیا گیا ہے اور توحید وجودی کا ثبوت باحسن الوجوہ آیات قرآنی و احادیث سے ادا کیا گیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۱	انوار اللہ الودود فی مسئلۃ وحدۃ الوجود	مولانا مولوی محمد انوار اللہ خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی	تصوف	اردو	۱۰	۶/ر

اس رسالہ میں اثبات وحدۃ الوجود کا نہایت عمدہ پیرایہ میں دلائل عقلی کے ساتھ محققانہ طرز سے کیا گیا ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۲	ثبوت ذکر جہر	مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی	فقہ	اردو	۱۰	۶/ر

اس رسالہ میں ذکر اللہ کا جہر محققانہ فتاوے سے واحادیث سے ثبوت دیا گیا ہے
اور جو لوگ ذکر جہری پر معترض ہیں اُن کا بدلائل شرعی دفع احتمال کیا گیا ہے
اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ترجیح اخفار ذکر کی صرف ریاسے بچنے کے لئے ہے یس
جسکو ریا کا خوف ہے اُس کے حق میں ذکر خفی اچھا ہے ۔

نمبر اندراجات	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۳	مذہب منصور حصہ دوم	مولانا مولوی منصور علی خاں صاحب مدرس مدرسہ طبیہ ۔	فقہ	اردو	۳۴۴	۱۴/

اس کتاب میں مضامین اصطلاحات صوفیہ وجودیہ واسمار وصفات الہیہ کی تفصیل و
عقائد ضروریہ صحیحہ اہل سنت ۔ حالات صحابہ دردو بابیہ ارکان اسلام ۔ طریقہ اہل اللہ
طریقہ بیعت شعار اسلام ورسوم جہال رد فرقہ قادیانی ومذاہب جدیدہ حالات مسلمین زمانہ
واثبات تقلید شخصی اور قرآن شریف کا کلام آلہی ہونے کے دلائل و وجود تخلیق
اخلاط حیوانی بتفصیل مذکور ہیں جس کی توضیح اور فوائد تامہ دیکھنے سے ثابت
ہوسکتے ہیں ۔

نمبر اندراجات	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۴	اعظم التجوید	مولوی سلامت اللہ صاحب	تجوید	اردو	۴۴	ار۲ مر

اس رسالہ میں اُس کا جواب دیا گیا ہے کہ علم تجوید یعنی علم قرأت کا سیکھنا اور اُس پر عمل کرنا فرض عین ہے یا فرض کفایہ یا واجب و سنت و مستحب اور جو شخص باوجود قدرت واستطاعت کے اس علم کو نہ سیکھے اس کا کیا حکم اور ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں روایات فقہیہ مع بعض تفاسیر سے اس کا جواب ادا کیا گیا ہے گو چھوٹا سا رسالہ ہے مگر جوابات نہایت شرح وبسط و مطابق سنت وکتاب کے مرقوم ہیں ۔

نمبر تعداد	نام کتاب	نام مصنف	مضمون	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۵	حکمۃ بالغہ جلد اول	مولوی احمد مکرم صاحب چریا کوٹی	کلام	اردو نثر	۶۸۰	عہ/

اس کتاب میں قرآن مجید کی تاریخ اور قرآن کیونکر جمع ہوا اختلاف قرأت پر آریوں کا اعتراض مع جواب قرآن کی مختلف ترتیبیں نقاط وحروف والفاظ قرآن کی تعداد شمار آیات مکی ومدنی وتعداد آیات حضری وسفری معراج جسمانی کے محال نہ ہونے اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت روح وقرآن کا مقابلہ قرآن کی پیشگوئیاں اسلام کی اشاعت تلوار سے نہ ہونے کا ثبوت وخلافت صحابۂ کرام ذکر غزوات گویا قرآن مجید کی مکمل تاریخ اور بہت سے ابواب بہ تفصیل مذکور اور مخالفین اسلام کے توہمات کا پورا جواب ہے اور تشنگان ہدایت کے لئے

عین الحیات سے ہے۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۶	تحفۃ السالکین	مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹوی	سلوک	اردو	۲۴	ار

اس رسالے میں سلوک وطریقت سے متعلق اذکار و اشغال بطریقۂ علیہ چشتیہ صابریہ ونیز بعض ضروری فوائد مذکور ہیں۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۷	سخاوت الشرافت	مولوی سلامت اللہ صاحب	فقہ	اردو	۴۰	ار۲ہر

اس رسالے میں اسرار جہر و مخافت قراۃ نماز کا بیان کیا گیا ہے۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۸	تفسیر سورۂ اعلےٰ	مولوی مشتاق صاحب انبھٹوی۔	تفسیر	فارسی	۲۴	ار

اس رسالے میں سورۂ اعلیٰ کی تفسیر کی گئی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۲۹	الدلیل الاظہر	مولوی مشتاق احمد صاحب انبھٹوی۔	فقہ	اردو	۱۰	۶ر

اس رسالے میں پیشاب کرنے کے بعد صرف ڈھیلے یا پتھر سے استنجا کرنیکا ثبوت سنت واجماع وقیاس ودلائل شرعی سے دیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۰	اصطلاحات الصوفیہ	علامہ کمال الدین ابو الغنائم عبد الرزاق کاشی رح	تصوف	عربی	۱۶۸	۵ر۶ر

اس رسالے میں اصطلاحات الصوفیہ کی شرح فصوص الحکم وشرح منازل السائرین سے مذکور ہے اور بطرز عالمانہ وطور محققانہ ہر ایک کی توضیح کی گئی ہے جو سالکین طریقت کے لئے ہادی کامل ہے مصنف اکابر محققین واعاظم مدققین سے ہیں۔

نمبر تعداد	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۱	حکمۃ بالغہ جلد سوم	مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی۔	کلام	اردو	۳۱۶	۸ر

اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امی محض ہونے کی دلیل۔ قرآن و حدیث کا شمار تاریخ سے۔ اسلام کی تاریخ پر اعتراض مع جواب آپ کے امی ہونے کے متعلق لی بان فرانسیسی کا فیصلہ انسائیکلوپیڈیا کی بھی رائے مورخین یورپ کا کمال ابلہ فریبی و قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت مع اعتراضات و جوابات وغیرہ آج تک ایسی کتاب طبع نہیں ہوئی طرز بیان نہایت دلکش و مرغوب ہے اور زبان بھی نہایت صاف و ستھری مؤلف نے نہایت جانفشانی سے کام لیا ہے۔

نمبر تعداد	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۲	فتاوائی نظامیہ جلد اول	مولوی محمد رکن الدین صاحب مفتی مدرسۂ نظامیہ	فقہ	اردو	۲۰۶	۱۰ر

اس کتاب میں مسائل دینیہ و فقہیہ مع استفتاد جواب مختلف مسائل متضمن بہ مسائل

طہارت وصلوٰۃ صوم وزکات نکاح وحضانت ورضاع وحج وطلاق وعدت وظہار واجارہ وحظر واباحۃ وذبائح وبیوع ووقف وہبہ وغیرہا بصراحت مذکور ہیں۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	مضمون	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۳	شعائر اللہ فی فضائل شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مولوی سلامت اللہ صاحب	فقہ	اردو	۷۰	۳/

اس رسالے میں موئے مبارک نبوی کی فضیلت وبزرگی اور اس کا موجب فیوض وبرکات ہونا اور اس کے ضمن میں تصویر نعلین مبارک کے خواص وبرکات کا آیات قرآنی واخبار صحیحہ وکئی دلائل سے ثبوت دیا گیا ہے اور منکرین فضائل آثار شریف اور مبطلین حقائق شعار اللہ کا دنداں شکن جواب ہے۔

نمبر اشاعت	نام کتاب	نام مصنف	مضمون	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۴	مقاصد الاسلام حصہ ہفتم	مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔	اخلاق	اردو	۱۸۷	عہ

اس کتاب میں عجائب جسمانی کے طبی حالات مسلمانوں کو صنائع الٰہی میں غور کرنے کی ضرورت

کیوں ہوئی۔ طبیعت کا بیان اور اس کے اختلاف قیامت کے ثبوت پر دلیل وید آسمانی کتاب نہیں۔ آریہ مذہب فطرت کے خلاف ہے۔ مذہب ارتقاء کا رد تجدد و امثال معدے کے حیرت انگیز حالات وحی کے اقسام مُردے پر عذاب و محبت اور شوق کے معنے عشق حقیقی۔ عارفوں کی اجمالی حالت شریعت کی ضرورت معرفت الٰہی اسرار و جزاء ایمان کی ضرورت ارادت و مرید مشاہدہ جناب قدس خوارق عادات اسرار طبیعت واعظوں کو کرامات و معجزے بیان کرنے کی ضرورت و نیز بہت سے مضامین مختلفہ نہایت متانت و سنجیدگی سے بیان کئے گئے ہیں جو سراسیمگان وادی اشتیاق کے لئے رہبر کامل ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	کیفیت
۳۵	مقاصد الاسلام حصہ ششم	حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی	اخلاق	اردو	۳۰۰	عام

اس کتاب میں عبد اللہ بن سبا کے حالات فتنہ بغاوت کی ابتدا و تاریخ متعلقہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ آزادی کا تبادلہ اہل شام با شیعہ مسئلہ رجعت فرق قائلین رجعت علم باطنی حصول ولایت فضیلت تقوے تقیہ کا اصل راز حقیقت شیعہ اور خوارج کی تراشی ہوئی روایتیں مسئلہ جبر و قدر مناظرہ امام اشعری و جبائی اس کے علاوہ اور مختلف مضامین بصراحت مذکور ہیں جس کے اظہار کی گنجائش نہیں

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۶	حکمۃ بالغہ جلد دوم	مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چڑیا کوٹی	کلام	اردو	۳۱۶	۸ر

اس کتاب میں انبیاء کے متعلق امت محمدیہ کا عقیدہ مذہب قادیانی کے اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرت خاتم الانبیاء مسئلہ نبوت پر مولف کتاب کی مطول بحث فلسفہ سود حرمت سود آنحضرت کی پیشگوئیاں حالات خلفائے مصر وغیرہ مذکور ہیں۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۷	رفع الحجاب عن مسألۃ الخضاب	مولوی سلامت اللہ صاحب	فقہ	اردو	۳۲	۲ر

اس رسالہ میں مہندی اور نیل کا خضاب اخبار صحیحہ و دلائل فقہیہ سے ثابت کیا گیا ہے اور مانعین خضاب کا جواب ادلۂ شرعیہ سے دیا گیا ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۸	خیر المواعظ جلد ثانی	مولانا محمد زمان خاں شہید	مواعظ و نصائح	عربی مع ترجمہ فارسی	۴۵۰	عصہ ۴ر

اس کتاب میں مضامین خانہ داری آداب سلام واستیذان وقت دخول فی الدار مصافحہ ومعانقہ جلوس ونوم ومشی ضحک مزامیر ومعازف وعلامات قیامت حفظ لسان وترک فحش وشماتتہ وطعن بر بالوالدین حق جیران وتربیت اولاد حب فی اللہ رفق وحسن خلق توکل وصبر استغفار وتوبہ مناقب النبی علامات نبوت ومناقب صحابہ واہل بیت وازواج مطہرات وغیرہا احادیث مذکور ہیں۔

نمبر انتخاب	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۳۹	انوار العاشقین	مولوی مشتاق احمد صاحب انبہٹوی۔	سیر	اردو	۱۵۴	۱۰ار

اس کتاب میں ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ذکر ایام جاہلیت اور اس کی اصلاح مع ادب وحالات صحابہ رضی اللہ عنہم واہلبیت ذکر حالات وکرامات اولیاء اللہ وخاندان عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کے حالات نہایت عمدگی کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں بزرگان دین کے حالات میں آج تک ایسی جامع کتاب نہیں طبع ہوئی۔

نمبر انتخاب	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۰	عمران القلوب والارواح فی ادلہ جواز شد الرحال الی قبور الاولیاء والارواح۔	مولوی معوان حسین صاحب	فقہ	اردو	۳۲۱	۱۳ار

اس کتاب میں بہ نیت زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آستانۂ روضۂ منورہ پر حاضر ہونا یا دور دراز سے سفر کرکے عام اولیاء ومشائخ کے مزارات شریفہ پر بغرض حصول فیوض وبرکات بامید نیل مرادات وانجاح مقاصد وحاجات جانے کا جواز ادلۂ شرعیہ ودلائل نقلیہ ثابت کیا گیا ہے اور جو سفر زیارات قبور اولیاء سے منع کرتے ہیں اور اس کے جواز کے متعلق احتمالات پیدا کرتے ہیں اس کا جواب مدلل دیا گیا ہے جو نہایت مفید عام ہے۔

نمبر ترتیب	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	نمبر الماری
۱۴	شرح الحجب والاستار فی مناقب اہل الانوار والاسرار۔	علامہ فاضل محمد روزبہان رحمۃ اللہ علیہ	تصوف	عربی	۷۶	۳ر۴ر

یہ رسالہ فن تصوف میں بینظیر ہے اس میں احکام مواجید ومکاشفات غیوب وسماع الخطاب مذکور ہیں اور طالبین حق کو طرق سلوک میں جو موانع اور حجب پیش آتے ہیں اس کی توضیح نہایت بسط سے کی گئی ہے کیوں نہ ہو اس کے مصنف نہایت محقق اور کاملین اولیاء اللہ اور قدماء سے ہیں جن کی توصیف کی اس مختصر میں گنجائش نہیں دیکھنے سے متعلق ہے۔

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	بحث	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۲	احکام الحجا فی احکام اللحیٰ	مولوی سلامت اللہ صاحب	فقہ	اردو	۱۷۸	۱۰/

اس رسالہ میں ڈاڑھی کے احکام ڈاڑھی منڈانے اور ترشوانے کی ممانعت کتاب اللہ اور احادیث قولی و فعلی آنحضرت صلعم و صحابہ رضوان اللہ علیہم و تمام سلف و خلف صالحین سے ثابت کی گئی ہے و نیز روایات فقہیہ و براہین عقلیہ و نقلیہ سے استدلال کیا گیا ہے اور اس کا عدم جواز و مرتکب اُس کا مستوجب سزاء عقاب ہونا ببراہین شرعیہ ظاہر کر دیا گیا ہے جو بجائے خود واعظ و ہادی الی سبیل الرشاد ہے اور جو اس میں لوگ اغلب مرتکب ہیں اس کی خرابی و شومی ثابت کی گئی نہایت مفید عام ہے

نمبر فہرست	نام کتاب	نام مصنف	بحث	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۳	مرجع غیب	مولوی سید غوث الدین صاحب مدرس مدرسۂ نظامیہ	کلام	اردو	۱۰۰	۴/

اس کتاب میں احادیث و اخبار صحیحہ سے علم غیب ذاتی و وہبی کے متعلق بحث کی گئی ہے اور علم الٰہی اور علوم وہبیۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ میں تفاوت بتلایا گیا ہے اور جو لوگ مطلقاً اُس کے منکر ہیں۔ اُس کا جواب ادلۂ شرعیہ و نقلیہ سے دیا گیا ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۴	نثر المرجان جلد اول از سورۂ فاتحہ تا ختم سورۃ النساء	مولوی قاضی محمد غوث صاحب مدراسی	رسم خط قرآن شریف	عربی	۶۱۶	للعہ

اس کتاب میں قرآن مجید کے متعلق رسم خط و نظم قرآن و اختلاف قرأت و قواعد تجوید وغیرہ کما لہا تحقیق بتلائے گئے ہیں آج تک ایسی کتاب طبع نہیں ہوئی فن رسم خط اور اختلاف القراۃ میں بے نظیر ہے اور اکثر کتب مستندہ فن ہذا سے استدلال کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۵	رسالۂ خلق افعال	مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی	کلام	اردو	۲۰	ا بر

اس رسالہ میں مسئلۂ خلق افعال کے متعلق دلائل عقلی و نقلی اور فرقۂ معتزلہ و قدریہ کے توہمات کا دفعیہ کیا گیا ہے اور حق تعالیٰ شانہ کا خالق افعال ہونا اور جزا و سزا کا ہر ایک کے فہم و وجدان سے متعلق ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے بیان کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت

۴۶	القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر	مولوی معین الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف	فقہ	اردو	۳۸	۲ر۲ر۴

اس کتاب میں جمعہ کے روز خطیب منبر پہ بیٹھنے کیوقت مسجد کے اندر منبر کے قریب اذان دینے کے متعلق بعض علماء نے جو اختلاف کیا ہے اس کا کافی جواب دیا گیا ہے اور حدیث کراہت کا ضعف اقوال محدثین سے ثابت کرکے قریب منبر داخل مسجد اذان کا ثبوت تعامل و اجماع سے محققانہ اصول پر بتلایا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	زبان	تعداد صفحات	قیمت
۴۷	نثر المرجان جلد ثانی	مولوی محمد غوث صاحب قاضی مدراس	املا	عربی	۶۴۸	۱۲ روپے

اس کتاب میں سورہ ملک کی ابتدا سے سورہ براۃ کے آخر تک رسم خط قرآن کا بیان ہے